اہم اسلامی عقائد و معمولات پر ایک محققانہ کتاب

نورِ اسلام

مصنف

شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی

مترجم

ملک لیاقت علی اعوان

فاضل بھیرہ شریف

مکتبہ جمالِ کرم لاہور

اہم اسلامی عقائد و معمولات پر ایک محققانہ کتاب

نورِ اسلام

مصنف

شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی

مترجم

ملک لیاقت علی اعوان

فاضل بھیرہ شریف

ایم اے عربی - ایم اے اسلامیات

مکتبہ جمالِ کرم

9. مرکز الاویس ، دربار مارکیٹ لاہور

Ph:042-7324948

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... نور اسلام
98150
مصنف .... شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادیؒ
مترجم .... ملک لیاقت علی اعوان (فاضل بھیرہ شریف)
اشاعت اول .... اگست 2004ء
تعداد .... گیارہ سو
زیراہتمام .... ایم احسان الحق صدیقی
ناشر .... مکتبہ جمال کرم لاہور
قیمت .... ______ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ جمال کرم

9 مرکز الاولیس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ لاہور

فون: 042-7324948

Marfat.com

الانتساب

اپنے والدین کریمین کے نام جن کی بے پناہ
محبتوں اور دعاؤں کے طفیل یہ ناچیز چند حروف لکھنے
کی سعادت سے بہرہ مند ہوا۔

ملک لیاقت علی اعوان

Marfat.com

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا۔ وَلَقَدْ کرمنا بنی آدم ۔کا تاج اس کے سر پر سجایا اور اس کو احسن تقویم کی صورت بخشی ۔اس کی روحانی وجسمانی ضرورت کا بھی بھرپور بندوبست کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ہر انسان میں نیکی وبدی کو اپنانے کی صلاحیت رکھ کر فَھَدَیْنٰا النجدین فرمایا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ارض گیتی پر قدم رکھتے ہی انسان کو مختلف حالات و واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔غم وخوشی ،عروج وزوال ،امن وجنگ ،بیماری وصحت ، زندگی اور موت یہ تمام ایسے امور ہیں جن سے کسی کو مفر نہیں۔اور بقول ''انسانی زندگی مختلف قسم کے امتحانوں سے مرکب ہے۔'' بسا اوقات حالات میں تبدیلی سے افکار و نظریات میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ایسی ہی کیفیت میں روحانیت عروج وزوال کا شکار ہو جاتی ہے ۔جب بھی انسان پر مادی عروج آیا تو یہ اپنی عزت وناموس کے خلاف کام کرنے پر اتر آیا تو اس کی ہدایت ورہنمائی کے لئے رب کریم نے اعلیٰ ترین اور قدسی صفات انسانوں کو نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا تاکہ وہ بھولے ہوئے انسان کو اس کی عظمت رفتہ یاد دلا کر بندہ اور اس کے مالک حقیقی کے درمیان تعلق کو مضبوط بنا سکیں ۔علاوہ ازیں آسمانی کتب وصحائف کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کا سامان کیا ،لیکن نور وظلمت ،نیکی وبدی ،اور حق وباطل کی جنگ ازل سے ہے ابد تک رہے گی ۔بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

آقا دو جہاں ﷺ کی آمد نسل انسانی کے لئے حیات نوع کی نوید ثابت ہوئی۔زندگی کے تپتے ہوئے ریگستان میں سسکتی انسانیت کو ایک ٹھنڈی چھاؤں میسر

Marfat.com

آئی۔ غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں اور انسانوں کو آزادی نصیب ہوئی حق کا دور آیا تو باطل کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اسلام کا نور پھیلا اور کفر کی ظلمتیں کافور ہو گئیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا٥

یہ کتاب جو آپ کے زیر مطالعہ ہے اسے شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے تالیف کیا ہے۔ یہ کتاب عقائد کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کو قرآن و سنت کے حسین پیرائے اور عقل کی دلکش روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت غوث اعظمؓ کی درگاہ کے مدرس کی یہ کتاب ہمارے لئے باعث فخر اور ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ میں نے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کی ایک معمولی سی ہمت و کوشش کی ہے۔ اگر دوران مطالعہ کوئی ایسی چیز نظر سے گزرے جس میں غلطی کا امکان ہو تو امید ہے کہ آپ اس کی بہتری کی تجویز دیں گے کیونکہ ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات تحریر میں سقم رہ جاتے ہیں اور اپنی رائے پیش کرنے کی بنسبت ترجمہ مشکل ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ ایک طالب علم کی حقیری سی کوشش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جناب مقدس میں قبول فرمائے۔

اس کتاب کا ترجمہ کرنے میں استاذی الکریم مولانا محمد انور مگھالوی صاحب نے خصوصی شفقت فرمائی ہے اور اپنی قیمتی آراء و تجاویز سے نوازتے رہے۔

مزید برآں برادر، عزیز مولانا ملک نور خان اعوان کی بھی معاونت رہی اور برادر مکرم جناب احسان الحق صدیقی صاحب کے تعاون سے یہ کتاب ایک خوبصورت انداز میں مکتبہ جمال کرم لاہور سے طبع ہو کر آپ تک پہنچی۔ میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ملک لیاقت علی اعوان
پیل، ضلع خوشاب

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	الایمان باللہ تعالیٰ عقلی دلائل توحید	11
2	آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری	11
3	محیط دو عالم ہے قدرت تیری	12
4	تجھی سے ہے سنسار میں رنگ	12
5	ضیائے رخ زندگی تجھ سے ہے	13
6	بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسمان تو نے	13
7	دکھایا بے نشان ہو کر ہمیں اپنا نشان تو نے	14
8	عظمت تیری مانے بن کچھ نہ بن آتی یاں	15
9	دھریوں کا رد	19
10	صفات الٰہیہ	23
11	خلاصہ کلام	31
12	توحید باری تعالیٰ پر آئمہ کرام کا خوبصورت استدلال	31
13	دیدار الٰہی	37
14	فرشتوں پر ایمان	40
15	جنات کے وجود پر ایمان	45
16	آسمانی کتب پر ایمان	47

Marfat.com

17	قرآت سبعہ	56
18	مشہور قراء عظام	56
19	قراء عظام کے راوی	57
20	رسولوں پر ایمان	65
21	بعثت رسل کی حکمت	73
22	محبت رسول ﷺ	80
23	ورفعنا لک ذکرک کا عظیم مظاہرہ	84
24	درود شریف پڑھنے کے مختلف انداز	88
25	اذان کے بعد درود شریف کا پڑھنا	93
26	جشن میلاد النبی ﷺ	95
27	زیارت رسول ﷺ	100
28	زیارت کے آداب	103
29	توسل اور وسیلہ	105
30	قرآن پاک کا تصور وسیلہ	106
31	احادیث میں وسیلے کا تصور	109
32	توسل کی پہلی صورت	113
33	توسل کی دوسری صورت	116
34	قرآن کریم کی دلیل	116
35	سنت رسول ﷺ سے دلائل	117

Marfat.com

36	ایک شبہ کا ازالہ	120
37	توسل کی تیسری صورت	125
38	توسل کی چوتھی صورت	128
39	توسل کی پانچویں صورت	130
40	توسل کی چھٹی صورت	135
41	توسل کی ساتویں صورت	138
42	توسل کی آٹھویں صورت	142
43	محبت رسول ﷺ	155
44	رسول ﷺ کی آل کی محبت اور ازواج کا احترام	156
45	آل محمد ﷺ کی محبت اور عزت	160
46	صحابہ کرام اور تابعین کی محبت	162
47	علماء اسلام کی محبت اجتہاد کی تعریف وضرورت	171
48	مجتہد کے لئے شرائط	177
49	اہلیت والے پر اجتہاد کا لزوم	190
50	جو رتبہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس کے لئے تقلید کا لزوم	193
51	بدعت کی اقسام	197
52	امت مسلمہ سے محبت	200
53	اولیاء اللہ کی کرامات	216
54	معجزہ اور کرامت میں فرق	216

Marfat.com

55	قرآن پاک سے کرامت کا ثبوت	217
56	احادیث طیبہ سے کرامات کا ثبوت	220
57	کرامات صحابہ	229
58	ایک ضروری وضاحت	235
59	صالح، متقی اور سچے لوگوں کی صحبت	239
60	زیارت صالحین	241
61	قبور صالحین کی زیارت	246
62	بیانات اور وضاحتیں	250
63	نسبت کی اہمیت	258
64	قضاء قدر	263
65	اللہ تعالیٰ کے علم کی مثل	270
66	موت کی حقیقت	274
67	ہادی حقیقی	276
68	اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں خود مختار ہے	279
69	دیدار الٰہی	280
70	برزخی زندگی	283
71	کتاب اللہ سے دلائل	283
72	احادیث طیبہ سے دلائل	286
73	آخرت کے دن پر ایمان	294

Marfat.com

74	زلزلہ	302
75	النفخۃ الثانیہ	307
76	حشر کے خوفناک احوال	311
77	قصاص	314
78	میدان حشر	316
79	محاسبہ اعمال	319
80	نامہ اعمال	320
81	میزان	322
82	پل صراط	322
83	حوض کوثر	327
84	شفاعت	329
85	احادیث شفاعت	330
86	شفاعت کی پانچ اقسام	332
87	جنت اور دوزخ	337
88	الکوثر	346

Marfat.com

نورِ اسلام کی پہلی کرن

الایمان باللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ اس بات کا اعتراف اور تصدیق کی جائے کہ اس کائنات کی بلندی و پستی اور تمام اشیاء جو اس میں موجود ہیں ان تمام کو بنانے والی ذات ''اللہ تعالیٰ'' ہے جو واجب الوجود اور ہر وجود کا خالق ہے۔ وہ تعظیم کا مستحق ہے اور وہ ہی معبود حقیقی ہے۔ اور ہر چیز اس کی قدرت کے آگے مسخر اور سرنگوں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہی ہے اور اسی کی جناب میں رحمت، احسان عمیم، کرم اور نعمت وسیع کا دست سوال دراز کرتی ہے۔

کسی صاحب عقل سلیم کو اس سلسلے میں کسی فلسفے کی ضرورت نہیں بلکہ درج ذیل بیان کی جانے والی وجوہات ہی اس کے لیے کافی ہیں۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری:۔ انسان نے جب سے اس ارض خاکی پر قدم رکھا ہے وہ چمکتے سورج کے نیچے تمام مخلوقات سے زیادہ افضل ہے تمام اصحاب عقل و دانش اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا خالق اور رب سب سے اعلیٰ ہے اور وہ مشکلات اور اہم امور میں اسی سے مدد لیتے ہیں کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی اپنی ذات تو فہم وادراک اور طاقت میں ناقص ہے اور جس کسی کو اپنی ذات میں کمی محسوس ہو تو وہ کامل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے سے بڑی طاقت سے مدد چاہتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کامل مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے جو اپنے وجود کو قائم رکھنے میں کسی کی محتاج نہیں ہے اور اسی کی ذات پاک حقیقی طور پر مطلوب و مقصود ہے جب اصحاب عقل وشعور کا یہ نظریہ ہے تو پھر ہم جیسے ناقص العقول کے لیے اس بات کو ماننا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے اور یہی عقل سلیم کا تقاضا بھی ہے۔

Marfat.com

محیطِ دو عالم ہے قدرت تیری:۔ ہمارے اردگرد بے شمار ایسی چیزیں مثلاً جمادات ،نباتات اور حیوانات میں سے موجود ہیں۔جن کو ہم دیکھ کر اور چھو کر محسوس کر سکتے ہیں ہم اس بات کو بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جمادات کا ہر ذرہ تکوین وتحویل کے اصول پر عمل پیرا ہے

پس پانی سے بخارات بنتے ہیں اور بخارات بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور پھر برسنا شروع کر دیتے ہیں۔اسی طرح زمینی مواد کی بھی اپنی تاثیر ہے جس سے مختلف نتائج مرتب ہوتے ہیں جو آدمی زمین میں بیج بوتا ہے تو مؤثر حقیقی ہی اس بیج کو تنا عطا فرماتا ہے پس وہ تنا موٹا ہوتا ہے، پھل لاتا ہے اور پھر کچھ عرصے بعد یہ پودا گر جاتا ہے اور زمین کا حصہ بن جاتا ہے نطفہ کی پرورش اور مختلف مراحل سے گزر کر ظاہری دنیا میں آنے تک ''محدود وقت کے لیے'' استفادہ اور افادہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل ایک قانون اور قوت کے تحت ہوتا ہے اور ہر قوت مدرکہ ایک ایسی قوت کے تحت ہوتی ہے جو تمام قوتوں سے فائق ہوتی ہے۔

مخلوق میں اشرف اور قوی ہونے کا اعزاز انسان ہی کو حاصل ہے جو جہالت سے بچتے ہوئے علم کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے حصول قوت و آرام کے لیے وہ جہد مسلسل کرتا ہے اور اس دوران مختلف حالات سے گزرتا ہے وہ حاجات کے حصول کے لیے اسباب تلاش کرتا ہے۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہر موجود چیز فی نفسہ محدود اور کمزور ہے اور کسی بھی شے میں تصرف کے لیے کامل و مطلق ذات کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ تبدیل ہو سکتی ہو اور نہ وہ مسخر ہو سکتی ہو اور وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے جو مقصود و مطلوب حقیقی ہے۔

تجھی سے ہے سنسار میں رنگ روپ:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و عرفان دے کر باقی تمام مخلوق سے ممیز فرمایا ہے اسی خصوصیت کی بناء پر وہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔اور نقص سے کمال کی طرف سفر کرتا رہتا ہے

Marfat.com

کسی بھی معمولی چیز کے حصول میں کامیاب ہونے کے لیے اسباب وعلل کا پایا جانا ضروری اور اسی طرح نقصان دہ چیز کو دور کرنے کے لیے بھی سبب ضروری ہوتا ہے انسان جب غور کرے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ عالم علویات وسفلیات کا بغیر کسی سبب کے چلنا ناممکن ہے۔

تھوڑا سا غور وفکر کرنے کے بعد انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی اپنی ذات اور اس کا ماحول اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے اور وہ ہی مطلوب حقیقی ہے۔

ضیائے رخ زندگی تجھ سے ہے:۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب کوئی انسان کسی خوبصورت پھول اور دلکش تخلیق کو دیکھتا ہے یا کسی ایسے نقش دلربا کو ملاحظہ کرتا ہے جسے اس نے پہلے نہیں دیکھا ہوتا تو وہ جان لیتا ہے کہ اس چیز کا تخلیق کار بہت بڑا ماہر ہے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ مذکورہ چیز بغیر سبب اور بنیاد کے معرض وجود میں آ گئی ہو۔ تو ایسا آدمی کیسے تصور کر سکتا ہے کہ اس کے جسمانی اعضاء اور اس کے احساسات وادراکات ،کھوپڑی اور دماغ کی بناوٹ اور اس کے اسرار ورموز، معدہ کی تخلیق اور اس کی بے مثال کارکردگی، ہاتھ کی بناوٹ اور اس کے نقوش بغیر کسی خالق کے معرض وجود میں آ گئے۔

علاوہ ازیں معنوی اثرات مثلاً غم وخوشی کا پے در پے آنا ، ذوق ونشاط کا پروان چڑھنا، محبت ونفرت کی کیفیات ،ان تمام امور کو بغیر کسی خالق کے مان لینا کہاں کی عقل مندی ہے بلکہ انسان اس بات پر مجبور ہے کہ وہ مانے کہ تمام امور کا خالق ومالک موجود ہے اور وہ ہی ذات مطلوب ومقصود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

بنائے اپنی حکمت سے زمین وآسماں تو نے:۔ خیمہ افلاک کی طرف دیکھو! اس میں موجود روشن ستاروں، دلکش سیاروں اور بھڑکتے سورج کا نظارہ کرو جو کہ زمین سے کئی گنا بڑا ہے غور فرمائیں کہ آخر یہ آگ کا بھڑکتا ہوا گولا آخر کہاں سے آیا یہ مسلسل کیوں جل رہا ہے؟ اور یہ اپنی مرکزیت کو کیسے قائم رکھے ہوئے ہے؟ اس کے اردگرد سیارے ایک خاص

Marfat.com

مدار ہی میں کیوں چکر لگاتے ہیں؟ اور سورج کیسے ان سیاروں کی حرکات کی نگرانی کرتا ہے اوران کا توازن برقرار رکھتا ہے کوئی سیارہ بھی اپنے مدار سے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ یہ سارا نظام شمسی اپنے مدار اور مقدار رفتار سے ذرہ بھر بھی انحراف نہیں کرتا، وجہ کیا ہے؟ کیسے دن رات بدلتے ہیں؟ اوران تمام امور میں کیسے تسلسل قائم ہے؟

آخر وہ کون سے مرکزی کشش ہے جس کی بناء پر تمام سیارے اپنے اپنے محور کے گرد گھومنے کے علاوہ اپنے اپنے مرکز کے گرد بھی گھومتے ہیں؟ سارے نظام شمسی میں توازن کی کیا وجوہات ہیں؟

ان مذکورہ بالا امور میں سے کچھ امور وہ ہیں جو منکشف ہو چکے ہیں ان کے علاوہ بہت سے ایسے اسرار بھی ہیں جو ابھی تک پوشیدہ ہیں اور جن کو ان کے خالق و مالک کے سوا کوئی نہیں جانتا کیا عقل سلیم اس مقام پر عظیم خالق کا اعتراف کرتے ہوئے یوں نغمہ سنج نہیں ہوتی کہ (وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ) •

''اور (فرط نیاز سے) جھک جائیں گے سب (لوگوں کے) چہرے''[1]

بے شک بصیرت کی نظر سے دیکھنے والا اور باخبر نکتہ داں ہدایت پا لیتا ہے اور اس بات کا اعتراف کر لیتا ہے کہ نظام کائنات کی ہر چیز اس حاکم اعظم کے حکم کے سامنے سرنگوں ہے جس کی بادشاہت مکمل ہے اور دن کو رات میں اور رات کو دن میں تبدیل کرتا ہے وہ ہی مطلوب و مقصود حقیقی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تو نے:۔ اگر آپ اس کائنات میں نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کا کل یا تو ممکن ہوگا اور وجود اور عدم کی مناسبت سے برابر ہوگا یا پھر وہ واجب ہوگا اور ازل سے ثابت الوجود ہوگا۔ یا اس کا بعض واجب ازلی ہوگا اور بعض ممکن ہوگا جو عدم سے وجود کی طرف آیا ہوگا جب آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بلا

---

[1] سورہ طہ.........آلایۃ (111)

Marfat.com

شبہ دوسرا احتمال فاسد ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ کائنات کے بہت سے اجزاء پر اچانک فنا طاری ہو جاتی ہے اور ان کی تباہی کا مشاہدہ آپ نے اکثر کیا ہوگا۔ جیسا کہ پہاڑ زلزلے کی وجہ سے فنا ہو جاتے ہیں اور گرمی سے پانی بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ مذکورہ اشیاء کا وجود واجب نہیں ہے۔

اسی طرح تیسرا احتمال کہ اس کا بعض واجب قدیم اور بعض ممکن ہے حالانکہ پتھر اور مٹی، زمین اور پانی، پانی اور ہوا میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ پس کائنات کی وسعت اور اس کے بعض حصے کا ابتر ہونا باقی حصے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

اب سوائے پہلے امر کے کوئی چیز باقی نہیں رہتی کہ کل ممکن الوجود ہے جس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں اور ہر وہ چیز جس کی طرفین یعنی عدم اور وجود برابر ہوں وہ کسی ایسی ذات کی محتاج ہوتی ہے جو خود واجب الوجود ہو اور کمال وازلیت کی اعلیٰ صفت سے متصف ہو وہی مطلوب و مقصود ہو اور وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔

عظمت تیری مانے بن کچھ بن نہیں آتی یاں:۔ اس کائنات کی علت عموم کی حیثیت سے یا تو اس کی اپنی ذات ہے یا اس کا بعض یا اس کا امر خارج عقل سلیم اس بات کو نہیں مانتی کہ یہ کائنات فی نفسہ موثر ہو۔ کیونکہ اگر یہ خود مؤثر ہو تو اثر کو مقدم کرنا لازم آئے گا اگر کائنات اپنی ذات کے لیے علت ہوتی تو لازم ہوتا کہ وہ اپنی ذات سے بھی پہلے ہوتی اور یہ امر ازروئے عقل محال ہے۔

اس طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ بعض کائنات میں موثر ہو کیونکہ بعض کو اس کی ذات پر مقدم کرنا پڑے گا اور یہ بھی ممکن نہیں ہے۔

اب تیسرا احتمال باقی رہ گیا اور وہ یہ ہے کہ کائنات کی امر خارج والی علت اور یہ بات معلوم ہے کہ کائنات سے خارج اور موجود وہی ذات ہوگی جو واجب الوجود ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔

Marfat.com

اصل بات یہ ہے کہ اس کائنات میں امر خارج وہ ذات ہے جو مشہود، طاقتور، صاحب جمال وجلال واجب الوجود، بلند ذات، تمام صفات کمالیہ سے متصف، تمام نقائص سے مبراء ومنزہ ہے وہ ذات اپنے وجود زندگی علم، ارادہ، قدرت سمع وبصر اور کلام کی مناسبت سے بے مثل وبے مثال ہے اور وہی ہستی عالی شان موثر مطلق ہے۔

بلا واسطہ تخلیق وایجاد میں تمام ممکنات موجود بذات اس ذات کا سہارا لیتے ہیں۔

المختصر اس ظاہری کائنات میں امر خارج ایسا ہوگا جو صاحب قوت ہو اور کمال و جمال وجلال واجب الوجود، عالی شان اور دیگر تمام اعلیٰ صفات سے متصف اور تمام نقائص و عیوب سے منزہ ومبرا ہو وہ اپنے وجود، حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع وبصر اور کلام میں موثر و مطلق ہو۔ تمام ممکن الوجود بذات اسی کے محتاج ہوں۔ خلق وایجاد میں وسیلے کا محتاج نہ ہو اور امور عادیہ کی تخلیق وایجاد میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے ان میں اسباب کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی ذات ان اسباب کی بھی محتاج نہیں ہے وہ اپنے تمام افعال میں موثر ومختار ہے اس پر کوئی شے واجب نہیں ہے۔

وہ بلند وعالی شان ہے اور کسی فعل کو سرانجام دینے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس کا وجود کائنات میں معلوم ومشہود ہو اور اسی طرح موثر خارج معلوم ومشہود ہو۔ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس موثر کی اصل حقیقت کیا ہے۔ بے شک کسی چیز کے وجود کا علم اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس کی اصل حقیقت بھی معلوم ہو۔ اس بات کو ماننے اور اس پر اعتماد کرنے میں کوئی عیب بھی لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آواز کے بارے میں علم آواز کے علم کو تو لازم کرتا ہے لیکن اس کی حقیقت کو نہیں کسی کا دروازے کو کھول دینا کھولنے والے کے وجود کو لازم کرتا ہے اس کی حقیقت کو نہیں بجلی اور روشنی کے آثار ان دونوں کے وجود کو لازم کرتے ہیں لیکن ان کی ماہیت جاننا اس سے لازم نہیں آتا آپ کا اپنی زندگی اور ارادے اور قدرت کے بارے میں علم کیا اس بات کو لازم نہیں کرتا ہے کہ آپ میں

Marfat.com

روح موجود ہے لیکن اس سے روح کی ماہیت و کیفیت کا جاننا لازم نہیں آتا۔اور یہ عدم واقفیت آپ کے علم میں کوئی نقص و عیب بھی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے وجود، حیات، علم، ارادہ، قدرت سننے دیکھنے اور کلام کرنے کے بارے میں تو ارشاد فرمایا ہے لیکن ان تمام امور کی حقیقت کے بیان سے باوجود علم ہونے کے اعراض فرمایا ہے کیونکہ مکلّف کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دی جاتی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ ممکن واجب کا احاطہ نہیں کرسکتا اسی طرح ناقص کامل کے بارے میں اور محدود لامحدود کے بارے میں کیا اندازہ لگا سکتا ہے کثیر آیات مبارکہ ایسے دلائل قاطعہ کی طرف اشارہ کرتیں ہیں کہ جن کے سامنے عقل انسان دم بخود اور حیران ہے فرمان الٰہی ہے۔

"اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ" ؎۲

کیا وہ پیدا ہو گئے بغیر کسی (خالق) کے یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔یعنی اس کے بعد کہ جب انسان کو یہ شعور حاصل ہو کہ وہ ایک زندہ اور صفات و کمالات سے متصف مخلوق ہے تو کیا ایسا باشعور آدمی یہ گمان کرسکتا ہے کہ اس کا کوئی خالق نہیں۔اور کیا وہ اپنی پیدائش میں کسی کا محتاج نہیں؟ از روئے عقل یہ سوچ محال ہے۔یا کوئی ہی گمان کرے کہ انسانیت کی تخلیق اس طرح ہے کہ بعض افراد بعض کے خالق ہیں۔حالانکہ ایسا محال ہے کیونکہ اگر باپ اپنے بچے کا خالق ہوتا تو دنیا میں لوگوں کی تعداد بے شمار ہوتی۔حالانکہ بعض افراد ایسے بھی تو ہوتے ہیں جو بغیر اولاد کے فوت ہو جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی اولاد زیادہ ہوتی ہے اسی طرح صورت و سیرت میں بھی انسانوں میں تنوع پایا جاتا ہے جس کی تخلیق میں انسانوں کا بہت کم کردار ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہے کہ

"اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ". ؎۳

کیا (تمہیں) اللہ تعالیٰ کے متعلق شک ہے جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا یہ اعلیٰ

؎۲ سورۃ الطور..........الایۃ (35) ؎۳ سورۃ ابراہیم..........الایۃ (10)

Marfat.com

ترین نشانیوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ برہان سببی ہے یعنی جب انسان اجرام فلکی کی طرف دیکھتا ہے کہ اس میں کائنات کو روشن کرنے کے لیے سورج، چاند، ستارے موجود ہیں اور زمین کی طرف دیکھتا ہے کہ اس میں معدنیات، نباتات وحیوانات کی بہتات ہے سمندر کی طرف دیکھتا ہے تو اس میں جواہرات اور عجیب حیوانات نظر آتے ہیں کیا عقل اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ان تمام اشیاء کے بارے میں مان لیا جائے کہ یہ سب بلا سبب اور بغیر خالق کے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ اس ذات پاک کی طرف اشارہ کرتی ہے جو تاثیرات میں با اختیار اور کامل صفات کی حامل ہے۔ اور وہ ذات باری تعالیٰ کی ہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان عالی شان ہے

"وِمنْ آیاتِہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لِتسْکُنُوْا اِلیھا و جَعلَ بَینکُم مُودۃً ورَحمۃً"[۲]

"اور اس کی (قدرت) کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرمادیئے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات)" یہ آیت مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوڑا جوڑا پیدا فرما کر احسان فرمایا ہے۔ تا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے راحت وسکون کا سبب ہوں اور یہ بڑے بلیغ انداز میں رد ہے ان لوگوں کا جو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ کائنات اچانک ایک اتفاقیہ حادثے کی وجہ سے معرض وجود میں آئی۔ اسے کسی خودمختار پیدا کرنے والے نے پیدا نہیں فرمایا پس ایسے نظریے کا قائل یہ کہتا ہے فرض کرو مسلسل اتفاقات وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے ایک عقل مند آدمی کی تخلیق ہوئی لیکن کیا عقل اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ انسان کی تخلیق مسلسل اچانک حادثات کی وجہ سے ہوئی؟ اور اسی طرح انسان کے ساتھی (عورت) کی تخلیق بھی ہوئی جو ظاہراً اور صورتاً اسکے مماثل ہے اور انہیں آپس میں محبت وانس کے جذبات ودیعت کیے گئے۔ مادر رحم میں

---

[۲] سورہ الروم .... آلایۃ (21)

Marfat.com

ہونے والے اندرونی تمام ترکیبی امور وغیرہ کیا یہ سب معاملات بغیر کسی سبب کے مان لیے جائیں۔ یقیناً عقل اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اسی طرز کا اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔

"(وأوحٰی ربُّک الی النّحلِ ان اتّخذِی مِنَ الجبالِ بیُوتا)" ۵؎

"اور ڈال دی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات کہ بنایا کر پہاڑوں میں (اپنے) چھتے"۔

کیا یہ عقل ماننے کو تیار ہے کہ اچانک شہد کی مکھیوں کی تخلیق اس عمدہ انداز میں ہو جائے کہ وہ موم کا ایک چھتہ بنائیں اور اس میں شہد کو اکٹھا کریں اور اس چھتے کے اندر جو خانے وہ بنئیں وہ "مسدس" یعنی چھ کونوں والے ہوں اور پھر اس چھتے کا نظام ایک ادارے اور ایک ریاست کی طرح چل رہا ہو جس میں کوئی حاکم کی حیثیت رکھتا ہو اور کوئی محکوم کی اور جب مکھیوں کی ملکہ چھتے سے ایک خاص آواز کے ساتھ نکلتی ہو تو تمام مکھیاں اس کی اتباع کرتی ہوں۔

اس صورت میں ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ تمام امور، اللہ تعالیٰ جو علیم و حکیم و خبیر ہے اس کے سوا کسی اور سے سرزد ہوں جو اپنی مخلوق کو بھی حکمت کی تعلیم ایک خاص انداز میں دیتا ہے۔

دھریوں کا رد

قرآن میں نظریہ دہریت کا رد بڑے خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے اور اس بات کی تردید کی گئی کہ یہ کائنات ایک حادثے کے نتیجے میں وجود میں آئی۔

قرآ مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"وَقَالُوا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنيَا نَمُوتُ وَنَحيَا وَمَا يُهلِكُنَا اِلَّا الدَّهرُ وَمَا لَهُم بِذٰلِكَ مِن عِلمٍ اِن هُم اِلَّا يَظُنُّونَ"۔ ۶؎

۵؎ سورۃ النحل..........الایۃ (68) ۶؎ سورۃ الجاثیہ..........آلایۃ (24)

Marfat.com

''اور وہ کہتے ہیں نہیں (کوئی دوسری) زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے (یہیں) ہم نے مرنا اور زندہ رہنا ہے اور نہیں فنا کرتا ہمیں مگر زمانہ حالانکہ انہیں اس حقیقت کا علم نہیں وہ محض ظن وتخمین سے کام لے رہے ہیں''۔

یعنی وہ لوگ انسان کی زندگی تخلیق اور بقا کو ایک مدت کے لیے مانتے ہیں حالانکہ ظروف زمانیہ جس قادر ومختار ''آقا'' کے ہاتھ میں ہیں یہ لوگ ان سے بے خبر ہیں اور یہ بات بھی درست ہے کہ عقل وادراک کی محدودیت کی وجہ سے یہ تمام اموران پر پوشیدہ ہیں اس لیے ان کا یہ نظریہ محض ایک وہم وگمان ہے کیونکہ زمانہ اپنے اندر ایک محدود وقت رکھتا ہے اور اس کو پیدا کرنے والا زمانے میں ایک مخصوص انداز میں تبدیلیاں لاتا ہے اور تمام تغیرات صرف قادر مطلق اور واجب الوجود ذات کے ہاتھ میں ہیں جس نے تمام کائنات پیدا فرمائی۔

درست بات تو یہ ہے کہ تمام تغیرات کی نسبت رب کریم کی طرف کی جائے نہ کہ ان اشیاء کی طرف جو جامد و بے حس اور شعور وادراک سے خالی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے مقصدیت اچانک کائناتی حادثہ، اعضاء کی شعوری تاثیر، نظریہ دھریت اور نظریہ طبیعات کی بڑے آسان اور تکلف سے پاک الفاظ میں تردید فرمائی ہے اور ساتھ ہی ایسے دلائل قاطعہ ارشاد فرمایئے ہیں کہ اصحاب عقل وشعور کو حق اور یقین کی راہ دکھائی دے قرآن کریم کی بہت سی آیات مبارکہ میں توحید کی دعوت بڑے دلکش انداز میں دی گئی ہے اور فرمایا گیا کہ اس کائنات کا خالق ایک ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ خالق کا تعلق خلق ایجاد اور ابداع سے ہے جب وہ قادر اور مختار ہے تو تخلیق وحکم بھی اسی کا ہوگا اور اس کا کوئی شریک نہ ہوگا۔

''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰه'' وَاحِد'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ''۔ ؎

؎ سورۃ البقرۃ آلایۃ ....(163)

Marfat.com

''اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے''۔

اور ایک جگہ یوں ارشاد ہوا۔

اَللّٰهُ لاَ اِلَهَ اِلاَّ هُوا لحَیُّ اَلْقَیُومُ ۔[8]

اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے۔

مزید فرمایا

''اَللّٰهُ خَالِقُ کل شیءٍ وهُو عَلٰی کُل شیءٍ وَکِیل لَه' مَقَالِیْدُ السمٰوات والارض ''۔[9]

''اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے وہی مالک ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا''۔

بعض دفعہ مشرکین کو اس بات کے ساتھ چیلنج کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو عظیم وعجیب اشیاء کی تخلیق پر قادر ہے تو کیا جن کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں کیا وہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے

قُل هَل مِن شُرکائِکُم مَنْ یَبْدَاءُ الخَلْقَ ثُم یُعِیدُه' قُلَ اللّٰهُ یَبْدَاءُ الْخَلْقَ ثُم یُعِیُدُه' فَاَنّٰی تئو فکُون ۔[10]

''(اے حبیب) آپ پوچھئے کیا تمہارے معبودوں میں کوئی ہے جو آغاز آفرینش بھی کرے پھر (فنا کے بعد) اسے لوٹا بھی دے۔آپ ہی فرمایئے اللہ ہی آفرینش کی ابتداء کرتا ہے اور (فنا کے بعد) اسے لوٹاتا بھی ہے پس (ہوش کرو) کدھر پھرے جاتے ہو بعض مواقع پر اللہ تعالیٰ نے عام فہم اور بڑے واضح الفاظ میں توحید کے دلائل ارشاد فرمائے ہیں۔مثلاً ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

---

[9] سورۃ الزمر آلایۃ .... (62) [8] سورۃ البقرۃ آلایۃ .... (225)

[10] سورۃ یونس .... آیۃ (34)

Marfat.com

لَو كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ" إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔[1]

"اگر ہوتے زمین و آسمان میں کوئی اور خدا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو یہ دونوں برباد ہو جاتے"

بے شک آیت مبارکہ کا ظاہری معنی یہی ہے کہ متعدد شرکاء کا ہونا نزاع و اضطراب اور امور میں عدم انتظام کا سبب بنے گا اور یہی بات درست ہے کیونکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب کہ یہ آیت مبارکہ توحید پر دلیل برہانی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر واقعتاً اس کائنات میں دو خدا ہوتے تو دونوں کا ایک دوسرے کو روکنا لازم آتا پھر ان میں سے ہر ایک کے عاجز ہونے کا امکان لازم آتا اور جہاں عجز کا امکان لازم آئے وہ معبود نہیں ہوتا۔

آسمانوں اور زمین میں فساد کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں عدم انتظام اور عدم وجود کا شکار ہوتے جیسا کہ علماء توحید نے بھی یہی بات فرمائی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک قرآنی آیات سلامت روی کے ساتھ مقصود پر دلالت کرتیں ہیں لیکن وہ تحقیقات اور غور و فکر کی متقاضی ہیں اور جن کے مفہوم تک بڑے بڑے علماء کے عقول کو ہی رسائی حاصل ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس لازوال کلام سے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل قائم کی جا سکتی ہے۔

78150

---

[1] سورۃ الانبیاء (۲۲)

Marfat.com

صفات الہیہ

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کی صفات جلیلہ کو بہت خوبصورت اور عام فہم انداز میں بیان فرمایا گیا ہے دقائق اور حقائق کو اس احسن انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اہل عقل دنگ رہ جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک ایسی سورۃ بھی ہے جو تمام صفات الہیہ کو بیان کرنے کا حق ادا کرتی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ''o

''اے حبیب فرما دیجئے وہ اللہ یکتا ہے اللہ صمد ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے''۔

اے عظیم رسول آپ سے جو آدمی میرے اوصاف کے بارے میں پوچھے اس کو یہ جواب دیں اس ذات بابرکات کا نام ''اللہ'' ہے یہ اس ذات عالی کا اسم ذاتی ہے یہ اس ذات مقدس کا نام ہے جو واجب الوجود ہے، تمام صفات کمالیہ اس ذات کے لائق ہیں جو ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے ''احــــد'' یعنی وہ جو اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اس کی مثال محال ہے وہ کامل مطلق ہے۔

ان مفردات (لفظ اللہ اور احد) میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات نفسی، سلبی اور ثبوتی کو جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اس کے بعد وضاحت فرمائی کہ (اللہ الصمد) یعنی ہر چیز اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اللہ رب العزت کی ذات ازل سے خود بخود قائم ہے۔ وہ اپنے قائم ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

(لم یلد) اس نے کسی کو جنا نہیں کیونکہ وہ اس بات سے مستغنی ہے کہ اس کا کوئی نائب یا وارث ہو جیسا کہ ایک والد بچے کا خواہش مند ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے وہ ازل سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

Marfat.com

(ولم یولد) اور نہ وہ جنا گیا ہے کسی وجود سے اس ذات پاک نے استفادہ نہیں کیا۔ وہ واجب الوجود اور ازلی ہے۔

(ولم یکن له كفوا احد) کسی حال میں کوئی اس کا ہمسر و ہم پلہ نہیں۔ نہ وہ ذات پاک جسم رکھتی ہے اور وہ جوہر و عرض سے بھی مبرا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہونے میں اور اپنی حیات، علم، ارادہ، قدرت سننے، دیکھنے اور کلام کرنے میں صفت صمدیت سے متصف ہے۔ کیونکہ جو ان تمام صفات سے، خالی ہوگا وہ کسی کیلئے ''صمد'' نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کسی چیز میں اس کی صمدیت کا اعتبار ہوسکتا ہے۔ اس ذات بابرکات کا حیات بقا سے متصف ہونا (لم یلد) کے فرمان سے ثابت ہے اس طرح (لم یولد) میں اللہ تعالیٰ کی ازلیت ثابت ہوتی ہے اور (لم یکن له كفوا احد) سے اس کی کسی کے ساتھ عدم مماثلت ثابت ہوتی ہے اور واجب الوجود ہونے میں اس کا کوئی ہم مثل و ہمسر نہیں۔ اس طرح خالقیت اور معبودیت میں بھی وہ بے مثال ہے یہی وہ یکتائی ہے جس سے ایک بندہ مومن توحید کے سبق میں کمال حاصل کرتا ہے۔

اللہ جل شانہ کی ازلیت اور ابدیت اس لحاظ سے مفید ہے کہ اس پاک ذات کا قدیم ہونا، باقی ہونا اور ظاہر ہونا عقول پر نشانیوں کے ذریعے واضح ہے اور اس پردے میں چھپنا بھی واضح ہے اور حقیقت کی بنیاد نشانیوں پر ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو خود ہی بہتر طور پر جانتا ہے ارشاد گرامی ہے۔

''هُوَ الاَ وَّلُ وَ آلاَ خِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ''. (۱)

''وہ (اللہ تعالیٰ) اول ہے اور وہی آخر ہے اور ظاہر و پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے''۔

اس کی وجہ یہ ہے حقیقی اولیت، ازلیت کے بغیر ناممکن ہے اسی طرح بقاء سلامتی کے معنیٰ میں ہے اور وہ ''ابدیت اور آخر'' کی صفت کے بغیر محقق نہیں۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی صفات کاریگری کو بڑے احسن اور قابل فہم انداز میں بیان فرمایا

۱؎ سورہ الحدید .... آلایۃ (3)

Marfat.com

ہے اس ذات بابرکات کی حیات پاک کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

(اَلحُیّ الْقَیُّوْمُ) ۲؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات اقدس زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ تمام کائنات کے امور کو بڑی تدبیر سے چلا رہی ہے حقیقی تدبیر اور کسی چیز کو قائم رکھنا صرف اسی ذات کے لائق ہے جو حیات ابدی رکھتی ہو۔

کیوں کہ موت اور جمود یہ دونوں نقص ہیں اللہ تعالیٰ تو نقائص سے پاک ہے۔

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی صفت علم بہت بلیغ پیرائے میں بیان فرمائی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰاتِ والْاَرْضِ واللّٰہُ بَصِیْر" بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے غیب جانتا ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو''۔ ارشادگرامی ہے۔

وَمَا تَکُوْنُ فِیْ شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوْا مِنْہُ مِنْ قُرْآن. اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ. (۲)

''اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں اور نہ آپ تلاوت کرتے ہیں اس حال میں کچھ قرآن اور (اے لوگو) نہ تم کچھ عمل کرتے ہو مگر ہر حال میں ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب بھی تم شروع ہوتے ہو کسی کام میں اور نہیں چھپا ہوتا آپ کے رب سے ذرہ برابر بھی زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہیں کوئی چھوٹی چیز اس ذرہ سے اور نہ بڑی مگر وہ روشن کتاب (لوح محفوظ) میں ہے'' کلی اور جزوی علوم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور ان آیات بینات میں جاہل فلاسفہ کا رد کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کلی علم تو رکھتا ہے جزوی کا اسے علم نہیں۔

اور ایک ارشاد گرامی ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ''.

''(نادانو!) کیا وہ نہیں جانتا (بندوں کے احوال) جس نے (انہیں) پیدا کیا ہے وہ بڑا باریک بین ہے''۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے عدم علم کا انکار کیا گیا ہے اور اس پاک ذات کے

۲؎ سورہ البقرۃ........آلایۃ (2) ۱؎ سورہ الحجرات........آلایۃ (16)

۲؎ سورہ یونس........آلایۃ (61)

Marfat.com

لیے علم کو ثابت کیا گیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خالق ہے جو خالق کی صفت سے متصف ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیق کو معنوی اور مادی طور پر جانتا ہو اور اس کی کلیات وجذئیات سے مکمل طور پر واقف ہو۔ اور اگر وہ اس صفت سے متصف نہیں (نعوذ باللہ) تو پھر کسی چیز کا پیدا کرنا محال ہے۔

پھر قرآن میں اس کی صفت ارادہ کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی وہ اپنے علم ازلی سے کائنات میں بعض اشیاء کو عدم کر دیتا ہے تو بعض کو مٹا دیتا ہے وہ مقدس ذات اپنے اختیار، قدرت اور ارادہ سے جو حکم چاہتا ہے نافذ کرتا ہے۔

اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِیُٔ وَیُعِیْدُ ۝ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ (۱)

''بے شک وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور ہی دوبارہ پیدا کرے گا اور وہی بہت بخشنے والا ہے عرش کا مالک ہے بڑی شان والا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے''۔

معلوم ہوا جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اپنے ارادے اور مرضی سے کرتے ہیں یہ ان لوگوں کو جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ عاجز ومجبور ہے اور اس پاک ذات کو کوئی چیز لازم بھی آتی ہے۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور عادت مبارکہ بیان فرمائی ہے کہ خواہ کوئی امر ممکنات میں سے ہو یا کائنات کے امور فطرتی ہوں یا کوئی خلاف عادت عمل ہو۔ ان سب کے بارے میں ارشاد ہے

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ''۔

''اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

مزید ارشاد ہوا۔

---

۱ سورہ البروج...........آلایۃ (13) (16)

Marfat.com

وَالسَّمَآءَ رفعهَا وَوَضعَ الْمِيْزَانَ .(۱)

''اورآسمان اسی نے بلند فرمایا اور میزان عدل قائم فرمایا''۔

ایک جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.(۲)

''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندہ خاص کو رات کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک''۔

یہ بھی وضاحت فرمائی کہ وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔سورہ مجادلہ میں یوں حکم ہوتا ہے۔

وَمَا یَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلاَ ثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلاَ خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلاَ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلاَ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَمَا کَانُوْاo(۳)

''نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔جہاں کہیں وہ ہوں''۔

آیات ربانی میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا .(۴)

''کلام فرمایا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے خاص کلام''۔

مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَات.(۵)

''(انبیاء علیہم السلام) میں سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور بعض کو بعض

۱۔ سورہ الرحمٰن.........آلایۃ(7) ۲۔ سورہ بنی اسرائیل.........آلایۃ(1)

۳۔ سورہ مجادلہ.........آلایۃ(7) ۴۔ سورہ النساء.........آلایۃ(163)

۵۔ سورہ البقرہ.........آلایۃ(253)

Marfat.com

لیے علم کو ثابت کیا گیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خالق ہے جو خالق کی صفت سے متصف ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیق کو معنوی اور مادی طور پر جانتا ہو اور اس کی کلیات و جذبات سے مکمل طور پر واقف ہو۔ اور اگر وہ اس صفت سے متصف نہیں (نعوذ باللہ) تو پھر کسی چیز کا پیدا کرنا محال ہے۔

پھر قرآن میں اس کی صفت ارادہ کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی وہ اپنے علم ازلی سے کائنات میں بعض اشیاء کو عمدہ کر دیتا ہے تو بعض کو مٹا دیتا ہے وہ مقدس ذات اپنے اختیار، قدرت اور ارادہ سے جو حکم چاہتا ہے نافذ کرتا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ o وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ o ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ o فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ o (۱)

"بے شک وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور ہی دوبارہ پیدا کرے گا اور وہی بہت بخشنے والا ہے عرش کا مالک ہے بڑی شان والا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے"۔

معلوم ہوا جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اپنے ارادے اور مرضی سے کرتے ہیں یہ ان لوگوں کو جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ عاجز و مجبور ہے اور اس پاک ذات کو کوئی چیز لازم بھی آتی ہے۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور عادت مبارکہ بیان فرمائی ہے کہ خواہ کوئی امر ممکنات میں سے ہو یا کائنات کے امور فطرتی ہوں یا کوئی خلاف عادت عمل ہو۔ ان سب کے بارے میں ارشاد ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"۔

"اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

مزید ارشاد ہوا۔

---

۱ سورہ البروج .... آلایۃ (13) (16)

Marfat.com

وَالسَّمَآءَ رفعهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ .(۱)

''اور آسمان اسی نے بلند فرمایا اور میزان عدل قائم فرمایا''۔

ایک جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی .(۲)

''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندہ خاص کو رات کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک''۔

یہ بھی وضاحت فرمائی کہ وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ سورہ مجادلہ میں یوں حکم ہوتا ہے۔

وَمَا یَکُونُ مِنْ نَجْوٰی ثَلاَثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلاَ خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلاَ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلاَ اَکْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَمَا کَانُوْاo(۳)

''نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں کہیں وہ ہوں''۔

آیات ربانی میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا .(۴)

''کلام فرمایا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے خاص کلام''۔

مِنْهُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَات .(۵)

''(انبیاء علیہم السلام) میں سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور بعض کو بعض

۱۔ سورہ الرحمٰن .... آلایۃ (7)　　۲۔ سورہ بنی اسرائیل .... آلایۃ (1)
۳۔ سورہ مجادلہ .... آلایۃ (7)　　۴۔ سورہ النساء .... آلایۃ (163)
۵۔ سورہ البقرہ .... آلایۃ (253)

Marfat.com

پر فضیلت دی۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰی لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ .(۱)

''اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے (تو اس وقت) عرض کی اے میرے رب مجھے دیکھنے کی قوت دے تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں''

اِنِّیْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ .(۲)

''(اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ) میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِيْمٌ .(۳)

''کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہ راست) مگر وحی کے طور پر یا بھیجے کوئی پیغامبر (فرشتہ) اور وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے بلاشبہ وہ اونچی شان والا، بہت دانا ہے''۔

ہم نے کلام الٰہی کو سنا اس سے مفہوم اخذ کیا اور اس پر ایمان لائے اور اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔

جب ہم غور و خوض کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ہمارا علم تو محسوسات تک محدود ہے کئی دفعہ ہم ارادہ کرتے ہیں لیکن اس کو عملی شکل دینا مشکل ہو جاتا ہے یہ بھی ہم دیکھتے ہیں ہماری طاقت انتہائی محدود ہے کہ بڑی بڑی اشیاء کے سامنے یہ بے بس ہے ہمارا سننا یہ ہے کہ آواز ہوا میں تبدیل ہو کر ہمارے کانوں کے سوراخوں تک پہنچتی ہے۔

۱ سورہ اعراف .... آلایۃ (143) ۲ سورہ اعراف .... آلایۃ (144)

۳ سورہ شوریٰ .... آلایۃ (51)

Marfat.com

ہمارا دیکھنا یہ ہے کہ ایک نظر آنے والی تصویر کے منکشف ہونے کے ساتھ خواہ اس انکشاف طبعی طور پر ہو یا آنکھ کی پتلی سے نکلنے والی شعاعوں کے ساتھ ہو۔

ہمارا کلام کرنا یہ ہے جو انسان ارادہ رکھتا ہے یا جو اس کا علم ہے اس کو بیان کرنے کی قوت رکھتا ہے ہمارا کلام لفظی آوازوں سے مرکب ہے جو مختلف مفردات اور جملوں کا مجموعہ ہے

یہ تمام نعمتیں (ارادہ، سننا، دیکھنا، گفتگو) اپنے اندر ایک محدودیت رکھتی ہیں لیکن اگر ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردی جائے تو پھر معاملہ کچھ اور ہوگا اس کا ارادہ ازلی ہے اس کی طاقت اس کے علم اور ارادہ کے مطابق ازلی ہے اس پاک ذات کا سننا اور دیکھنا بھی ہماری طرح نہیں ہے۔

بطور تفہیم کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سننے کی کیفیت یہ ہے کہ ایک چیونٹی اگر ایک ملائم پتھر پر رینگتی ہے تو اس کی یہ آواز اس گھڑ سوار کے گھوڑے سے زیادہ ہے جو ایک سخت چٹان پر پاؤں مارتا ہے۔

اسی طرح اس کا کلام کرنا بھی ہماری طرح نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں ہمارے بعض علمائے کرام کا ارشاد گرامی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو ہر طرح سے سنا کہ ان کے جسم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے اسی طرح صفات الٰہیہ کی حقیقت معلوم کرنا محال ہے جو محسوس اشیاء ہمارے پاس موجود ہیں ان کی حقیقت معلوم کرنا مشکل ہے "کہاں وہ ذات پاک" صرف اشیاء کے خواص اور اوصاف کی ہم تمیز کر سکتے ہیں۔ اور ان صفات سے اتنا ہی استفادہ کر سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسان فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت کی ہی صفات ازلیہ (حیات، علم، ارادہ، قدرت، کلام اس کے

Marfat.com

علاوہ باقی صفات) متعدی نہیں ہوتیں ۔ یہ تمام صفات اس کی ذاتی ہیں اور یہ ایسی بات ہے جس میں کسی انصاف پسند آدمی کو شک نہیں کرنا چاہیے۔

جو کچھ رسول اعظم ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا ہے یہ بھی ہماری حیثیت سے بڑھ کر ہے۔

وَمَا اٰتَا کُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَا کُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْ .(۱)

"عظمتوں والا نبی جو کچھ تم عطا فرمائے اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے باز آجاؤ"۔

ہم ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اس کی تمام صفات پر ہمیں ان میں کوئی شبہ نہیں اور ہم صراط مستقیم پر چلتے ہیں جو راہ اعتدال ہے۔

آپ بھی اسی راہ کو اختیار کریں اللہ تعالیٰ آپکا حامی وناصر ہو۔

وَقُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.(۲)

آپ فرمادیجئے میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔

---

۱ سورہ الحشر.........آلایۃ (7) ۲ سورہ الانعام..........آلایۃ (162)

Marfat.com

خلاصہ کلام

گذشتہ صفحات میں ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات جلیلہ کے بارے عرض کیا مقصد یہ تھا کہ انسان جان لے کہ وہ بے کار مخلوق نہیں ہے اس کی تخلیق کا مقصد یہ کہ عظیم ذمہ داریوں کی وجہ سے جواب دہ ہو خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔

وہ اس شخص کی طرح ہے جو ایک جنگل میں ہو اس کے سارے ساتھی اس کو چھوڑ گئے ہوں تو اس پر طاقت کے مطابق نجات اور خلاصی کے لیے کوشش کرنا واجب ہے ایک عقل مند آدمی کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے کمزور نفس اور اپنی ذات کی کمزوریوں کی طرف نہ دیکھے۔ معلوم ہوا انسان نے اپنی تخلیق سے لے کر اب تک عبرت پکڑی غور و خوض کیا کوشش اور جدوجہد کی تا کہ حقیقت تک رسائی حاصل ہو اور اس بات تک پہنچ جائے کہ اس کا دل مطمئن ہو جائے۔

پس بعض انسان ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا اور ان کو ادراک، حضوری اور اطمینان عطا فرمایا اس کے بعد وہ کسی دلیل یا تعلیل کے محتاج نہ رہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔

لَوْ کَشَفَ الغطَاءُ مَا زِدْتُ یَقِیْنًا.

''یعنی اگر میں اپنے رب کریم کو بے حجاب بھی دیکھ لوں تو بھی میرے ایمان میں ذرہ برابر اضافہ نہ ہو''۔

یہ مقام حضور و شہود ہے اور اس مقام پر اطاعت کرنے والا ''محسن'' ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے اگر وہ اسے دیکھ نہ رہا ہو تو اسے یہ یقین ہوتا ہے اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

بعض لوگ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مقام استدلال عطا فرمایا ہوتا ہے پس وہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے بارے میں دلائل سے کام لیتے ہیں جو بھی استقراء کو پیش نظر رکھ کر استدلال کرے گا وہ قرآن کریم کے بیان کردہ دلائل سے صرف نظر نہیں کرسکتا ایسے لوگوں کا استدلال کئی وجوہ پر ہوتا ہے۔

پہلی وجہ:۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان تمام کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر استدلال پکڑتے ہیں کہ تمام موجودات ممکنہ ان کا وجود اور عدم وجود برابر ہے یعنی ان کا وجود اور عدم وجود واجب نہیں یہ تمام چیزیں محتاج ہیں اس ذات کی جو واجب الوجود ہو جو ان تمام کے لیے مبداء ہو اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ .

''اے لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ تعالیٰ کے اور اللہ وہ ہے جو غنی اور قابل ستائش ہے''۔

یعنی تم سب ضرورت مند ہو ایک ایسے مبداء کے جو غیر محتاج ہو اور وہ بنیاد اور مبداء اللہ رب العزت کی ذات ہے جو تمام امور کو کفایت کرنے والا ہے جب اشرف المخلوقات کا یہ حال ہے تو جمادات و حیوانات تو انسان سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

دوسری وجہ:۔ ممکنہ صفات کے ہونے سے استدلال یعنی ہر صفت جو ممکنات کی صفات میں سے ہو اس کا وجود اور عدم وجود برابر ہوتا ہے۔ پس اجرام فلکی کی بلندی، گردش، چمک، حرکات، وسعت اور اجرام سفلی کی فراخی یہ سب گھومتے ہیں تبدیل ہوتے ہیں مسخر ہوتے ہیں یہ تمام محتاج ہیں ایک ایسی ذات کی طرف جو ان سب کو طلوع اور غروب کرے اسی بات کی طرف اللہ رب العزت نے اشارہ فرمایا ہے۔

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً . (۱)

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنایا''۔ پس زمین کا پھیلانا، اس کا ٹھنڈا کرنا، اس کے صحراء و پہاڑ چشموں کا بہنا اور زمین کی ہریالی اور خشکی، طوفان کا آنا

۱۔ سورہ المومن..........آلایۃ (64)

Marfat.com

اور بارشوں کا نزول، اسی طرح روشنی اور تاریکی یہ تمام تبدیل ہوتے ہیں اور تغیر پذیر ہیں اور ان تمام کی بنیاد اور مبداء اللہ رب العزت کی ذات ہے جو خالق بھی ہے اور حکیم بھی۔

تیسری وجہ:۔ اجسام کے وقوع پذیر ہونے اور زائل ہونے سے استدلال کرنا۔

اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حکایت میں فرمایا

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ. (۲)

''جب وہ (چاند) ڈوب گیا تو فرمایا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

چوتھی دلیل:۔ انفس و آفاق میں پیش آمدہ واقعات و صفات سے استدلال۔

اپنی ذات میں وقوع پذیر صفات کی دلیل اب ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ اپنی ولادت سے قبل موجود نہ تھا اب وہ موجود ہے اپنی تمام صفات و خصائل کے ساتھ زندہ ہے چھوٹا سا پیدا ہوا اور پروان چڑھا، صحت سے لطف اندوز ہوا تو کبھی بیمار ہوا کبھی غم زدہ ہوا تو کبھی مسرور و طاقتور ہوا تو کبھی کمزور۔

ہر وہ چیز جو عدم کے بعد وقوع پذیر ہو تو اس کا کوئی نہ کوئی موجد ہوتا ہے موجد انسان کا اپنا نفس نہیں ہوسکتا اور نہ والدین یا لوگ انسان کے موجد ہوتے ہیں کیونکہ یہ تمام اس بات سے عاجز ہیں کہ انسان جیسی چیز کو ایجاد کرسکیں ضروری ہے کہ موجودات کا موجد یا بنانے والا وہ ہو جو اپنی ذات اور صفات میں ان کا مخالف ہو یہاں تک کہ ان موجودات کا وقوع اس ذات سے حکمت اور پختگی کے ساتھ ہو۔ جب ایک وہم کرنے والا سوچتا ہے کہ زمین و آسمان کی بناوٹ، تمام موسم، افلاک اور ستارے ان تمام میں دخل اندازی اور اثر پذیری کیوں ممکن نہیں اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہے۔

فرمان ہوتا ہے۔

أَ أَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

۲۔ سورہ انعام .... آلایۃ (76)

Marfat.com

وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَ هَا وَمَرْعٰهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا. (۱)

''کیا تمہیں پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا اس نے بنایا اس کی چھت کو خوب اونچا کیا پھر اس کو درست کیا اور تاریک کیا اس کی رات کو اور ظاہر کیا اس کے دن کو اور زمین کو بعد ازاں بچھا دیا نکالا اس سے اس کا پانی اور اس کا سبزہ اور پہاڑ اس میں گاڑھ دیئے''۔

یعنی جو یہ وہم رکھتا ہے کہ یہ تمام چیزیں اثر پذیر ہیں وہ خود کمزور ہے اور مخلوق ہے اور وہ قدرت والے اور غالب رب کی سلطنت سے باہر نہیں۔

اس آیت طیبہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آفاق اس جاننے والے اور بنانے والے کی دلیل ہیں۔

پس زمین، پہاڑ یہ سب اس پاک ذات جل شانہ کے تصرف میں ہیں اوپر نیچے کے تمام امور اس کے قبضہ قدرت میں ہیں بعض زمینوں اور پہاڑوں میں چشمے، معدنیات اور درخت ہیں اور بعض ان تمام اشیاء سے خالی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ستارے بنائے اور ان میں روشنی کی مختلف صورتیں رکھیں بعض زیادہ روشن ہیں اور بعض کم روشن ہیں بعض کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ شامل ہے اور اللہ جل شانہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو لوگ بیان کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ آیات قرآنیہ اور دیگر دلائل دینے کا مقصد و مدعا مناظرہ و مجادلہ نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ عقائد حقہ حاصل ہوں اور لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ پس دین وعظ و نصیحت راہنمائی حسن معاملہ کا نام ہے اس میں شک، جھگڑا اور بے مقصد بحث و مناظرہ نہیں ہے۔

پس منصف مزاج آدمی اپنے آپ کو دیکھے جہاں تک اس میں اعتدال پیدا ہو وہ اپنے مقام و مرتبہ اور عزت کو پیش نظر رکھے۔ سب سے عمدہ وصف انصاف ہے اور سب سے

Marfat.com

مکمل حالت اعتدال کی حالت ہے۔اسی وجہ سے ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ عارفین اس موضوع کی طرف نہیں آتے وہ اس خوبصورت بات کو کرتے ہیں جو دلوں کو ''یار'' کے دروازے پر جھکا دے۔

حکایت :۔حکایت بیان کی گئی کہ دھریوں کی ایک جماعت مسجد میں آئی وہاں پر امام ابو حنیفہؒ موجود تھے دھریوں نے آپکے قتل کا اردادہ کیا۔آپ نے فرمایا تم مجھے ایک مسئلہ بتاؤ اس کے بعد جو تمہاری مرضی ہو کرنا انھوں نے کہا مسئلہ بیان کرو۔آپ نے فرمایا تم اس آدمی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو جو یہ کہے کہ میں نے ایک کشتی دیکھی جو ساز وسامان سے بھری ہوئی تھی اور دریا کی بپھری موجوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اس حالت میں بھی وہ ٹھیک چل رہی تھی حالانکہ اس کا کوئی ملاح نہیں تھا۔کوئی محافظ نہیں تھا۔کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے انھوں نے کہا نہیں یہ ایسی چیز ہے جسے عقل نہیں مانتی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ''یا سبحان اللہ'' جب عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ کشتی سمندر میں بغیر کسی ملاح یا رہنما کے چلے تو کیسے ممکن ہے کہ یہ دنیا جس کے احوال مختلف ہیں وسعت بے انتہا ہے بغیر کسی بنانے والے یا محافظ کے قائم رہ سکتی ہے وہ تمام رو پڑے اور عرض کی آپ نے سچ کہا انھوں نے اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں اور تائب ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپؒ سے سوال کیا گیا پیدا کرنے والے کے بارے میں جو کہ مختار کل ہے تو جواب یہ دیا کہ والد ارادہ کرتا ہے کہ اس کا بچہ پیدا ہو لیکن بچی پیدا ہو جاتی ہے یا اس کا برعکس ہوتا ہے یہ اس بنانے والے کی ذات پر دلیل ہے۔وجود باری تعالیٰ پر خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے سوال کیا تو آپ آوازں کے مختلف ہونے اور ترانوں کے جدا ہونے اور زبان کے الگ ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا استدلال کیا۔

امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا کیا شہتوت کا پتہ،اس کا ذائقہ رنگ اور خوشبو ایک جیسی ہوتی ہے سننے والوں نے کہا ایسا ہی ہے

Marfat.com

آپ نے فرمایا اسے ریشم کا کیڑا کھائے تو ریشم نکلے اسے شہد کی مکھی کھائے تو شہد نکلے اسے بکری کھائے تو مینگنیاں نکلیں اس کو ہرن کھائے تو اس سے مسک کی خوشبو بنے آپ نے فرمایا کون ہے جو ایک چیز کو مختلف اشیاء میں تبدیل کرتا ہے۔ سب نے آپ کے استدلال کو اچھا سمجھا اور 17 آدمی آپ کے دست حق پرست پر ایمان لائے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ایک خوبصورت ملائم قلعہ ہے اس میں ظاہری طور پر کوئی سوراخ نہیں وہ ایک عمدہ چاندی کی طرح سفید اور خالص سونے کی طرح زرد ہے پھر اس کی دیوار پھٹتی ہے اور اس قلعے سے ایک حیوان برآمد ہوتا ہے جو سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے اس کام کو کرنے والی بھی کوئی ہستی ہے قلعے سے آپ کی مراد انڈا اور حیوان سے مراد چوزہ ہے۔

Marfat.com

دیدار باری تعالیٰ

قیامت کے روز مومنین اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنے سر کی آنکھوں سے کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے خوبصورت انوار سے اپنے نفوس کو مطمئن کریں گے۔ تجلیات الٰہیہ سے زیادہ اس عالم میں کوئی خوبصورت چیز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی و زِیَادَةٌ". (۱)

زیادہ کی تفسیر رویۃ باری تعالیٰ سے کی گئی مختلف روایات اور کثیر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز مومنین اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔

تفسیر قرطبی میں حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس حاضر تھے اور ہم چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے تھے آقا علیہ السلام نے فرمایا "بے شک تم جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس طرح قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ کا دیدار کرو گے"۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغُرُوْبِ" اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

شرح عقائد النسفیہ کی شرح میں سعد نے کہا کہ دیدار الٰہی کی حدیث کو اکیس کبار صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے مومنین کا اس عظیم دیدار سے مشرف ہونا اس پر قرآن کریم کی یہ آیت گواہ ہے۔

وُجُوْہٌ" یَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ" ٥ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَةٌ" ٥ وَوُجُوْہٌ" یَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ" ٥ تَظُنُّ

۱۔ سورہ یونس............(50)

Marfat.com

اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۔ (۲)

''کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کئی چہرے اس دن اداس ہوں گے خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے روز کئی چہرے خوبصورت تروتازہ اور دلکش ہوں گے اور رب کریم کا دیدار کریں گے اور بعض چہرے وہ ہوں گے جو پراگندہ حال، خشک اور پریشان ہوں گے اور ایسا معلوم ہوگا گویا کہ ان پر بہت بڑی مصیبت اور آزمائش آنے والی ہے یہ آیت طیبہ کفار کی دیدار الٰہی سے محرومی پر دلالت کر رہی ہے۔

کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُوْنَ ۔ (۳)

''خبردار وہ (کفار) اپنے رب سے اس دن پردے میں ہوں گے''

اسی بات کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ قیامت کے روز مومنین اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور کفار اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہیں گے جمہور اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے۔

اہل بدعت کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کی دلیل کہ فرمان الٰہی ہے۔

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ۔ (۴)

''نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو'' اس آیت طیبہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں دیدار الٰہی مشکل ہے یا دنیاوی دیدار ہی مراد ہو تو وہ کسی عظیم شخصیت کے ساتھ مختص ہوگا۔ دوسری آیت طیبہ اس بات پر راہنمائی کر رہی ہے۔ (وھو اللطیف الخبیر) ''بے شک لطیف وہ ذات ہے جس کا ادراک ممکن نہیں''۔

---

۲ سورہ القیامۃ ....(25 تا 22)
۳ سورۃ المطففین ....(15)
۴ سورۃ الانعام ....(104)

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استفادہ کیا گیا ہے کہ وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہمیں بھی دیکھ رہا ہے اور ہماری نظروں کو بھی اس کے دیکھنے میں کوئی شک نہیں۔

دیدار الٰہی کے مخالفین کا شرائط دیدار کا سہارا لینا ایک کمزور دلیل ہے کیونکہ یہ موجود پر غائب کا قیاس ہے اور یہ قیاس فاسد ہے جو اس راہ پر چلا مشکلات میں مبتلا ہوا بے شک جنت اور اس کی نعمتیں اور اہل جنت دائمی ہیں جنت کے پھل اور اس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں اہل جنت دائمی نعمتوں سے مادی اور معنوی طور پر لطف اندوز ہوں گے ان کے کھانے اور پینے کے عمل کے بعد وہ (رفع حاجت کے عمل سے مبرا ہوں گے) اور ان کے جسموں سے پسینہ نکلے گا جو خوشبودار ہوگا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عالم دنیا کے اعضاء اور عالم آخرت کے اعضاء الگ الگ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مشرف ہونے میں عقلاً اور نقلاً کوئی امر مانع نہیں ہے۔

یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. (۵)

''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے''۔

---

۵ سورہ آل عمران.........(74)

Marfat.com

فرشتے

فرشتوں پر ایمان لانا یہ ہے کہ فرشتے ایک نورانی جسم رکھنے والی مخلوق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مختلف خوبصورت شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کے اوصاف اور اقسام بیان فرمائی ہیں۔

فرشتوں کی مختلف خصوصیات۔

پہلی خصوصیت:۔ رب کریم اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان رابطے اور پیغام رسانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں فرمان الٰہی ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا .(۱)

''اللہ تعالیٰ فرشتوں میں کسی کو پیغام کے لیے منتخب فرمالیتا ہے''۔

دوسری خصوصیت:۔ ممنوع امور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ .(۲)

''وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں''۔

اور جو قصہ ہاروت و ماروت زبان زد عام ہے کہ فرشتے تھے اور گناہ میں مبتلا ہو گئے یہ صریح جھوٹ ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ ''ملکین'' کو قراءۃ متواترہ کے تحت لام کے زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے بات واضح ہے کہ وہ ملائکہ میں سے نہ تھے بلکہ یہ دو بادشاہ تھے اور دونوں جادو جانتے تھے اور لوگوں کو بھی سکھاتے تھے مگر اس کے ساتھ یہ بھی بتاتے تھے کہ اس کا غلط استعمال کر کے کفر نہ کرنا۔ بلکہ وہ اس لیے سکھاتے تھے تاکہ اپنے آپ کو جادو کے شر سے محفوظ رکھا جا سکے۔

جبکہ دوسری قراءۃ (ملکین) لام کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ

۱۔ سورۃ الحج..........(75)

۲۔ سورۃ التحریم..........(6)

Marfat.com

دونوں فرشتے لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اس میں حکمت الہیہ یہ تھی کہ لوگ معجزات اور جادو کی شعبد بازیوں میں فرق کر سکیں تا کہ اپنے آپ کو وہ جادو کے جال سے بچا سکیں آیت کا ظاہری مفہوم یہی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دونوں قرائتوں کے ہوتے ہوئے تطبیق کیسے ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ وہ دونوں بابل کے بادشاہ تھے اور دونوں مومن اور صاحب اخلاق تھے اسی وجہ سے وہ لوگوں کو بھلائی کی نصیحت کرتے تھے اور اگر فتح (زبر) کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ دونوں عظیم ملائکہ میں سے تھے گویا کہ وہ دونوں فرشتوں میں بادشاہ تھے۔

تیسری خصوصیت: ۔فرشتے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔

يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لاَ يَفْتُرُوْنَ .(۳)

''وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں رات اور دن اکتاتے نہیں ہیں''۔

چوتھی صفت: ۔وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔فرمان الٰہی۔

وَهُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُشْفِقُون .(۴)

''اور وہ (اس کی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں''۔

پانچویں صفت: ۔ان کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ہے۔

فرمان الٰہی۔

بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ.(۵)

''بلکہ وہ عزت والے فرشتے (بندے) ہیں''۔

چھٹی صفت: ۔فرشتے مذکر اور مونث کی صفت سے متصف نہیں ہیں۔

---

۳ سورہ الانبیاء............(20) ۴ سورہ الانبیاء............(28)

۵ سورہ الانبیاء............(26)

Marfat.com

وَجعلوا الملٰئِکَةَ الذِینَ ھُمْ عِبادُ الرحمن اِنَا ثاأشھِدُ وْاخَلْقَھُمْ .(۶)

''اورانھوں نے ٹھہرالیا ہے فرشتوں کو جو خداوند الرحمٰن کے بندے ہیں عورتیں، کیا یہ موجود تھے ان کی پیدائش کے وقت''۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس عقیدے کا رد کیا ہے کہ فرشتے مونث ہیں جب کہ وہ مذکر و مونث کی صفات سے پاک ہیں۔ جب زوجیں میں سے ایک کی ماہیت اور نوعیت کا انکار ہو جائے تو دوسری ماہیت و نوعیت کا انکار خود بخود ہو جاتا ہے۔

فرشتوں کی اقسام

1- عرش کو اٹھانے والے:۔ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوقَھُمْ یَومَئِذٍ ثَمانِیة''.(۷)

''اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا''۔

2- عرش الٰہی کو گھیرنے والے:۔ حَافِیْنَ مِنْ حَولِ الْعَرشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِھِمْ.(۸)

''عرش کو گھیرنے والے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح پڑھ رہے ہوں گے اپنے رب (جلیل) کی حمد کے ساتھ''۔

3- عظیم فرشتے:۔ ان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں فرمان الٰہی ہے۔''جو دشمن ہوا اللہ کا اس کے ملائکہ کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا بے شک اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔۹

ان عظیم فرشتوں میں حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیل علیہما السلام بھی ہیں اور ان کے بارے میں کثیر احادیث موجود ہیں۔

---

۵ سورہ الانبیاء.........آلایۃ (26) ۶ سورۃ الزخرف.........آلایۃ (19)

۷ سورہ الحاقہ.........آلایۃ (17) ۸ سورہ زمر.........آلایۃ (75)

۹ سورۃ البقرۃ.........آلایۃ (97)

Marfat.com

4-اولیاء اللہ کے مددگار اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب کرنے والے:۔

کچھ فرشتے اولیاء اللہ کی مدد کرتے رہتے ہیں اور بعض کی ڈیوٹی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب نازل کریں۔

اِذْ تَقُولُ لِلْمُومِنِیْنَ اَلَنْ یَکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلَاثَةِ آلافٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ مُنْزَلِیْنَ. (۱۰)

(''عجب سہانی گھڑی تھی) جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں''۔

5-جنت کے فرشتے:۔ وَالْمَلَائِکَةُ یَدْخُلُونَ عَلَیْهِمْ مِنْ کُلِّ بَابٍ. (۱۱)

''اور فرشتے اس (جنت) میں داخل ہوں گے ہر دروازے سے۔

6-جہنم کے فرشتے:۔ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ. (۱۲)

''اس (جہنم) پر انیس فرشتے ہیں''۔

7-بنی آدم کے نگران:۔ (مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ) اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْب'' عَتِیْد''. (۱۳)

''وہ نہیں نکالتا اپنی زبان سے کوئی بات مگر اس کے پاس ایک نگہبان (دیکھنے والا) تیار ہوتا ہے''۔

8-اعمال لکھنے والے:۔ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ. (۱۴)

''حالانکہ تم پر نگران فرشتے مقرر ہیں جو معزز ہیں حرف بحرف لکھنے والے ہیں''۔

9-مرنے والوں سے سوال کرنے والے:۔ جیسا کہ حدیث طیبہ ہے کہ مرنے والے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں اس کے رب اور اس کے دین کے بارے میں۔(۱۵)

---

۱۰ سورہ آل عمران.........آلایۃ (124) ۱۱ سورہ الرعد.........آلایۃ (23)

۱۲ سورہ مدثر.........آلایۃ (23) ۱۵ شرح النووی فی ہامش القسطلانی 20-321

Marfat.com

10- کائنات کے امور سرانجام دینے والے:۔ کچھ فرشتے اللہ تعالیٰ نے کائنات کے انتظامات پر فرمائے "وَالصّافاتِ صفًا"(۱۶) قسم ہے (مقام نیاز میں) پرے باندھ کر کھڑے ہونے والوں کی۔

وَلنازِعاتِ غرقًا وَالنا شِطاتِ نشطا.(۱۷)

''قسم ان فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جان کھینچنے والے ہیں اور بند آسانی سے کھولنے والے ہیں

فاَلْمُدَّبراتِ اَمرًا۔

''پھر حسب حکم ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں''۔

فرشتوں کی تعداد رب کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

---

۱۷ النازعات ....آلایۃ(1-5)

Marfat.com

جنات کے وجود پر ایمان

جنات پر ایمان یہ ہے کہ وہ لطیف ناری اجسام ہیں اور وہ مختلف اشکال اختیار کرنے پر مکمل قدرت رکھتے ہیں وہ مذکر بھی ہیں اور مونث بھی جنات کے پہلے باپ کا نام ''الجان'' تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالْجَانَ خلقناه مِن قبل مِن نَارِ السَّمُوم. (۱)

''اور جان کو ہم نے پیدا فرمایا اس کو پہلے ایسی آگ سے جس میں دھواں نہیں اور ان میں مطیع بھی ہیں اور گناہ گار بھی ان کی طرف آقائے دو جہاں ﷺ رسول بنا کر بھیجے گئے ان میں سے بعض اہل ایمان ہیں اور بعض کفار ہیں جو اہل کفر ہیں وہ متکبر، سرکش، ناشکرے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے کسی عمل میں بھی تاثیر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے ان کا عمل موثر ہوتا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيكَ نَفَراً مِن الْجِنِ يَستمِعُونَ القُرآنَ فَلَمَا حضَرُوهُ قَالُوا اَنْصِتُوا فلَمَّا قُضِىَ وَلَّوا اِلى قَوْمِهِم مُنْذِرِين. (۲)

''اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو کہ وہ قرآن سنیں تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے اور فرمایا۔

قِل اُوحِىَ اِلَىَّ اَنه استمع نَفر مِن الجِن فقَالُوا اِنَّا سَمِعْنا قُرانًا عَجَبًا يَهْدِى اِلىٰ الرُشْدِ فآمنا بِه. (۳)

''آپ فرمائیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے پس انھوں نے (جا کر دوسرے جنات کو) بتایا ہم نے ایک عجیب قرآن

---

۱ سورۃ الحجر.........آلایۃ (27)
۲ سورۃ الاحقاف.........آلایۃ (29)
۳ سورۃ الجن.........آلایۃ (1-2)

Marfat.com

سنا راہ دکھاتا ہے ہدایت کی پس ہم دل سے اس پر ایمان لے آئے۔

شیاطین :۔ ابلیس کی نسل سے ہیں اور ابلیس جنات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ

كَانَ مِنَ الجِنِ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّه. (۴)

''وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا اور اس نے اپنے رب کے حکم عدولی کی۔ ملائکہ جنات اور شیاطین کا بعض دفعہ کسی کو نظر آ جانا محال نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ملائکہ، جنات اور شیاطین جن کے وجود پر قرآن وسنت میں ٹھوس ثبوت موجود ہیں ان کے وجود کا انکار گویا کہ دین سے نکلنا ہے اور واضح کفر ہے۔

ملائکہ، جنات اور شیاطین کا بعض صورتوں میں نظر آنا ممکن ہے ہر وہ چیز جو نظر نہ آئے معدوم نہیں ہوتی بے شک اس دنیا میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جو آج تک ایک سر بستہ راز ہیں اور ان کو کسی آنکھ نے مشاہدہ نہیں کیا باوجود اس کے کہ بہت سی ایجادات ان کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔

۴۔ سورۃ الکھف .... آلایۃ (50)

Marfat.com

الایمانُ بِا لکتب

اسلام کے انوار میں سے ایک نور ایمان بالکتب ہے۔کتابوں پر ایمان یہ ہے کہ جو کتب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں ان پر اجمالی اور تفصیلی طور پر ایمان لایا جائے۔

اجمالی ایمان یہ ہے کہ جن کتب کی تفصیل ہم تک نہیں پہنچ سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ صحیفے نازل فرمائے ہیں ۔جن انبیاء پر نازل فرمائے گئے ان میں چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء سلام اللہ علیہم اجمعین مشہور یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحائف نازل فرمائے گئے ۔حضرت شیث علیہ السلام پر پانچ صحائف نازل ہوئے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تین صحائف نازل ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اتارے گئے۔

تمام صحائف وکتب کی مجموعی تعداد 404 بنتی ہے۔

وہ انبیاء ورسل جن پر مستقل کتاب نازل نہیں کی گئی وہ اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتاب کے پیروکار ہوتے تھے۔

تفصیلی ایمان یہ ہے کہ ہم ایمان لائیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے تورات حضرت موسیٰ ،زبور حضرت داؤد انجیل حضرت عیسیٰ اور قرآن کریم حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

ایمان بالکتب کے لیے مندرجہ ذیل امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

الاول :۔اس بات پر ایمان لانا کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر وحی کے ذریعے نازل فرمائیں۔یہ اعزاز کسی محنت کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی کہانت اور جادو سے اس کا تعلق ہے۔ شیاطین اور ارواح خبیثہ کا اس میں عمل دخل نہیں۔

Marfat.com

دوئم :۔اس بات پر ایمان کہ یہ کتابیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے وحی کی گئیں جن وانس کا اس میں عمل دخل نہیں۔اور نہ یہ کہ وہ اپنی گمراہیوں کو القاء کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام ان کے شر سے محفوظ ہیں جیسا کہ ارشاد گرامی ہے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ. (۱)

''(قرآن کو) ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا اور وہ (جبرائیل) حق لے کر اترے''۔

سوئم :۔قرآن مجید پر ایمان اس طرح لانا کہ یہ سیدنا حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور اس میں کوئی خلل یا عیب وقوع پذیر نہیں ہوا اور یہ نازل ہونے کے دن سے لے کر قیامت تک محفوظ ہے۔فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. (۲)

''بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

چہارم :۔اس بات پر ایمان لانا کہ قرآن کریم محکم اور متشابہ آیات پر مشتمل ہے محکم آیات یہ قرآن کریم کی بنیاد ہیں اور محکم آیات متشابہ آیات پر فضیلت رکھتی ہیں مفہوم متشابہات پر ایسا ایمان لانا جائز نہیں جو محکم آیات کی نصوص کا مخالف ہو۔

متشابہات کے بارے میں دو آراء

پہلی رائے :۔متشابہات پر ایمان لانا اس انداز میں کہ اس کا معنٰی و مفہوم اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتے ہیں۔ہم اس کی تفسیر نہیں کرتے اور نہ اس کی تاویل کرتے ہیں بلکہ ادب واحترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس کے معنی میں توقف کریں گے اور اس کا معنی ومفہوم اللہ تعالٰی کے سپرد کردیں گے یہ اسلاف کی رائے ہے۔

دوسری رائے :۔متشابہات کی صحیح انداز میں تاویل کی جائے جو محکم آیات مبارکہ کے مطابق ہو کیونکہ تمام آیات مبارکہ راہنمائی، ہدایت کے لیے نازل فرمائی گئیں۔راہنمائی کرنا

---

۱ سورۃ الاسراء..........آلایۃ (105) ۲ سورۃ الحجر..........آلایۃ (9)

Marfat.com

اس وقت ہی آسان ہوتا جب قرآن کریم کے مقصد و مراد کی سمجھ ہو۔

یہ رائے اسلاف کی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

قرآن کریم کی موجودگی ہمارے لیے ایمان کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے دین کی اصل اور دستور الٰہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

قرآن پاک آقائے دو جہاں ﷺ پر 23 سال کے عرصے میں نازل ہوا۔

قرآن کریم کا تقاضا ہے کہ اس پر عقیدہ بھی رکھا جائے اور عمل بھی کیا جائے اس کی تلاوت کا ہمیں پابند بنایا گیا ہے اس کی چھوٹی سی سورۃ بھی اپنے اندر اعجاز رکھتی ہے۔

جب نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ 17 رمضان المبارک کو قرآن پاک کا نزول شروع ہوا۔

جو آیات بینات سب سے پہلے نازل ہوئیں یہ تھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِقْرَأ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَق o خَلَقَ الِا نسَانَ مِنْ عَلَق o اِقْرَأ وَرَبُّکَ الاَ کْرَمُ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمْ o (۳)

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے ۔ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو پیدا فرمایا جمے ہوئے خون سے پڑھیے اور آپ کا رب بہت عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا"۔

اس کے بعد حکمت الہیہ کے تقضاء کے مطابق قرآن کریم 23 سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ نازل ہوا سب سے آخر میں جو آیت طیبہ نازل ہوئی وہ یہ تھی۔

وَاتَقُوْ یَوْمًا تُرجَعُونَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمّ تُوَ فّی کُلُ نَفْسٍ مَا کَسَبَتْ وَهُمْ لاَ یُظْلَمُوْنَ. (۴)

---

۳ صحیح بخاری باب کیف کان بداء الوحی ۴ سورۃ البقرۃ..........آلایۃ (281)

Marfat.com

''اور ڈرتے رہو اس دن سے لوٹائے جاؤ گے جس میں اللہ کی طرف پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام مختلف انداز میں وحی لے کر حاضر ہوتے تھے۔ کبھی بہت بڑے فرشتے کی شکل میں تو کبھی حضرت دحیہؓ کی صورت میں جو آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ وحی کی ایک صورت یہ تھی کہ صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی اور حضور علیہ السلام اس کو سماعت فرماتے یہ عمومی طریقہ کے علاوہ وحی کا انداز تھا اور یہ وحی حضور علیہ السلام پر بڑی بھاری ہوتی تھی جب اعلان رسالت کے ابتدائی ایام تھے اور لوگوں نے ایمان لانا شروع کیا تو جو بھی ایمان لاتا تھا وہ پورے انشراح صدر کے ساتھ اسلام قبول کرتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس پر مصائب و مشکلات کے دروازے بھی کھل جاتے تھے۔ ابتداءً دعوت اسلام خفیہ تھی اس لیے قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر کتابت کا امکان مشکل تھا پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین جو حضور علیہ السلام سے سنتے تھے اس کو یاد کر لیتے تھے اور ایک دوسرے کو سناتے رہتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات ذہن نشین رہے کہ عرب ایک ان پڑھ قوم تھی اور وہ اپنے قصے کہانیاں اشعار او انساب کو یاد کر لیتے تھے پس قرآن بھی ان کے سینوں میں محفوظ ہونا شروع ہو گیا اس مین کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید اپنے اندر ایک انوار و تجلیات کا سمندر رکھتا ہے مسلمانوں کے دل بھی اس پاک کلام سے منور ہوئے اور ان کے دل بلند سے بلند درجہ پاتے چلے گئے فرمان الٰہی ہے۔

''تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا''۔ (۵)

''جب ان پر آیات قرآنیہ کی تلاوت ہوتی ہے ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے''۔

جب آقائے دو جہاں ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور مسلمان آکر آباد ہونا

---

۵ سورۃ الانفال..........آلایۃ (2)

Marfat.com

شروع ہوئے تو آپ ﷺ نے بزرگ صحابہ کرام سے فرمایا کہ وحی کو ابتداء سے لکھنا شروع کرو یہ سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا کاتبین وحی کی تعداد تقریبا چالیس ہے ان میں سے خلفاء راشدین، حضرت معاویہ بن سفیان حضرت زید بن ثابت اور ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم زیادہ مشہور ہیں جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے۔

اس زمانے میں کاغذ پر لکھنا مشکل تھا کیونکہ کاغذ دستیاب نہ تھا لہذا قرآن کریم کی کتابت کا آغاز مندرجہ ذیل چیزوں پر لکھنے سے ہوا۔

1-اونٹ کے کندھے کی ہڈی

2-چمڑا

3-ملائم پتھر

وحی رسالت کو لکھنے کے لیے حضرت زید بن ثابتؓ ایک خاص آدمی تھے پس جو بھی وحی نازل ہوتی تھی حضور علیہ السلام اسے حضرت زید بن ثابتؓ اور دیگر کاتبان وحی تک پہنچا دیتے تھے اور وہ اس کو لکھ لیتے تھے اور اس کو حفظ کرتے اور اسکا تکرار دن رات کرتے رہتے تھے حفاظ کرام اس کثرت سے قرآن پاک کا تکرار کرتے تھے کہ جب کوئی ان کے گھروں کے پاس سے گزرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کی شہد کی مکھیاں مل کر کوئی آواز نکال رہی ہوں یہ حفاظ کرام کے گھروں کی پہچان تھی۔

ان نفوس قدسیہ کے صدقے قرآن حکیم کے انوار دنیا میں پھیلے اور اسے روشن کر دیا جب بھی صحابہ کرام کے پاس کوئی قرآن کریم کی آیات بینات پہنچتیں تو وہ ان آیات کو محفوظ کرنے کا اعلیٰ ترین انتظام فرماتے۔

حضور علیہ السلام وحی کو لکھنے کا حکم ارشاد فرماتے اور یہ بھی راہنمائی فرماتے کہ اس آیت مبارکہ کو کس جگہ اور کون سی آیات کے ساتھ ملانا ہے سورتوں کے مکمل ہونے کا علم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نزول کے ساتھ ہوا۔

Marfat.com

کوئی بھی سورۃ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی تھی جب تک حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کی تکمیل کا اعلان نہ کرتے اور حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کو اس کی تکمیل کا حکم ارشاد فرما دیتے کوئی آیت کسی سورۃ کے ساتھ ملانے کے لیے آقا علیہ السلام کا حکم اور اعلان ضروری تھا۔(٦)

جو قرآن پاک حضور علیہ السلام کے پاس محفوظ تھا آپ ﷺ لیکن آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا جب آخری سال تھا تو آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وفات کی نشانی تھی اور اس بات کا اعلان تھا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نازل شدہ وحی کے امین ہیں۔

یہ موجودہ قرآن پاک حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس موجود تھا آقا علیہ السلام کی وفات ماہ ربیع الاول گیارہ بن ہجری کو ہوئی اس وقت قرآن پاک پہلی مرتبہ ایک مکمل شکل میں موجود تھا جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو اس وقت بہت سی خوفناک جنگیں ہوئیں ان میں سے ایک مشہور جنگ یمامہ کے مقام پر مسلمانوں اور مسلیمہ کذاب کے لشکر کے درمیان ہوئی اس جنگ میں 70 حفاظ کرام اصحاب شہید ہوئے اس بات پر حضرت عمرؓ نے خوف محسوس کیا کہ اسی طرح اگر حفاظ کرام شہید ہوتے رہے تو قرآن پاک ضائع ہو جائے گا چنانچہ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید کو ایک مضبوط کتابی شکل میں محفوظ کیا جائے حضرت ابو بکرؓ نے آپکا مشورہ مان لیا اور حضرت زید بن ثابتؓ سے اس سلسلے میں بات کی اور اس عظیم کام کی ذمہ داری ان پر ڈال دی انھوں اس بات کو قبول کیا اور عظیم منصوبے پر کام شروع ہو گیا۔

پس جو کسی کے پاس قرآن کا حصہ لکھا ہوا تھا یا اس کو حفظ تھا وہ زید بن ثابت کے پاس لے کر آیا مکمل اعتماد اور یقین کے بعد اسے لکھ لیا جاتا تھا یہ صحیفہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس محفوظ رہا پھر یہ حضرت عمرؓ کے پاس رہا آپ کی شہادت کے بعد یہ صحیفہ مبارکہ آپ کی بیٹی ام

---

٦ نصب الرایۃ 1/237

Marfat.com

المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا گیا خلافت حضرت عثمانؓ تک یہ صحیفہ آپ کے پاس رہا۔

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت کی حدود شرقا، غربا، جنوبا اور شمالا وسیع ہوگئیں مجاہدین صحابہ کرام جب فتوحات کے سلسلے میں آذربیجان کے شمالی علاقے میں پہنچے تو قرآن مجید کی قرأت پر شدید اختلاف ہوگیا ممکن تھا کہ یہ فتنہ ایک خوفناک صورتحال اختیار کرتا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے صدقے معاملہ ٹھنڈا ہوگیا اس تمام معاملے کو حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے ملاحظہ فرمایا اور یہ حضور علیہ السلام کے خاص صحابہ میں سے تھے جب آپ واپس آئے تو حضرت عثمانؓ کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ اگر یہی حالت رہی تو بہت بڑا فتنہ واقع ہونے کا خطرہ ہے۔

حضرت عثمانؓ نے انصار و مہاجرین صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کیا جن میں حضرت علی بن ابی طالبؓ اور موجود عشرہ مبشرہ بھی شامل تھے سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قرآن کریم کو ایک مرتبہ پھر جمع کیا جائے حضرت عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس ایک آدمی بھیجا تا کہ اس قرآن پاک کو لے آئے جو حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں جمع ہوا تھا۔ جوانھوں نے دے بھیجا۔

حضرت عثمانؓ نے مزید مصاحف کے سلسلے میں چار کبار صحابہ اور ثقہ حفاظ سے ملاقاتیں کیں اس میں چند اسماء گرامی یہ ہیں زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص عبدالرحمن بن حارث آخری تین قریش قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان سب نے اس بات پر اقرار کیا کہ وہ مکمل تحقیق کے بعد قرآن مجید کی کتابت کریں گے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنی پوری توانائیاں صرف کردیں گے جس چیز کا انھیں یقین ہوا کہ اس کی نسبت آقا علیہ السلام کی طرف درست ہے اس کو قبول کیا باقی تمام چیزوں کو رد کردیا مثلاً فَامْضُوا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ بدل ہے "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ".(۷)

---

۷ سورۃ الجمعۃ .... آلایۃ (۹)

Marfat.com

حضرت عثمانؓ نے کتابت قرآن مجید کے لیے مندرجہ ذیل اصول وضع فرمائے۔

1- وہ لفظ جو قراۃ میں مختلف نہیں یعنی ایک ہی طرح سب پڑھتے ہیں تو اس کو ایک صورت میں ہی لکھا جائے گا۔

2- جن الفاظ کی قراۃ میں اختلاف ہے اور مصحف میں ان رسم الخط کا لکھنا ممکن ہے تو اس کو اس طرح لکھا جائے گا مثلاً لفظ (فتبینوا) سورہ حجرات کے الفاظ ہیں ان کو اس طرح پڑھنا بھی ممکن ہے (فتثبتوا) یہ اس وقت ہے جب جب یہ الفاظ نقاط سے خالی ہوں۔ان کو ایک ایسے رسم الخط میں لکھا جائے گا کہ اسے دونوں طرح پڑھنا ممکن ہو۔

3- جب ایک لفظ کا اس طرح لکھنا ممکن نہ ہو جس کا وہ احتمال رکھتا ہے تو اس کو اس رسم الخط میں لکھا جائے جو مصحف میں موجود کسی بعض الفاظ کے موافق ہو۔مثلاً (وَصّٰی) جو ماضی ہے باب تفصیل سے اور ''اوصی'' ماضی ہے باب افعال سے حضرت عثمانؓ نے چھ نسخے لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا انھیں مکۃ المکرمہ، مصر، شام، بحرین، کوفہ بھیجا اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھ لیا۔اسے ''المصحف الامام'' کا نام دیا گیا۔آپ نے حکم فرمایا موجودہ نسخے کے علاوہ سابقہ تمام نسخے جلا دیئے جائیں اور ان کی راکھ کو دفن کر دیا جائے بعض صحابہ کرام نے ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جن لوگوں پر حقیقت آشکارا ہو چکی تھی کہ یہ کام اسلام کے لیے بہتر ہے انھوں نے آپؓ کے ساتھ اتفاق کیا۔

حضرت علیؓ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں شدت سے کام نہ لو تم ایسا نہ کہو کہ انھوں نے نسخے جلا دیئے خدا کی قسم انھوں نے یہ کام اصحاب رسول ﷺ کی موجودگی میں کیا اور آپؓ اکثر یہ ارشاد فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمائے کہ انھوں نے تمام لوگوں کو بھلائی پر متحد کر دیا۔اگر میں خلیفہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں سے یہ کام سرانجام دیتا۔

یاد رہے کہ مصاحف عثمانیہ پر نقطے اور اعراب نہ تھے عبدالملک بن مردان تک

Marfat.com

سلسلہ اسی طرح ہی چلتا رہا جب مملکۃ اسلامیہ میں وسعت ہوئی اور عربی عجمی آپس میں ملے تو بعض کلمات کو پڑھنے میں دقت پیش آئی حجاج بن یوسف نے اس مشکل کو دور کرنے کے لیے حکم دیا یہ دور تھا نصر بن عاصم اللیثی و یحیی بن یعمر العدوانی کا جو اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں شمار ہوتے تھے دونوں عظیم ہستیاں، علم، عمل، زہد و تقویٰ صلاحیت، لغت کے اصول اور قرأت قرآن کی تمام صورتوں کے علم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے دونوں نے اس اہم کام کو سرانجام دیا اور قرآن پاک پر نقطے لگا کر اسے ایک خوب صورت انداز دیا۔

قرآن مجید پر اعراب لگانا بھی ایک اہم اور مشکل کام تھا۔ کیونکہ جب عربی، عجمی تعلقات میں اضافہ ہوا تو اس سلسلے میں بھی مشکلات پیش آئیں ابوالاسود الدولیؒ نے ایک دن ایک قاری کو قرآن پڑھتے یوں سنا۔

اَنَّ اللّٰهَ بَرِیٓ‘‘ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهٖ‘. (۹)

لفظ رسول کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھا ابوالاسودؒ یہ سن کر ڈر گئے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے مفہوم ہی تبدیل ہو گیا تھا پھر وہ والی (گورنر) بصرہ زیاد کے پاس گئے۔ اسے کہا کہ جس کام کے لیے تم مجھے کہا کرتے تھے اس کے لیے میں تیرے پاس آیا ہوں زیاد ابوالاسود الدولیؒ سے کہا کرتا تھا کہ قرآن پاک پر اعراب لگائے جائیں لیکن یہ انکار کرتے رہے پس اب انھوں نے قرآن پاک پر نقطوں کی صورت میں اعراب لگانا شروع کر دیئے اعراب کو اوپر نیچے نقاط لگا کر ظاہر کیا جاتا تھا اور سکون (جزم) کے لیے دو نقطے لگائے جاتے تھے اسی طرح سلسلہ چلتا رہا اس کام میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ قرآن پر شد، مد، حرکت، سکون کا حسب ضرورت اضافہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے اس نیکی کے کام میں کسی طرح بھی حصہ لیا ہو۔ آمین بجاہ نبی الامین۔

---

۹ سورۃ التوبہ............آلایۃ (۳)

Marfat.com

قرأت سبع

حضور علیہ السلام کا فرمان ذی شان ہے کہ "بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا"۔ اس کی تفسیر یہ کی گئی کہ قرأت کی ظاہری طور پر سات مختلف صورتیں ہیں۔ لیکن معنی مفہوم مقصد و مدعا ایک ہے یہ تمام قبائل عرب کی آسانی کیلئے کیا گیا یہ سات قرأتیں تواتر سے ثابت ہیں کہ ان کو اتنے لوگوں نے روایت کیا ہے کہ ان کا جھوٹ پر متحد ہونا مشکل ہے اور یہ قرأتیں حضور علیہ السلام سے نسل در نسل منقول ہیں جب حضرت عثمانؓ نے ممالک اسلامیہ میں قرآن کریم کے نسخے روانہ فرمائے تو ہر اس نسخے کے موافق قرأت بھی روانہ فرمائی۔

1- صحابہ کرام میں مشہور قرأ:۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ ابی بن کعبؓ، زید بن ثابت: ابن مسعود: ابو درداء: ابو موسیٰ، الاشعریؓ۔

2- تابعین میں سے مدینہ منورہ کے قرأ:۔ ابن المسیب، عروہ، سالم، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن یسار اور ان کے بھائی عطاء، زید بن اسلم مسلم بن جندب ابن شہاب الزہری عبدالرحمٰن بن ہرمز اور معاذ بن حارث جو معاذ القاری کے نام مشہور ہیں۔

3- مکہ المکرمہ کے مشہور قرأ:۔ عطا، مجاہد، طاؤس، عکرمہ، ابن ابی ملیکہ، عبید بن عمیر۔

4- بصرہ کے مشہور قرأ۔ عامر بن عبدالقیس، ابوالعالیہ، ابو رجاء، نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر، جابر بن زید، الحسن، ابن سیرین اور قتادہ وغیرہ۔

5- شام کے قراء۔ المغیرہ بن شہاب المخزومی مصحف عثمانؓ والے، خلید بن سعید، ابی الدرداء کے دوست وغیرہ

6- کوفی کے قرأ۔ عتبہ، الاسود، مسروق، عبیدہ، الربیع بن خثیم الحارث بن قیس، عمر بن شرجیل، عمرو بن ممون، ابو عبدالرحمٰن السلمی، زر بن حبیش، عبید بن فضلہ، ابو زرعہ بن عمر، سعید بن جبیر، النخعی اور الشعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

Marfat.com

قرأالسبع اوران کے راوی

ایک جماعت نے اپنے آپ کومختلف قرأتوں کو منضبط کرنے اوران کے عنوان مقرر کرنے کے لیے وقف کیا۔

مدینہ منورہ میں :۔ ابوجعفر یزید بن القعقاع، شیبۃ بن لضاع، نافع ابن ابی نعیم۔

مکہ المکرّمہ میں :۔ عبداللہ ابن کثیر، حمید بن قیس الاعرج اور محمد بن محیص۔

کوفہ میں یحیٰ بن وثاب، عاصم بن ابی النجود، سلیمان بن الاعمش، حمزہ اور کسائی۔

بصرہ میں :۔ عبداللہ بن ابی اسحاق، عیسی بن عمرو، ابوعمر ابن العلاء، عاصم الجحدری اور یعقوب الحضرمی۔

شام میں :۔ عبداللہ بن عامر، عطیہ بن القیس الکلابی، اسماعیل بن عبداللہ، یحیٰ بن حارث الزماری اور شریح بن یزید الحضرمی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

پھر وہ عبادات مشہور ہوئیں جن میں قرأتوں کی تعداد مذکور ہے بعض نے قرأتوں کی تعداد سات، بعض نے دس اور بعض نے چودہ بیان کی ہے لیکن ان تمام میں محتاط تعداد سات ہی ہے اور یہ سات قرأتیں سات مشہور اماموں کی طرف منسوب ہیں اور وہ یہ ہیں۔

نافع، عاصم، حمزہ، عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن کثیر، ابوعمرو بن العلاء اور علی الکسائی

ان قرأعظام نے دوسو سال تک اسلامی ممالک میں شہرت پائی۔

بصرہ میں لوگ ابی عمرو اور یعقوب کی قرأتوں کے مقلد تھے کوفہ میں حمزہ اور عاصم مشہور تھے شام میں ابن عامر کی قرأت مانی جاتی تھی مکہ المکرّمہ میں ابن کثیر کی تقلید کی جاتی تھی اور مدینہ منورہ میں نافع قاری اعظم کے طور پر مشہور تھے۔

قرأت سبع کی صورت حال یہی رہی حتیٰ کہ تیسری صدی بھی گذر گئی مگر اس عظیم ورثہ کو مدون نہ کیا جاسکا آخر کار بغداد سے امام بن مجاہد احمد بن موسی بن عباس اٹھا اس نے

Marfat.com

قرأت کے ساتوں آئمہ کی قرأتوں کو جمع کیا اور اس نے اپنے آپ پر اس بات کو لازم کیا کہ کسی سے روایت نہیں کرے گا مگر اس سے جو ضبط، امانت میں مشہور ہو اور قرأت سے اس کا تعلق کافی عرصے سے ہو۔

قراءِ سبع کے راوی

قراءِ سبع میں ہر ایک سے کثیر لوگوں نے روایت کیا نافع کے دو مشہور راوی ہیں۔

الاول :۔ عثمان بن سعید المصری ان کا لقب ورش ہے۔ اپنے زمانے میں قراء کے بے تاج بادشاہ تھے۔ 110 سن ہجری کو مصر میں پیدا ہوئے اور 179 سن ہجری سے 189 سن ہجری کے درمیان وفات پائی۔

دوئم :۔ عیسیٰ بن میناء مولی بنی زہرہ ہیں جو ''قالون'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ لقب انھیں عمدہ قرأت کی وجہ سے ملا۔ قالون رومی زبان میں عمدہ کے معنی میں ہے۔ آپ 120 سن ہجری کو پیدا ہوئے۔ اور 220 سن ہجری میں وفات پائی۔

عبداللہ بن کثیر المکی کے دو مشہور راوی

الاول :۔ محمد بن عبدالرحمٰن المخزومی المکی اور یہ ''قنبل'' کے لقب سے مشہور تھے قنبل ایک دوا ہے جو یہ کثرت سے استعمال کرتے تھے 159ھ کو پیدا ہوئے اور 291ھ میں وفات پائی۔

دوئم :۔ احمد بن محمد البزی المکی۔ یہ مکۃ المکرمہ کے مشہور قرائیں سے تھے اور مسجد الحرام کے موذن بھی تھے 170ھ میں پیدا ہوئے اور 250ھ کو 80 سال کی عمر میں وفات پائی اُبی عمر وزیان بن العلاء التیمی المازنی البصری کے بھی دو مشہور راوی ہیں۔

الاول :۔ ابو عمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز الدوری، سامرا کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانے میں قاریوں کے امام اور لوگوں کے معزز بزرگ تھے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے تمام قرأتوں کو جمع کیا 164ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

دوئم :۔ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی ہیں ۔انھوں نے 261ھ میں وفات پائی عمر مبارک تقریباً70 برس تھی۔

ابی عمران عبداللہ بن عامر اہل شام کے امام تھے ان کے دو مشہور راوی درج ذیل ہیں۔

اول :۔ابوالولید ہشام بن عمار السلمی الدمشقی یہ اہل دمشق کے امام ہیں اور اپنے وقت مشہور خطیب،قاری،محدث،اور مفتی ہیں۔یہ 135ھ کو پیدا ہوئے اور 245ھ کو وفات پائی۔

حمزہ بن حبیب الکوفی کے دو مشہور راوی

الاول :۔خلاد بن خالد الشیبانی الکوفی الصیر فی ہیں اور یہ قرأۃ میں امام ثقہ تھے۔220ھ میں وفات پائی۔

دوئم :۔ابو محمد خلف بن ہشام البز از البغدادی الاسدی 150ھ کو پیدا ہوئے اور بغداد میں 229ھ کو وفات پائی جب آپ جُھیمیہ میں روپوش تھے۔

ابی بکر عاصم کے دو راوی مشہور ہیں

الاول :۔حفص بن سلیمان الاسدی الکوفی ،ان کی پرورش عاصم نے ہی کی اپنے وقت کے لوگوں میں قرأت کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور بہت بڑے قرأت کے مدرس تھے ایک عرصہ تک سند تدریس سنبھالے رکھی 90ھ میں پیدا ہوئے اور ایک صد اسی (180ھ) کو وفات پائی۔

دوئم :۔ابو بکر ابن شعبہ الاسدی الکوفی یہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم باعمل تھے۔آپ سنت کے ائمہ میں سے تھے اور ایک عرصہ تک بقید حیات رہے تقریباً سو سال عمر پائی۔

موجودہ قرآن پاک حفص کی روایت کے مطابق ہے انھوں نے اس قرأت کو عاصم سے لیا انھوں عبداللہ بن حبیب السلمی سے روایت کیا عبداللہ بن حبیب السلمی نے حضرت علی ابن ابی طالب،عثمان بن عفان،زید بن ثابت اور ابی بن کعبؓ اجمعین سے روایت کیا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں جو قرآن مجید طبع کیے جاتے ہیں وہ حفص کی قرأت

Marfat.com

اور رسم الخط کے مطابق ہے ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس مقدس کلام کی خدمت پر ثابت قدم فرمائے یہ اسی کا احسان اور کرم ہوگا۔

مذکورہ بالا بحث قرآن کریم کی روایت کے بارے میں تھی لیکن معنی و مفہوم کے لحاظ سے اس کی شان یہ ہے۔

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِنْ حَكِیْمٍ حَمِیْد .(۱)

''اس کے نزدیک نہیں آسکتا باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ پیچھے سے یہ اتری ہوئی ہے بڑی حکمت والے سب خوبیاں سراہے کی طرف سے''۔

فصاحت، بلاغت میں سعادۃ دارین کا احاطہ، عقیدہ، عمل اور اخلاق کے لحاظ سے کرنے میں اس کی مثال ماضی حال، مستقبل میں لانا ناممکن ہے۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے ایک باشعور اور ذی فہم انسان کو جواب دہی کا شعور عطا فرمایا ہے اور اس کو رب العالمین کی ربوبیت کا اعتراف کرنے پر مجبور کیا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی .(۲)

(وہ رب) جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر (ظاہری باطنی قوتیں دیکر) درست کیا اور جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا پھر اسے راہ دکھائی رب کائنات نے اس دنیا کو پیدا فرمایا اس میں بلندی اور پستی پیدا فرمائی اور کائنات کو اپنے علم حکمت اور ارادہ قدرت سے پیدا فرمایا کیونکہ۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَكِیْلٌ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .(۳)

''اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے وہی مالک ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا''۔

وہ پاک ذات اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کو سجدہ کیا

۱؎ سورۃ حم السجدہ..........الآیۃ ۴۲ ۲؎ سورۃ الاعلیٰ..........آلایۃ (۲،۳)

۳؎ سورۃ الزمر......آلایۃ (۶۲۔۶۳)

Marfat.com

جائے اسی سے مدد طلب کی جائے۔

جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو نہیں چاہتا وہ کام نہیں ہوسکتا۔

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ (۴)

''بے شک اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا، وہ چیز ہو جاتی ہے''۔

اس نے موجودہ عالم کے علاوہ ایک اور کائنات بھی بنائی ہے جسے عالم آخرت کہا جاتا ہے اس میں ہر ذی شعور آدمی کو اس کے اعمال کے مطابق اچھی یا بری جزا دی جائے گی۔

اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا تا کہ لوگوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں تا کہ لوگوں کو کوئی عذر باقی نہ رہے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک رابطہ اور واسطہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو لازم قرار دیا ہے لوگوں کے حکمران وہ لوگ ہوں جو اللہ تعالیٰ کی تابعداری کریں یہ حکم فرمایا کہ ہر اہم کام میں آپس میں مشورہ ضرور کر لیا کرو اور جب کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لو تو اس کے بعد ڈٹ جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

اگر فیصلہ کرنے لگو تو عدل و انصاف سے کام لو جب تو لو تو وزن پورا کرو ترازو سیدھا رکھو اور اپنے ملک و قوم کو بچانے کے اپنی قوت میں حسب طاقت اضافہ کرو۔

معاشیات و اقتصادیات کو مضبوط بناؤ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی رغبت دی ہے کہ زمین میں موجود چشموں معدنیات، درختوں اور پھلوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حُسن سلوک اور مساویانہ نظام کو لازم فرمایا ہے مزید برآں صلہ رحمی، رحم دلی، انصاف، مہمان نوازی کا بھی حکم ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر لازم کرتا ہے کہ وہ علم کو اپنا رہنما بنائیں۔ سچ کو اپنی نشانی بنائیں جہاد کو اپنا لباس اور صبر کو ڈھال بنائیں۔ اور توکل کو اپنا سہارا بنائیں یہاں تک وہ رب غفور رحیم کی بارگاہ میں پہنچ جائیں۔

قرآن کریم اپنے ان قیمتی موتیوں کے علاوہ بھی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجے

---

۴ سورۃ یٰسین :.............. آلایۃ (۸۲)

Marfat.com

پر نظر آتا ہے جس کی وجہ سے عقل و شعور حیران ہیں قرآن نے جن وانس کو چیلنج کیا ہے اس کی مثال لے آؤ مگر اس کی مثل نہ لائی جا سکی اور انھوں نے قرآن کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا واضح سی بات ہے کہ کلام مجید نے بڑے بڑے فلسفیوں کے نطق کو بند کر دیا ہے۔

علماء کرام نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے کے راز میں غور و فکر کیا ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ہر نقص و کمزوری سے پاک ہے اور عالم غیب سے نازل ہوا پس اس کی حفاظت بھی غیب جاننے والے نے کی ہے اس لیے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا بعض اہل علم نے اس کے معجزہ ہونے کا اعتراف کیا ہے لیکن اس کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں جن کی وجہ سے یہ لوگوں کے لیے معجزہ ہے۔

پہلی وجہ: حسن بلاغت اور روحانیت: ۔عربوں کی بلاغت زیادہ تر مظاہر فطرت اور مناظر محسوسہ تک محدود تھی اور ان تمام چیزوں کا قلم سے اور زبانی بیان کرنا ممکن تھا لیکن یہ قرآن مجید کی شان ہے کہ یہ امور غیبیہ سے بحث کرتا ہے روحانیت کے بارے میں بیان کرتا ہے اگر چہ ان چیزوں کو محسوس کرنا مشکل ہے لیکن قرآن پاک ان تمام اشیاء کو بڑی جدت، خوبصورتی اور منفرد انداز میں بیان فرماتا ہے پس انسان ان چیزوں کو ترک کر دیتا ہے جو اس کے لیے دنیا و آخرت میں مفید نہ ہوں۔

دوسری وجہ: سچائی اور حقیقت کا مجموعہ: ۔عمومی طور پر وہ کلام بڑا پر کشش اور دلچسپ ہوتا ہے جس میں مبالغہ آرائی ہو، غلو، سے کام لیا جائے انتہا پسندی ہو اور اس کی مثل دنیا میں نہ ہو اور وہ جھوٹ کا مجموعہ ہو۔ جب کہ قرآن کریم نے سچ اور حقیقت کا راہ اختیار کیا ہے اور لوگوں کو رب العزت کی شان بتلائی ہے اور اس چیز کو بیان کیا گیا جو عقل و شعور کے تحت آتی ہو خطیب حضرات اور قادر الکلام لوگوں کے لیے یہ مشعل راہ ہے۔

تیسری وجہ: خوبصورت انداز بلاغت: ۔جو بلاغت کا انداز اور بلند معیار قرآن مجید میں ہے لوگوں کا اس انداز میں کلام کرنا سوائے چند مقامات کے مشکل ہے یا چند جملوں تک

Marfat.com

وہ کلام محدود ہوگا جب کہ قرآن پاک کی فصاحت تو گویا ایک بہتا دریا ہے اس کے جملوں میں اعلیٰ درجے کی بلاغت موجود ہے جب ایک باذوق اور عقل مند آدمی یہ خوبصورت کلام سنتا ہے ابھی وہ اس کی حلاوت کو محسوس ہی کر رہا ہوتا ہے کہ ایک اور آیت طیبہ اس کے کانوں میں رس کھولتی ہے ہر آیت دوسری آیت سے زیادہ روشن، خوبصورت اور مقصد و مطلب کے زیادہ مناسب ہوتی ہے۔

چوتھی وجہ: خوبصورت تکرار:۔ جب کسی کلام میں تکرار آ جائے تو قاری یا سامع اس سے اکتا جاتا ہے لیکن قرآن مجید میں تکرار اس خوبصورت دلکش اور با مقصد انداز اپنایا گیا ہے کہ انسان اسے سن کر اکتاتا نہیں بلکہ طبیعت اس تکرار کو قبول کرتی ہے اور لطف اندوز ہوتی ہے۔

پانچویں وجہ:۔ کثیر المقاصد بلاغت:۔ کلام میں بلاغت اور فصاحت کا پایا جانا کسی بھی ادیب کے لیے ایک اعلیٰ خوبی شمار کی جاتی ہے لیکن ادباء کی اکثر تحریریں اپنے اندر محدود مقاصد لیے ہوتی ہیں تحریر کے مختلف انداز ہیں اور مختلف موضوعات ہیں مثلاً بہادری، شجاعت، ترقی، تشبیب، غزل، عشق، حکمت، وعظ، ارشاد یا مظاہر و مناظر کی تعریف یا نہروں باغوں، پھولوں، درختوں کے بارے میں بیان یا ڈرانے یا ترغیب کے لیے موضوعات کوئی بھی ادیب اپنے معین موضوع سے تجاوز نہیں کرتا لیکن قرآن مجید وہ بلیغ کتاب ہے جس میں تمام فنون کا احاطہ کیا گیا ہے۔

مثلاً ترغیب دیتے ہوئے یوں فرمایا۔

فَلا تَعْلَمُ نَفْس ” مَا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُن .(۵)

”کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے کس چیز میں آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے“۔

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَر .(۶)

”کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ دھنسا دے تمہارے ساتھ خشکی کے کنارے

---

۵ سورۃ السجدہ ...... آلایۃ (17) ۶ سورۃ الاسراء ...... آلایۃ (68)

Marfat.com

کو" مزید فرمایا۔

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ. (۷)

"اور نامراد ہو گیا ہر سرکش، منکر حق"۔ زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ. (۸)

"پس ہر (سرکش) کو ہم نے پکڑا اس کے گناہ کے باعث"۔

الالہیات (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں فرمایا۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَ رْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ. (۹)

"اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو (شکم میں) اٹھائے ہوتی ہے مادہ اور (جانتا ہے) جو کم کرتے ہیں رحم اور جو زیادہ کرتے ہیں۔

چھٹی وجہ: تمام علوم کی بنیاد:۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید تمام علوم کی اساس ہے پس دین اور اس کے اصول فقہ اور اس کے اصول عربی ادب علم الذہد، قناعت حکمت علمیہ اور نظریہ یعنی تہذیب الاخلاق، گھر کے معاملات ملکی سیاست، روحانیت یعنی الالہیات جو مادہ سے خالی ہیں غیب المطلق، فلکیات، سیاریوں کا افلاک میں گردش کرنا، اور حرکات کے اوزان یہ تمام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

اس میں زمین، پہاڑ، خشکی، تری اور کشتیوں کا بھی ذکر موجود ہے یہ بات بھی ثابت ہے کہ یہ تمام چیزیں انسان کے لیے نعمت ہیں اور انسان وہ مخلوق ہے جو فطرت سلیمہ، عقل او رادراک کی وجہ سے سب سے زیادہ خوبصورت پیدا کی گئی ہے قرآن پاک انسان کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اپنی ذات اور کائنات میں غور کرے تا کہ اس سبب سے وہ ایمان کی حقیقت تک پہنچ کر اطمینان اور استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائے۔

---

۷ سورہ ابراہیم ...... آلایۃ (15) ۹ سورہ رعد .... آلایۃ (8)

۸ سورہ العنکبوت .... آلایۃ (40)

Marfat.com

ساتویں وجہ:۔ انوکھا اسلوب بیان ۔قرآن کریم نے جو انداز گفتگو اپنایا ہے عرب دنیا میں یہ ایک منفرد طرز تکلم تھا۔ پس کوئی بھی قرآن مجید کے اس انداز کو اپنا نہ سکا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا اس کلام پاک کو نہ صرف مسلمان بلکہ ہر وہ آدمی جو خالی الذہن ہو کر اور بغض و عناد سے پاک ہو کر پڑھے گا تو اپنے اندر ایک حقیقی روحانی خوبصورتی پائے گا جو اس کے شعور اور دل پر چھا جائے گی۔ انسان روحانی طور پر ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جائے گا۔ وہ ایک نفسانی شخصیت سے پاک روحانی شخصیت بن جائے گا۔ غفلت سے نکل کر بیداری اور شعور کی دینا میں آئے گا اور اندھیروں سے روشنی کی طرف منتقل ہوگا۔

تنگ و تاریک مادی دنیا سے نکل کر وہ حقیقی وسیع روحانی کائنات میں داخل ہوگا جس میں انسان کی کامیابی ہے اور دنیا میں وہ دل کی مضبوطی، اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی رجوع اور اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات پر توکل جیسی اعلیٰ صفات سے متصف ہوگا۔

رسولوں پر ایمان

نبی سے مراد وہ عظیم انسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہو اور اسے شریعت عطا فرمائی ہو، خواہ اسے شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

جب کہ رسول سے مراد وہ ذات بابرکت ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہو، شریعت بھی عطا فرمائی ہو، اور اس کی تبلیغ کا حکم فرمایا ہو خواہ ان پر ایک مستقل کتاب نازل ہو یا انہیں سابقہ نازل شدہ کتاب کی تبلیغ کا انھیں فریضہ سونپا گیا ہو۔

رسالت کے ثبوت کا ایک طریقہ معجزہ ہے جب ایک رسول اپنی رسالت کا دعویٰ کرتا ہے کہ اسے مخلوق تک اللہ کے احکامات پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو بعض لوگ تو بلا تردد اس پر ایمان لے آتے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کی عقل پاک اور قوت فہم مضبوط ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسے جیسے زیتون کا تیل جیسے آگ لگائی جائے تو وہ فورا بھڑک اٹھے اس قسم کے لوگوں کو ''صدیق'' کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک وقت تک وہ مدعی نبوت کے آثار، احوال اور اخلاق کا مشاہدہ کرتے ہیں اس نبی کی دعوت کو سنتے ہیں اس پر نازل شدہ کتاب کو سنتے ہیں اس کے منشور کو ملاحظہ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے

بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو مذکورہ بالا عمل سے نہیں گذرتے بلکہ وہ مختلف روکاٹوں، دشواریوں کا سامانا کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ رسول سے معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں پس وہ لوگ معجزہ دیکھ کر دل و جان سے اس رسول پر ایمان لے آتے ہیں مگر بعض ایسے بدبخت بھی ہوتے ہیں جو ان تمام احوال کو دیکھنے کے باوجود ایمان لاتے۔ اس کی وجہ ان کا بغض اور عناد ہوتا ہے ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں جن پر کوئی وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتی۔ معجزات کو بھی دیکھ کر ان کا دل ایمان کے بجائے نفرتوں سے بھر جاتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

معجزہ سے مراد وہ خلاف عادت امر ہے، جس کا مقصد دعوی رسول کے سچا ہونے کی تصدیق کرنا ہے۔ پس جب ایک عاقل اور انصاف پسند آدمی اس معجزہ کو ملاحظہ کرتا ہے۔ تو وہ یہ دلیل حاصل کرتا ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ معجزہ دے کر اس کی تائید نہ فرمائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معجزہ عطا فرمایا ہے اس لیے یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ جب ایک آدمی دعویٰ کرے کہ یہ بادشاہ جو سامنے کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس نے میری ڈیوٹی لگائی ہے کہ میں اس کے احکام لوگوں تک پہنچاؤں، اس کے دعویٰ کی سچائی کے لیے دلیل یہ ہے کہ بادشاہ اس کی گذارشات کو قبول فرماتا ہے اس سے عام لوگوں کو دلیل مل گئی کہ یہ واقعی بادشاہ کا اس وقت وکیل ہے اس کے بعد شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

معجزات رُسُل

معجزہ وہ خلاف عادت واقعہ ہوتا ہے جس کی مثال دنیا میں ملنا مشکل ہوتی ہے اور

Marfat.com

عام فطرتی امور سے ہٹ کر یہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اس میں کسی آدمی کی محنت یا کاریگری کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا اس معجزہ کے وقوع پذیر کرنے کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تائید و نصرت ہے۔

اگر معجزہ کسی شخص سے دعویٰ نبوت سے پہلے وقوع پذیر ہو تو اسے ''ارھاص'' کہتے ہیں۔ گویا کہ یہ اس کی رسالت کی بنیاد و اساس ہوتا ہے اور اگر معجزہ اعلان نبوت کے بعد واقع ہو تو اگر یہ چیلنج کے جواب میں وقوع پذیر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں بصورت دیگر اسے ''کرامت'' کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

اگر معجزہ دعویٰ رسالت کے بعد واقع ہو اور وہ مکمل طور پر خلاف فطرت واقعہ ہو تو برابر ہے کہ یہ چیلنج کے جواب میں ہو یا نہ ہو۔ وہ معجزہ ہوگا خلاف کوئی آ گیا اور اگر عادت کے کوئی خلاف واقعہ پیش آ گیا اور جس سے یہ واقعہ رونما ہوا وہ دعویٰ رسالت نہ کرتا ہو تو اگر وہ کسی نبی کے تابع ہو اور اس نبی کے احکام شریعت کا پابند ہو تو اسے ''کرامت'' کہتے ہیں۔

کیونکہ یہ تمام امور محنت و مشقت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور مادی اسباب پر ان کا انحصار ہوتا ہے۔

تمام انبیاء و رسل پر بلا تفریق ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یہ تمام نفوس قدسیہ اصل نبوت و رسالت کے لحاظ سے برابر ہیں جن انبیاء و رسل کے بارے میں اجمالی طور معلوم ہے ان پر اجمالاً ایمان لانا اور جن کے بارے میں تفصیلاً معلوم ہے ان پر تفصیلاً ایمان لانا واجب ہے جیسے کہ قرآن پاک میں 26 رسولوں کا ذکر ہے حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت ایوب،، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت یسع، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عزیر، حضرت ذکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، سیدنا

Marfat.com

حضرت محمد علیہم الصلوۃ والسلام جب کہ سیدنا خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ حضرت لقمان ایک متقی پرہیز گار حکیم تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت عطا فرما رکھی تھی۔

وَمَن یُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا. (۱)

''جس کو حکمت عطا فرمائی گئی اسے بہت بڑی بھلائی سے نوازا گیا'' جبکہ ذوالقرنین ایک نیک بادشاہ تھا۔

حدیث طیبہ میں کچھ مزید بنی اسرائیل کے انبیاء علیہ السلام کا ذکر موجود ہے جو یہ ہیں۔

یوشع، شعیا، ارمیاء علیہم السلام

نبی کریم ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد دو لاکھ چوبیس ہزار منقول ہے اور ایک روایت میں انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار منقول ہے جبکہ حق بات یہ ہے کہ انبیاء کرام سلام اللہ علیہم کی معین تعداد کے بارے میں ہمیں توقف کرنا چاہیے۔

کیونکہ ارشاد گرامی ہے:۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ. (۲)

''تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے انبیاء کرام بھیجے ان میں بعض کا ہم نے آپ سے ذکر کیا اور بعض کا ہم نے ذکر نہیں''۔

وہ انبیاء کرام جن کا ذکر کتاب وسنت میں ان کے اسماء گرامی کے ساتھ نہیں کیا گیا ان پر اجمالی طور پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ.) ''ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا''۔

اور یہ فرمان ذی شان بھی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْر''. (۳)

---

۱ سورہ البقرہ.........آلایۃ (269)   ۲ سورہ غافر.........آلایۃ (78)

۳ سورۃ فاطر.........آلایۃ (۲۴)

Marfat.com

''کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام میں سے بعض معین افراد کا ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا تعلق جزیزہ عرب سے تھا اور وہاں کے لوگوں نے ان کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا مگر انبیاء کرام کی تعداد کافی ہے ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس بات پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ وہ رسول افضل ہیں ان انبیاء سے جو مرسلین نہیں ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام جو اولوالعزم ہیں وہ باقی تمام رسولوں سے افضل ہیں اولوالعزم سے مراد وہ عظیم الشان رسول ہیں۔ جنہوں نے اہل شرک اور باغیوں کی طرف سے دی گئی مشکلات پر صبر و تحمل سے کام لیا انھیں تکالیف دی گئی لیکن انھوں نے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر وہ فیصلہ کیا جو اس کی منشاء تھی اولوالعزم رسول پانچ ہیں۔

حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ سیدنا حضرت محمد ﷺ اجمعین۔

اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ سیدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کی ذات پاک خاتم النبیین والمرسلین ہے آپ کی شریعت سابقہ تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے جب ہم کوئی ایسی چیز ملاحظہ کریں جو سابقہ کسی شریعت سے تعلق رکھتی ہو تو ہم اس پر عمل کریں گے جب ہمارے آقا علیہ السلام نے اس پر عمل کیا ہو بذات خود وہ عمل درست نہیں۔

کیوں کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی شریعت عمومی اور تا قیام قیامت تک کے لیے ہے۔

اس بات بھی ایمان لازم ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اصول دین میں متفق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کے رسولوں پر ایمان اس کے ملائکہ پر ایمان اس کی کتابوں پر ایمان یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان ان تمام باتوں میں تمام انبیاء کرام متفق و متحد ہیں۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے۔

Marfat.com

شَرَعَ لَكُم مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي اَوحَينَا اِلَيكَ وَمَا وَصَّينَا بِهِ اِبرَاهِيمَ وَ مُوسٰى وَعِيسٰى اَنْ اَقِيمُوا الدِّينَ وَلاَ تَتَفَرَّقُوا فِيهِ .(۴)

''اس نے مقرر کردیا ہے تمہارے لیے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جسے ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا ہم نے حکم دیا تھا ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور تفرقہ نہ ڈالنا اس میں''۔

انبیاء علیہم السلام کے حق میں تین صفات کا ماننا بھی لازم ہے۔

(1) صدق (2) امانت داری (3) ذہانت وفطانت پس اس بات پر ایمان لانا بھی واجب ہے کہ یہ صفات ان کے لیے تاحیات ثابت رہیں اور ان کی زندگیاں دورنگی سے محفوظ تھیں شریعت کے احکامات میں سے جو ان تک پہنچے اس میں سے جو انھوں نے تبلیغ کی وہ سب سچے تھے جو ان پر وحی کی گئی اس کو انھوں نے من وعن لوگوں تک پہنچادیا۔

انبیاء کی ذہانت وفطانت کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ باقی ان میں عمومی صفات بھی پائی جاتیں تھیں۔ مثلاً تمام باقی انسانوں کی طرح وہ کھاتے، پیتے، سوتے، تھکتے اور آرام کرتے، تندرست رہتے، بیمار ہوتے، زندہ رہتے اور وفات پاجاتے تھے۔ لیکن عالم برزخ اور وفات کے بعد اٹھائے جانے کی نسبت سے وہ اعلیٰ ترین مقامات پر ہیں اور یہ سب رب کریم کی رحمت سے ہے۔

اس بات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے انبیاء علیہم السلام ابتدائے نبوت سے وفات پاجانے تک گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور وہ گناہ کبیرہ سے مطلقاً اور گناہ صغیرہ سے عمداً پاک ہوتے ہیں بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سہواً بھی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اسی طریقہ سے وہ نبوت سے پہلے بھی کبیرہ گناہوں سے اور صغیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان کی مقدس زندگیاں گھٹیا پن سے محفوظ ہوتی ہیں اور جو لوگ ان

۴؎ سورۃ الشوریٰ.................. آلایۃ (۱۳)

Marfat.com

پاک ہستیوں کے سلسلے میں گناہ کا وہم کرتے ہیں اس بات کو ان کے مقام کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تصور کیا جائے گا۔ یا یہ غلطی اس وقت سرزد ہوئی جب وہ ذات قدسی ادلہ شریعیہ اور اصول نقلیہ اور اصول عقلیہ سلیمہ کو جمع کرنے کی مکلّف ہی نہ تھی۔

اس کی عمومی دلیل اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ و نُوحًا وَ آلَ اِبْرَاھِیمَ وَآلَ عِمْرَآنَ عَلَی الْعَالَمِینَ .

''بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا حضرت آدم، حضرت نوح، آل ابراہیم علیہم السلام اور آل عمرآن کو تمام جہانوں پر''۔

آل ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے اسی طرح سیدنا حضرت اسحٰق اور آپ کی اولاد میں جو انبیاء علیہم السلام ہیں بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح آل عمرآن سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بعد کے لوگوں پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ للّٰہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .(۵)

''پاکی ہے تیرے رب کی جو عزت کا مالک ہے ان (نامناسب باتوں سے) جو وہ کیا کرتے ہیں اور سلامتی ہو سب رسولوں پر اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے''۔

رب کا یہ فرمان کہ۔

قُلِ الْحَمْدُ للّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی .(۶)

''کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام ان بندوں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا''۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد یوں فرمان ہوا۔

Marfat.com

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ. ۷

''یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت دی تھی اللہ تعالیٰ نے تو انھیں کے طریقہ کی پیروی کرو''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِذَا بْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَایَنَالُ عَھْدِیْ الظَّالِمِیْنَ. ۸

''اور یاد کرو جب آزمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو چند کلمات سے تو انھوں سے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے لوگوں کا امام بناتا ہوں عرض کی میری اولاد میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں پہنچتا میرا وعدہ ظالموں تک''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے انتخاب اور چناؤ اہل فسق، گناہ گاروں اور مجرموں کا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی سلام اکرام اور احترام نہیں ہے ایسے لوگوں کو امام کرنے اور ہدایت دینے کے امور نہیں سونپے جاتے کیا ایسا ممکن ہے کہ نور، تاریکی ہو جائے۔ امام عادل ہو ظالم بن جائے، مرشد اعظم ہو اور مجرم اعظم بن جائے یقیناً ایسا ممکن نہیں یہ جہلا کے توہمات ہیں۔

لا ینال عھدی الظالمین.

اس آیت مبارکہ میں عہد سے مراد عہد رسالت اور نبوت ہے بات واضح ہے کہ ظالم، فاسق عہد نبوت اور رسالت کے حق دار نہیں ہیں۔

اور اگر اس سے مراد دین کا عہد امانت اور عہد راہنمائی ہے تو یہ مراد لینا بھی درست نہیں اب کہ جب ظالم لوگ دین و دنیا کے حکمران نہیں بن سکتے تو وہ نبوت و رسالت کے منصب عظیم پر کیسے فائز ہو سکتے ہیں۔

۷۔ سورۃ انعام.......... آلایۃ (۹۰) ۸ سورۃ بقرۃ...... آلایۃ (۱۲۴)

Marfat.com

بعثت رسل کی حکمت

اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ رسولوں کی بعثت بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص لطف وکرم ہے تاکہ بکھرے خیالات کو ایک مرکزیت دے کر انھیں انوار الٰہیہ سے روشن کر دیا جائے مزید برآں انھیں عقائد صالحہ، افعال حمیدہ اور بلند اخلاق سے آراستہ کر دیا جائے انسانیت کی راہنمائی کے لیے رسالت کی اشد ضرورت ہے تاکہ انسان اس کے انوار سے فیض یاب ہوسکے اس کی متعدد وجوہ ہیں۔

پہلی دلیل:۔ جب انسان تھوڑا سا غور وفکر کرتا ہے تو اسے یہ بات سمجھ آجاتی ہے اس کی تخلیق میں اجتماعیت کا عنصر غالب ہے اس لیے بغیر معاشرے کے وہ زندہ رہنا مشکل تصور کرتا ہے اس لیے رعایا کی ضرورت ہوتی ہے اور رعایا کو ایک محبت کرنے والے حکمران کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر انسان اپنی جگہ حکمران بھی ہے اور رعایا بھی اور ہر حکمران سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور محبت کی تکمیل صرف انسانوں کو رعایا بنا لینے سے نہیں ہوتی جب تک کہ دنیا و آخرت میں کسی اچھے نتیجہ کی امید نہ ہو اس دنیا کی خواہشات اور امیدیں وسیع ہونے کے باوصف محدود ہیں جبکہ آخرت کی آرزوئیں لامحدود ہیں یہ امیدیں انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے سوا کسی اور جگہ سے حاصل نہیں سکتیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ انسان کو انبیاء ورسل کی ضرورت ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مذکورہ محبت ومودت کی تکمیل نبوت ورسالت کے بغیر کیوں ممکن نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے کئی وجوہات کی وجہ سے محبت کرتا ہے مثلاً رشتہ داری درس وتدریس زندگی کے معاملات مثلاً تجارت زراعت اور مختلف محکمے کہ اس میں مشترکہ کام کرنے والے اپنے ساتھیوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے اس کے مقابلے میں ایک بھولا بھٹکا مسافر، بے آسرا یتیم بے یار ومددگار بیوہ یالاوارث مریض کے لیے کسی اجنبی کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے ایک غیر اسلامی ملک کو مسلمانوں سے دلی محبت کیوں ہوگی مگر محبت تو اصولوں کو اپنانے

Marfat.com

سے پیدا ہوتی ہے اسلام میں محبت کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور ایک انسان کی دوسرے انسان سے محبت کے اصول وضوابط موجود ہیں جو ایک دوسرے سے رابطے کا سبب بنتے ہیں۔

اگر معترض یہ کہے کہ اگر یہ نتیجہ خیر محبت زندگی کے نظام کے لیے کافی ہے تو پھر نبوت ورسالت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ کے مطالعہ ومشاہدہ میں ہوگی کہ جس محبت اور تعلق کی بات آپ کر رہے ہیں وہ محبت صرف ان کے ہم وطنوں تک محدود ہے لیکن جس محبت کی بات ہم کر رہے ہیں وہ زمان ومکان اور قومیت کی حدود سے ماوراء ہے اس محبت کی بنیاد، مرکز، معبود اور نظام ایک ہے۔

یہ نظام اس وقت تک حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتا جب تک رسالت کی ٹھنڈی چھاؤں اس پر سایہ فگن نہ ہوں پھر وہ محبت جس کے فوائد موجودہ زندگی تک محدود ہوں اس میں اتنی تاثیر نہیں ہوتی کہ انسان میں ذات کی نفی اور نفس کی قربانی جیسی اعلیٰ صفات پیدا کر سکے۔ اس محبت کے اثرات محدود افراد تک ہوتے ہیں مگر دل میں ابدی سعادت اور رحمت سرمدی کی امید واثق ہو تو اس کے لیے ہر کام آسان ہو جاتا ہے اور یہ کام بذریعہ رسالت ہی ممکن ہے۔

دوسری دلیل

خوف وطمع:۔ یہ بات بلا اختلاف دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ ایک عاقل اور با اختیار آدمی جب کوئی کام کرے گا تو اس میں دو وجوہات سبب بنیں گی۔

خوف، لالچ، انسانی معاشرہ کی تشکیل میں یہ دونوں چیزیں بنیاد ہیں انسان اچھائی یا برائی میں ان مذکورہ قوتوں کا ہی مسخر ہوتا ہے انسان بعض دفعہ کسی کی جان مال عزت کی طرف بری نظر سے صرف اس لیے نہیں دیکھتا کہ دوسرا آدمی اس سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی ایک مشکل کام پر کمر بستہ ہو جاتا ہے تا کہ لوگ اس کی تعریف کریں اسے مال و دولت حاصل ہو جب ہم ان تمام امور کو دقعت نظر سے

Marfat.com

دیکھتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ دو چیزیں انسان کی مسلسل ترقی کے لیے ناکافی ہیں۔
کیونکہ قوت سے نہ ڈرنا خلاف عادت ہے اور دائمی نعمت میں رغبت رکھنا سعادت ہے۔

اگر کمزور لوگ حکومت وقت کے خوف میں ناجائز کاموں کو ترک بھی کریں لیکن امراء تو اہل اقتدار سے نہیں ڈرتے بے آسرا اور کمزور لوگ الگ تھلگ مکانات میں رہتے ہیں اوران پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی محافظ ونگہبان نہیں ہوتا۔

لوگوں کی نظروں میں اچھا بننے کے لالچ میں اور اپنے مطلوب ومقصود کو پانے کے لیے انسان ہر یتیم بچے بچی بیوہ رنڈوے اور بے سہارا مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے تیار ہو جاتا ہے پس خوف اور لالچ دونوں بے سود ہیں جب تک رضا الٰہی مقصود نہ ہو اور رضا کے حصول کے لیے رسالت کا نظام ضروری ہے۔

تیسری دلیل

شرف انسانیت:۔ انسان کسی بے حس پتھر کی طرح نہیں اور نہ ہی کسی بے عقل حیوان کی طرح ہے کہ جس میں صرف حواس خمسہ ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام جہانوں میں نسان ہی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اعظم ہے بلکہ دنیا پیدا ہی اسی کے لیے کی گئی ہے تاکہ اس سے انسان فائدہ اٹھائے اور نسل انسانی کے شرف کی وجہ اس کا عقل ہے جو ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔

انسان کو مہربانی رحم، معافی کے خوبصورت احساس سے مزین کیا گیا ہے اسے علم کی دولت سے نوازا گیا جس کی بناء پر یہ ہواؤں میں اڑتا ہے اور زمین کا سینہ چیر کر معدنیات نکالتا ہے اس کے چشموں اور نباتات سے استفادہ کرتا ہے۔

انسان جیسی اعلیٰ مخلوق کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ عقل سلیم سے عاری ہوگی اور وہ ایک حیوان کی طرح زندگی بسر کرے جس کا کوئی مقصد نہ ہو۔ جب کہ اس کے لیے نہ زائل ہونے والی نعمتیں ہیں اور عالم وجود میں اتنی وسعت ہے وہ اس سے تاحیات استفادہ کرتا رہے جب کہ کائنات کی یہ ساری نعمتیں اس کی خدمت کے لیے سرنگوں ہیں۔

Marfat.com

اگراس کے لیے کوئی جزاءسزا مقرر نہ ہو کہ یہ قتل کرے خون بہائے چوری کرے عزتیں لوٹے انسانوں کو کیڑوں مکوڑوں کی طرح ایذا دے اس کو پوچھنے والا کوئی نہ ہو ان تمام باتوں کو عقل قبول نہیں کرتی پس انسان ابدی رسالت و نبوت کا محتاج ہے اور وہ صرف اسلامی رسالت ہے جو عقل کے لیے خیر و شر کے راستے کو واضح کرتی ہے اس کے لیے اچھے برے اعمال کی جزاءوسزا مقرر کرتی ہے۔ اور اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اس کے خالق کی نگاہوں سے کائنات کا کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں ہے انسان اس دنیا میں اپنا وقت گزارنے کے بعد جب دارآخرت کو روانہ ہوتا ہے تو اپنے اعمال کو اپنے سامنے دیکھتا ہے۔

أَفَمَنْ يَمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ اَهْدٰى أَمَّنْ يَمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ [1]

"کیا وہ شخص جو منہ کے بل گرتا پڑتا چلا جا رہا ہے وہ راہ راست پر ہے یا وہ جو سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہے"۔

چوتھی دلیل

اعتراف:۔ بہت سے عقلاء اور نامور علماء جو تقلید اور معاشرتی قیود سے آزاد ہیں ان سب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس جہاں کے بعد ایک اور وسیع تر روحانی کائنات بھی موجود ہے اس کے لیے وہ ایک مثال بطور ثبوت دیتے ہیں مثلاً جب ایک دیہاتی کسان کو خاص انداز میں سلا [1] دیا جائے سونے کی حالت میں اس سے علم ہندسہ اور الجبراء کے مشکل سوالات پوچھے جائیں تو اس کے جوابات سن کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ انسان کا تعلق عالم روحانیات سے ہے خواہ وہ تعلق اچھا ہو یا برا۔ یعنی انسان اپنے اچھے افعال و نظریات کی بنیاد پر اعلیٰ ترین روحانی

---

[1] سورۃ الملک .... آلایۃ (۲۲) [1] یہ اشارہ ہے ہپناٹزمی نیند کی طرف اس میں وہ ایک انسان کو عمل کے ذریعے سلا دیتے ہیں پھر اس مختلف سوالات پوچھتے ہیں اور وہ آدمی سوتے ہوئے ان کے ٹھیک جوابات دیتا ہے۔ عجب بات یہ ہے کہ سونے والا خواہ بچہ ہو یا جاہل، جاگنے کی صورت میں وہ جواب نہیں دے سکتا۔

Marfat.com

کائنات سے مربوط ہو جاتا ہے۔اوراس کے برعکس انسان کا تعلق گھٹیا ترین عالم ارواح سے بھی جڑ جاتا ہے جوانسان اول الذکر سے متاثر ہوااس نے نفع اٹھایااور دوسروں کو بھی نفع دیا اس نے خود بھی فائدہ اٹھایااور دوسروں کو بھی فائدہ دیا خود راہنمائی حاصل کی اور دوسروں کی راہنمائی کی اور ایسا آدمی ہی عقائد صالحہ اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ سے مستفید ہو سکتا ہے اوراس کے برعکس دوسری قسم کے نتائج واضح ہیں اس جگہ پہنچ کر بعض انکار خدا کرنے والے مادہ پرست اس بات کا اعتراف کر لیتے ہیں کہ اس کائنات کے علاوہ ایک اور بھی مقدس دنیا ہے پس وہ اپنے سابقہ نظریات سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ اس کے رسول اوراس کی تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں پس ہم نابغہ روز گار علماء کے اعتراف حق کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ ان کی فہم وفراست جن اہم ترین امور تک بہت مشکل سے پہنچیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے لوگوں تک یہ باتیں چند ساعتوں میں پہنچادیں کہ اس کائنات کے علاوہ بھی ایک روحانی دنیا ہے اس میں عالم ارواح، عالم ملائکہ اوراس بادشاہ کی ساری کائنات یہ جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے۔جس نے انسان کے لیے فطرت کے قوانین اور مادی راز مسخر کر دیئے ہیں اللہ وہ پاک ذات ہے جو تمام کائنات کا نگہبان ہے وہی اسے چلا رہا ہے اوراس کو ختم کرنا بھی اس کی قدرت میں ہے۔

اسی طرح اس نے اپنے بعض رسولوں کو بھی یہ مقدس قوت دی ہے مثلاً آگ میں جلانے کی تاثیر کا نہ رہنا، دریا کا رستہ دے دینا چند ساعتوں میں تمام افلاک کی سیر ہو جانا بے جان چیز میں پھونک ماریں تو اس چیز کا حرکت کرنے لگنا برص کے مریض کی طرف وہ توجہ فرمائیں تو اس کا فوراً ٹھیک ہو جانا اگر وہ مردہ پر توجہ فرمائیں تو اس کی روح اس طرف واپس آجانا اور وہ دوبارہ زندہ ہو جانا وہ اللہ رب العزت کی ہی ذات ہے جس کے قبضہ قدرت میں غیب کی سب کنجیاں ہیں۔اورانبیاء ورسل اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔

اعلیٰ ترین ارواح ملائکہ کی ہیں جنکے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ نیک و

Marfat.com

صالح عقائد و اعمال والی مخلوق ہے اور شیاطین کی ارواح خبیث ترین ارواح ہیں۔ اور نفس امارہ کی پیروی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے۔

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا"۔[1]

"یقیناً فلاح پا گیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا۔ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کا خلاصہ یوں ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔[2]

"اور جو ڈرتا رہا ہوگا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے اور (اپنے) نفس کو روکتا ہوگا (ہر بری) خواہش سے یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگا"۔

لیکن ان علماء نے جس چیز کا ادراک کافی جدوجہد کے بعد حاصل کیا اس کے فوائد ان کی ذات تک محدود رہے یا پھر وہ لوگ جنہوں نے معلومات کو ماننے میں ان کا ساتھ دیا وہ بھی فائدے میں رہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس تو صدق وصفا اور اللہ کا دیا ہوا نور ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا رسول اس مقدس نور کو لوگوں کے دلوں پر ڈالتا ہے تو ان کے دل بھی انوار الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں مگر جن کے دل بغض وعناد کے پردوں میں چھپے ہوں وہ دعوت حق قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

پانچویں دلیل

دلیل معرفت:۔ تمام اہل علم وعرفان جانتے ہیں کہ انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ عقل اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ کوئی آدمی ایک مضبوط، عالی شان وسیع و عریض مکان بنائے اس میں رنگا رنگ روشنیوں کا اہتمام کرے خوبصورت مینا کاری بھی

---

[1] سورۃ الشمس.........آلایۃ (۹۔۱۰) [2] سورہ النازعات.....آلایۃ (۴۰)

Marfat.com

مکان کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی ہو۔لیکن مالک مکان کے دل میں یہ بات ہو کہ اس مکان میں وہ کسی عالم فاضل کسی دوست رشتہ دار کو دعوت نہیں دے گا بلکہ اس میں بےوقوف اور بے عقل لوگوں کو اکٹھا کریگا۔ یہ سوچ ناممکن ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اس دنیا کو پیدا فرمایا اس کو ستاروں نہروں، باغات اور پھلوں سے مزین کیا یہ تمام اشیاء حیوانوں کے لیے نہیں ہیں بلکہ اس مخلوق کی خدمت کے لیے ہیں جسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے اور وہ انسان ہے اب عقل وشعور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اعلیٰ ترین مخلوق سے عمدہ افعال کا مطالبہ کرے اور وہ افعال اللہ رب العزت کی اطاعت۔اس کے لیے تسبیح وتحمید ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے بارے یں معرفت صحیحہ حاصل نہ ہو اس وقت مذکورہ افعال کا سرانجام دینا مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حقیقی معرفت سوائے اللہ کے رسول کے کوئی نہیں دے سکتا۔

Marfat.com

محبت رسول ﷺ

سیدنا حضرت محمد ﷺ کی محبت اسلام کے سیدھے راستوں میں سے ایک رستہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُ کُمْ وَاَبْنَاؤُ کُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَال'' اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَة'' تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ.[1]

''اے حبیب آپ فرمایئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے''۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ یہاں ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو اپنے رشتہ داروں یا متعلقہ لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں ۔اس آیت طیبہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی محبت کو تمام اشیاء پر مقدم کرنا واجب ہے اسی طرح آقا دو جہاں ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

لَا یُوْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.[2]

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت مومن کامل نہیں ہوسکتا جب میں اسے اس کے بچے، والد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں''۔اسی طرح ایک صحابیؓ قیامت سے متعلق سوال پوچھتا ہے اس سے حضور علیہ السلام نے پوچھا تم نے اس کے لیے تیاری کتنی کی ہے عرض کی۔

---

1. سورہ التوبہ.........آلایۃ (۲۴)
2. البخاری شرح القسطلانی......(۱۔۹۶)

Marfat.com

اِنِّی اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .

''میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں''۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ. ۳؎

''تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی ہو گی''۔

محبت قلبی رجحان اور محبوب کی طرف منسوب تمام اشیاء سے پیار کا نام ہے جن اشیاء سے محبوب پیار کرے ان تمام اشیاء سے محبّ بھی پیار کرے گا۔

محبت رسول ﷺ کے مختلف انداز

حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر آپکا ذکر اور آپ پر صلوۃ و سلام یہ سب آپ کی محبت کی نشانیاں ہیں۔ آپ علیہ السلام کا ذکر مبارک، وفات کے بعد زیارت قبر انور، آپ کے احکام کی پیروی اور نواہی سے اجتناب آپ کے خلق عظیم کی اتباع اور کتاب و سنت سے محبت سعادت دارین کی بنیاد ہے۔

اور اسی طرح آپ کے اہل بیت، صحابہ کرام اور تابعین کی محبت بھی حقیقت میں حضور علیہ السلام سے ہی محبت ہے۔

قراء، حفاظ، محدثین، دین کے ائمہ مُجتہدین، علماء ربانی صدیقین اور شہداء صالحین امت ان سب سے محبت بھی آپ کی محبت کا حصہ ہے۔

کتاب و سنت سے اسی بات کی راہنمائی ملتی ہے اور کثیر امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ علیہ السلام کی تعظیم و توقیر اور دل و جان سے عزت لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلیل ہے۔

اِنَّـا اَرْسَلْنَا کَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِتُوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّ

۳؎ البخاری قسطلانی..................(۲۔۱۰۳)

Marfat.com

رُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ.۴

''بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا تا کہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو''۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا.۵

''نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو

مجتہدین نے اس سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے آپ علیہ السلام کا ادب لازم ہے اور آپ کا نام لے کر پکارنا اس سے منع فرمایا گیا ہے ایسا کیوں نہ ہو قرآن کریم میں جب بھی آپ کو خطاب فرمایا گیا تو الفاظ یہ ہوتے تھے۔

يَااَيُّهَا النَّبِیُّ اے نبی مکرم۔۶

يَااَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے چادر لپیٹنے والے۔۷

يَااَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے چادر لپیٹنے والے۔۸

اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کے ارشادات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ.۹

''نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ انکے قریب ہیں اور آپ بیویاں ان کی مائیں ہیں''۔

آپ علیہ السلام احکام الٰہیہ کے پہلے مبلغ اعظم ہیں آپ کی ذات کے صدقے

۴۔سورہ الفتح......آلایۃ (۹۔۸) ۵ سورۃ النور......آلایۃ (۶۳) ۶ سورہ الحریم......(آلایۃ (۱)

۷سورۃ المزمل............آلایۃ (۱) ۸ سورہ المدثر ......(آلایۃ (۱) ۹ سورہ الاحزاب (۶)

Marfat.com

انسانیت پر خوش بختی کا دروازہ کھلا ہے آپ علیہ السلام کی پیروی کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُوْ اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰ خِرَ. [10]

''بے شک تمہاری راہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتے ہے''۔

اور کبھی یوں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْ نِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ. [11]

''فرمایا دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

ایک جگہ یوں فرمایا۔

وَمَا آتَا کُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَا کُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَاب. [12]

''جو کچھ تمہیں اللہ کا رسول عطا فرمائے لے لو اور جس سے روک دیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے''۔

آپ علیہ السلام کی محبت میں دین پر استقامت کا مظاہرہ کرنے کے لیے یوں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُم اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلاَئِکَۃُ اَلاَّ

۱۰۔ سورہ الاحزاب......آلایۃ (۲)   ۱۱۔ سورہ آل عمران......آلایۃ (۳۱)

۱۲۔ سورہ الحشر آلایۃ (۷)

Marfat.com

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. ۱۳

''بے شک وہ سعادت مند جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے اترتے ہیں ان پر فرشتے اور انہیں کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''۔

حضور علیہ السلام کو یوں حکم فرمایا:۔

وَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ. ۱۴

''اور ثابت قدم رہیے جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے''۔

اس حکم کے ساتھ آپ کی اتباع واجب فرمائی۔

''بے شک تمہاری راہنمائی کے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا عظیم مظاہرہ

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کی نسبت اپنی طرف کی اس کے علاوہ بھی بہت دلائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی شہادت کے ساتھ ساتھ آپ کی رسالت کی شہادت کو بیان فرمایا۔ اور کلمہ شہادت کو ارکان اسلام میں سے بنا دیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اسی طرح تشہد میں اپنے نام سے حبیب علیہ السلام کا نام ملا دیا۔

اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ. ۱۵

---

۱۳ سورہ فصلت .... آلایۃ (۳۰) ۱۴ سورہ الشوریٰ ...... آلایہ (۱۵) ۱۵ یہ روایت حضرت ابن عباس کی ہے جسے مسلم میں کہا گیا۔ ۱۔ ۱۷۳ ترمذی ج ۱۔ ۳۸ ۱۱ ابوداؤد وانسائی وابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

Marfat.com

''تمام مبارک قولی عبادتیں تمام پاک بدنی عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہیں اے اللہ کے نبی آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکت ہو''۔

آذان اور اقامت میں دونوں نام ذکر ہوتے ہیں اور وہ آیات طیبات جن میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم ہے وہاں حضور علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔

یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ .[16]

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو (شانوں والے) رسول کی''۔

وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ .[17]

''اور جس نے اطاعت کی اللہ اور رسول کی''۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مقامات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ساتھ آپ علیہ السلام کا نام گرامی بھی مذکور ہے اور یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام کی عزت وتوقیر بجالانا آپ کا حق ہے اور آپ کا ذکر خلوت وجلوت میں جتنا زیادہ ہو سکے کرنا ضروری ہے آپ علیہ السلام عظمت کے اس مقام رفیع پر فائز ہیں کہ اللہ کا ذکر اور آپ علیہ السلام کا ذکر دونوں لازم ہیں۔

نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے لیے یہ آیت مبارکہ بہت بڑی دلیل ہے۔

اِنَّ اللّٰـہَ وَمَلاَئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِی یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا .[18]

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی (نبی مکرم) پر درود وسلام بھیجا کرو''۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ علیہ السلام پر درود شریف لازم ہے اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں حکم کو استحباب پر محمول کیا جائے گا اور

---

[16] سورہ النساء ...... آلایۃ (۵۹)　[17] سورہ الاحزاب ...... آلایۃ (۷۱)

[18] سورہ الاحزاب ...... آلایۃ (۶۵)

Marfat.com

اس بات میں وہ اجماع کے مدعی ہیں۔

بعض علماء نے اسے فرض قرار دیا ہے کہ ہر مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے اور بعض نے درود شریف کو آخری تشہد کے بعد واجب قرار دیا ہے اس بات کو ارشاد فرمانے والے امام الشافعی اور امام احمدؒ ہیں۔ دونوں امام فرماتے ہیں کہ آخری تشہد کے بعد درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اگر کسی نے اسے ترک کردیا تو نماز باطل ہوجائے گی۔

اس کی دلیل وہ حدیث طیبہ ہے جو حضرت عمر بن خطاب اور آپ کے بیٹے عبداللہؓ سے مروی ہے اور یہ امام الشعبیؒ کا قول ہے انھوں نے اسے امام البیہقیؒ سے روایت کیا ہے جیسا کہ امام نوریؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔ [19]

اس جگہ ہمارے اصحب نے ابومسعود البدریؓ کی مذکر حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھا کریں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم یہ کہو **اللھم صل علی محمد** آخر تک۔ یہ حضرات فرماتے ہیں حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے اس روایت کے ساتھ جب تک دوسری حدیث نہ ملائی جائے بات پوری نہیں ہوتی۔

كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِي صَلَوَاتِنَا ؟

''ہم نماز کی حالت میں آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں''۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یوں کہو۔

اللهم صل على محمد وعلىٰ آل محمد. [20]

---

19 اسے ابن حزیمہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحاح میں روایت کیا ہے۔ محمد بن اسحاق سے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اسے امام مسلم کی شرائط رپ درست قرار دیا۔ (۱۔۲۶۸) اس کو الدار قطنی نے اپنی سنن روایت کیا دیکھئے نصب الرایہ (۱۔۴۶۲) 20 اس حدیث کو ابن خزیم نے روایت کیا اور ترمذی میں اسے روایت کیا گیا ہے۔ ابوداؤد نے بھی اسے روایت کیا بحوالہ الفالحین (۷۔۲۱۹۔۲۲۰)

Marfat.com

اس حدیث مبارکہ میں الفاظ کا اضافہ درست ہے اور اسے دو جلیل القدر ہستیوں نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ا۔ الامام الحافظ ابو حاتم بن حبان البستی۔

۲۔ الامام الحافظ الحاکم ابو عبداللہ۔

الحاکم نے ارشاد فرمایا یہ اضافہ درست ہے ابو حاتم اور ابو عبداللہ نے حضرت فضالہ بن عبیدؓ کی حدیث سے استفادہ کیا" آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے نماز پڑھی لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہیں کی اور نہ ہی اس کی بزرگی کو بیان کیا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

عَجَّلَ هٰذَا ثُم دَعَاه، اَلنبِی ﷺ فَقَالَ اِذَا صَلّٰی اَحُدُ کُمْ فَلْيَبْدأ بِحَمْدِ رَبِّه وَالثنَاءَ عَلَيْه وَلْيُصِلِ عَلٰی النَّبِی ﷺ والْيَدْعَ مَاشَاءَ. ۲۱

آپ نے ارشاد فرمایا اس نے جلدی کی پھر اسے بلایا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز بھی پڑھنے لگے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے اس کے بعد جو چاہے رب تعالیٰ سے مانگے"۔

امام الحاکم نے فرمایا یہ حدیث امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے ہر حال میں حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا لازم ہے اور پسندیدہ بھی ہے بہت سی احادیث درود شریف پڑھنے والے کے لیے اجر و ثواب کا مژدہ جانفزاء لیے ہوئے ہیں۔

درود شریف والی آیت مبارکہ میں اگر ہم غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ حرف تاکید کو جملہ اسمیہ پر داخل کیا گیا ہے لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے تو یہاں دو جملے ہو گئے اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے۔

اور فعلیہ تجدید و حدوث کی طرف اشارہ کرتا ہے پھر اس کے بعد تمام مومنین کو ایسا

۲۱۔ راجع شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۳۔۴۰۔۴۱)

Marfat.com

کرنے کے لیے حکم دیا جارہا ہے۔

صلاۃ وسلام کا بھی حکم دیا مصدر کو استعمال کر کے جملہ میں تاکید پیدا کر دی۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اور دوسری آیات مبارکہ واحادیث طیبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تعظیم، توقیر اور آپ پر درود شریف پڑھنا لازم ہے مصنف فرماتے ہیں کہ میں اسی بات کا قائل ہوں لیکن یہ امر غیر محدود اور وقت کی قید سے آزاد ہے۔

آپ علیہ السلام پر درود شریف اتنا پڑھا جائے کہ اسلام کی معزز نشانیوں میں سے ایک نشانی بن جائے ہمارے نزدیک درود شریف عظیم عبادات میں لازم ہے مثلاً نماز، نماز جمعہ وعیدین کے خطبے اہم ترین امور میں جب دعا کی جائے دینی کتب کے آغاز میں مجلس سماع میں اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو درود شریف لازم ہے جس طرح باقی احکامات شرعیہ کو حسب استطاعت کرنا لازم ہے اور وہ زمان و مکان اور کسی مناسبت سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں درود شریف کی بھی یہی حیثیت ہے۔

درود شریف پڑھنے کے مختلف انداز

حضور علیہ السلام پر درود وسلام پڑھنے کے لیے مختلف صیغے احادیث طیبہ میں وارد ہوئے ہیں اور محدثین نے وہ تمام احادیث بیان کی ہیں جن میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے انداز بیان کیے گئے ہیں چنانچہ ابوحمید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔

یَارَسُولَ اللّٰہ کَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْکَ.

ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھا کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ

Marfat.com

اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّازوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. ۲۲

مالک، حضرت ابو مسعود البدری سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اس کے بعد آپ نے فرمایا سلام کے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو ۲۳۔ یعنی یہ جملہ جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا اس کے مشابہ دوسرے سلام کے الفاظ وغیرہ۔

کعب بن عجرہ کی روایت یوں ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. ۲۴

حضرت عصبہ بن عمرؓ کی حدیث یوں ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ.

حضرت ابو سعید الحدری کی روایت یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ.

حضرت زید بن علی بن الحسین اپنے باپ علی سے اور وہ اپنے باپ حسین سے اور وہ اپنے باپ علی بن ابی طالب سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں نے حضور

---

۲۲ بخاری شریف مسلم شریف سنن النسائی، ابن بحوالہ، دلیل الفالحین (۷۔۲۲۴) مشکوۃ المصابیح (۱۔۲۴۰)

۲۴ متفق علیہ

Marfat.com

علیہ السلام سے یوں سیکھا اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل سے یوں سیکھا اور درود شریف کے کلمات اللہ رب العزت کی طرف سے یوں نازل ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ وَ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. [۲۵]

حضرت ابوہریرہؓ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

''جس کو یہ بات بھی معلوم ہو کہ اسے بھرپور ثواب ملے تو جب وہ ہمارے اہل بیت پر درود شریف پڑھے تو یوں کہے''۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. [۲۶]

حضرت زید بن خارجہ الانصاریؓ نے حضور علیہ السلام سے سوال پوچھا کہ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا ''نماز پڑھو اور خشوع و خضوع سے دعا مانگو پھر یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى

---

۲۵ سنن النسائی (۳۔۴۹) ۔ ۲۶ ابوداؤد (۱۔۲۲۵) مشکوۃ (۱۔۲۹۴) المصابیح

Marfat.com

اِبْرَاهِیمَ اِنَّکَ حَمِید" مَجِید".

حضرت سلامہ الکندی فرماتے ہیں حضرت علیؓ ہم کو حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا یوں سکھیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَ دَاحِیُ الْمَدْحُواتِ وَبَارِی المسوکات اِجْعَل شرائف صَلواتِکَ ونواحی برکاتِکَ ورأفَةَ تَحُنُنکَ عَلٰی محمدٍ عَبدِکَ ورَسُولِکَ الفَاتِح لِمَا اُغلِقَ والخَاتِمَ لِمَا سَبَقَ والمُعْلِنُ الحقَ بِالحَقِ والدَامِغ لِجَیشَات الاَ بَاطِیل کما حَمل فاضطَلَعَ بِامرِکَ لِطاعتِکَ مستوفِزاً فِی مَرضَاتِکَ وَاعِیًا لِوحْیکَ حَافِظًا لِعهدک ماضیًا علی نفاذ اَمرکَ حَتی اَوری قبسًا لِقابس آلاءِ اللّٰه تِصل بِأهله اَسَبَابِهِ به هدیت القلوب بعد خوصات الفتن والاثم وابهج مَوضِحَاتِ الاَعلام ونَائِرات الاَحکام و مُنِیرات الا سلام فَهُوَ امینک المأمون وخاذِنُ عِلمکَ اَلمُخزُون وشِهیدک یوم الِدینِ وبَعِیثِکَ نِعْمةً ورَسُولکَ بِالْحقِ رَحمةِ اَللّٰهم افسح لَهُ فِی عُدنک والجزه مضاعفات الخیر من فضلک مهنات له غیر مُکدِرات مِن فَوزِ ثَوابِکَ المحلولِ وجَزِیْلِ عَطَائِکَ المعلول اللهم اُعلِ عَلٰی بنا الناسِ بناء ه واکرم مثواه لَدیکَ ونَزله واَتَمِمُ لَهُ نُورَهُ واجزهُ من ابتعاثک لهُ مَقبول الشهادة ومَرضٰی المقالةِ ذَا مَنْطَق عَدل ذا مَنطقِ عَدْلٍ وخَطه فضلٍ وبُرهانٍ عظیمٍ.

اور حضرت علیؓ سے ہی ایک اور درود شریف مروی ہے

اِنّ اللّٰه ومَلائکته یُصَلونَ عَلٰی النبیِ لَبّیکَ اللّٰهُمَ وسَعْدَیکَ صَلواتِ اللّٰهِ البَر الرحیم والملائکة اَلْمُقَربین والنَبِینَ والصِدّیقِینَ والشُهَداءِ والصَالِحِیْنَ ومَا سَبّحَ لَکَ مِنْ شیءٍ یا رَبَّ العَالَمِیْنَ عَلٰی مُحمدَ بنِ عبداللّٰهِ خاتَم

Marfat.com

النَّبِيِّنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِي اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ درود شریف مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ وہ حوض کوثر کے پہلے والے جام نوش کرے تو اسے چاہیے یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْهَارِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ وَاُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

حضرت طاؤس، عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ یوں کہا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاٰتِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى.

حضرت وہیب بن الوردؒ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَاَلَكَ لِنَفْسِهٖ وَاَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَاَلَكَ لَهٗ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ وَاَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مَسْئُوْلٌ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یوں کہا کرتے تھے کہ جب تم لوگ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھا کرتے ہو تو اس کو اچھے طریقے سے پڑھو۔ خوبصورت انداز اختیار کرو تم نہیں جانتے کہ وہ درود شریف آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ اور اس طرح پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ وَ بَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍعَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ اللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا یَغْبِطُہٗ فِیْہِ الاوَّلُوْنَ وَالآخِرُوْنَ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ۔

اس روایت سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ درود شریف کے لیے مختلف الفاظ ہیں ان الفاظ کو محدود اور مقید کرنا درست نہیں ہے۔ ہر درود شریف کا ایک جداگانہ انداز ہے لیکن مقصد و مدعا صرف ایک ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت عظمت اور مقام رفیع کا سوال کیا جائے لیکن اگر ایک ہی درود شریف کو بطور وظیفہ پڑھا جائے تو یہ پسندیدہ ہے مذکورہ بالا مختلف روایات مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ درود شریف کو مختلف الفاظ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے مذکورہ روایات کے راوی سیدنا حضرت علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود سیدنا ابن عباس وغیرہ ہیں۔

جب ایک مسلمان کسی بھی صیغہ کے ساتھ آقاء دوجہاں پر درود شریف پڑھتا ہے تو اس کا یہ عمل قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے درود شریف کے مختلف الفاظ سے انکار کی کوئی وجہ نہیں بشرطیکہ ان الفاظ سے آپ کی عزت وعظمت مقصود و مطلوب ہو۔

اذان کے بعد درود پاک کا پڑھنا

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنے کا حکم

Marfat.com

فرمایا اور اس حکم میں کسی زمان و مکان کی قید نہیں لگائی۔ بندہ مومن کو جب کوئی شرعی روکاٹ نہ ہو تو وہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی وقت درود پاک پڑھ سکتا ہے ایسا کرنا اس کے لیے جائز اور مستحب ہے۔

بعض لوگ اذان کے بعد [27] یا فرض نماز کی ادائیگی کے بعد مل کر درود پاک پڑھنے کو درست قرار نہیں دیتے لیکن چونکہ مذکورہ امور کا حکم مطلق ہے اور ان امور کا سر انجام نیکی ہے کوئی بھی آدمی اس بات کا قائل نہیں کہ یہاں پر کوئی شرعی روکاٹ ہے اور نہ ہی کوئی دلیل قطعی یا ظنی مانع ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہیں تھی اور بدعت گمراہی ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے سب سے پہلے ہم بدعت کا معنی و مفہوم سمجھیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں۔

اَلْبِدْعَةُ عِبَادَةٌ" عَنِ الْاَمْرِ الْحَادِثِ الَّذِیْ لَمْ یَکُنْ قَبْلُ.

"بدعت سے مراد ایسا نیا کام جو اس قبل نہ کیا گیا ہو۔

شرعی طور ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہ ہو بعد میں کیا جائے اسے بدعت کہتے ہیں۔

ظاہری طور پر اگر بدعت کے اس مفہوم کو لیا جائے تو اس صورت میں بہت سے واجبات اور مستحبات بدعت قرار پائیں گے جو حضور علیہ السلام کے دور میں نہ تھے اور بعد میں وقوع پذیر ہوئے۔ اور انھیں امت اسلامیہ اور ائمہ کرام نے پروان چڑھایا اس نقطہ نظر کے تحت کہ یہ اسلام کے عمومی قواعد میں چیز داخل ہے اس کے بغیر اسلام کی بقاء محال

---

[27] ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں اسبات کی تصریح کی ہے کہ موذن حضور علیہ السلام پر ان الفاظ سے درود پاک پڑھتے ہیں۔ الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ۔ یہ درود پانچ وقتی نماز کے لیے دی جانے والے آذان کے بعد پڑھتے ہیں مگر صبح اور جمعہ کی آذان سے پہلے پڑھتے اور مغرب کی آذان کے بعد نہیں پڑھتے ہر وقت کی تنگی کے باعث شائد ایسا ہو۔ اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب ایک فاطمی حاکم مارا گیا تو اس کی بہن نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے کے لیے یوں اعلان کریں السلام علی الامام الطاہر اس کے بعد یہ کام جاری رہا۔ مگر جب سلطان صلاح الدین کا دور آیا تو انھوں نے یہ سلسلہ روکے یہ حکم دیا کہ یوں کہو الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے کتنا اچھا سلسلہ شروع کیا۔ ہمارے مشائخ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے کہ اس کی اصل سنت اور کیفیت بدعت ہے فتاویٰ الشیخ ابن حجر۔ (1-131)

Marfat.com

ہے۔ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً

☆ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں قرآن پاک کو جمع کیا گیا اور اور اسے کتابی شکل دی گئی۔

☆ حضرت عثمانؓ کے دور میں اسے دوبارہ جمع کیا گیا اور باقی چھ یا سات نسخوں کو منسوخ کیا گیا

☆ حضرت عمرؓ کے دور میں مفلس مجاہدین اور نادار لوگوں کی فہرستیں مرتب کی گئی۔ عدالتیں الگ تعمیر کی گئیں۔

☆ عبدالملک بن مروان کے عہد میں قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگائے گئے۔

☆ احادیث مبارکہ کو مدون کیا گیا اور ان کی ابواب بندی کی گئی۔

☆ فقہ کو مدون کیا گیا اور اسے مختلف ابواب بندی کی گئی۔

☆ قرات السبع کو مدون کیا گیا۔

☆ عربی کی زبان گرائمر (صرف ونحو) کو ترتیب دیا گیا۔

☆ اسی طرح باقی علوم اسلامیہ مثلاً اصول فقہ بلاغت وغیرہ کو مدون کیا گیا۔

مذکورہ بالا تمام امور کا ذکر عہد حضور علیہ السلام میں نہیں کیا گیا نہ ایسے امور کو سر انجام دیا گیا لیکن یہ ساری چیزیں عمومی اصول میں شامل ہیں۔

لیکن ان تمام امور نے اسلام اور دین کو نفع پہنچایا ان کی پیروی کرنا واجب ہے پس ان امورر میں سے بعض فرض عین ہیں بعض فرض کفایہ ہیں پیروی کرنے والے پر یہ سارے معاملات واضح ہیں۔

جشن میلاد النبی ﷺ

اظہار محبت کا ایک انداز

جب مسلمانوں نے حضور ﷺ کی عظمت رفعت اور شان کو ملاحظہ کیا تو انھوں نے ربیع الاول میں ہر سال آپ کا میلاد منانا شروع کر دیا۔ رجب میں آپ کے معراج کے حوالے سے پروگرام کا اہتمام کرنے لگے اس بات کو انھوں نے اچھا سمجھا کہ شہروں میں

Marfat.com

موذن حضرات آذان کے بعد حضور علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں اور دیہاتوں میں نمازیوں کے ساتھ مل کر چھتوں پر درود شریف پڑھا جائے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے۔

لِتُؤمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وتُعَزِّرُوهُ وتُوَقِّرُوهُ وتُسَبِّحوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً . ۲۸

تاکہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تاکہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح اور شام۔

اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان کہ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ . ۲۹

''اور ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کر دیا''۔

آپ کی سیرت طیبہ کا چرچا اور اخلاق کریمانہ کا ذکر یوں ہوتا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ . ۳۰

''اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں''۔

آپ علیہ السلام کی برکتوں کے اظہار کے لیے اور آپ کی ذات کے انوار اور مقدس روحانی فیوض کے بیان کے لیے یوں ارشاد ہوا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ . ۳۱

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔

جس نے ان امور کو گمراہی تصور کیا وہ غلطی پر ہے اور سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے اس نے حضور علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ اور آپ کی تاریخ میں غور و فکر نہیں کیا آپ

---

۲۸ سورۃ الفتح .... آلایۃ (۹)   ۲۹ سورہ الانشرح .... آلایۃ (۴)

۳۰ سورہ القلم .... آلایۃ (۴)   ۳۱ سورہ القلم ...... آلایۃ (۱۰۷)

Marfat.com

علیہ السلام نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو حکم فرمایا کہ وہ مشرکوں کی ہجو بیان کریں اور ان کے وہ اشعار جو اسلام کے خلاف ہیں ان کے جواب دیں ۳۲ جب آقا علیہ السلام نے کعب بن زہیر کا یہ شعر سنا تو وجد میں آ کر جھوم گئے۔

اِنَّ اَلنبی لَسَیفُ یُستَضاءَ بِہٖ.

مُھَند'' مِن سَیُوفِ اللّٰہِ مَسْلُولُ.

''بے شک حضور علیہ السلام ایسی تلوار ہیں کہ ہندی تلوار بھی آپ سے چمک پائے آپ اللہ تعالیٰ کی سونتی ہوئی تلواروں میں سے ایک ہیں''۔

اس وقت آپ نے کعب کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی یہ انعام اسے خوبصورت اشعار کہنے کی وجہ سے ملا۔

حقیقت یہ ہے کہ جلیل القدر آئمہ کرام نے آج تک جس بات پر اتفاق کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی عالم اسلام یا مسلمانوں میں کوئی مسئلہ درپیش ہو اور اس کے حل پر اہم ترین مسلمانوں کا اجماع ہو جائے یا کسی امام، عالم اور مجتہد فی الدین نے کسی مسئلے پر اجتہاد کیا یا وہ مسئلہ کتاب وسنت میں ظاہر اَو اضح ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس پر عمل لازم ہے اگرچہ کوئی اور مفہوم بھی اس بات کا بنتا ہو لیکن ظاہری حکم کو ہی مانا جائے گا۔

اگر وہ معاملہ اس طرح کا ہے کہ اس سے دین کی خدمت کی جا سکتی ہے تو وہ فرض یا واجب ہوگا یا پھر دین کی خدمت تو کی جا سکتی ہے لیکن وہ معاملہ لازم نہ ہو تو وہ مستحب یا مندوب ہوگا اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر واضح طور کسی کام سے روکا گیا ہو گا یا عمومی اصول کے تحت منع کیا گیا ہوگا تو اسے حرام یا مکروہ کا نام دیں گے۔

اسی مناسبت سے یہ حدیث پاک بیان کی جاتی ہے کہ۔

---

۳۱ سورہ القلم............ آلایۃ (۱۰۷) ۳۲ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا، اے حسان تم مشرکین کے مذمت اشعار میں کرو۔ جبرائیل تمہارے ساتھ ہے (القسطلانی ۵۔۲۶۹)

Marfat.com

اِیَّاکُمْ و مُحدِثَاتِ الاُمورِ فَاِنَّ کُلَ مُحدثة" بِدعة. ۳۳؎

''نئی نئی باتوں سے بچو ہر نئی بات بدعت ہے''۔

اسی طرح یہ حدیث پاک کہ۔

مَنْ اَحْدثَ فِیْ اَمْرِنَا ھَذا مَا لَیْسَ فِیْہِ فَھُوَرَد''۔ ۳۴؎

''جس نے ہمارے دین میں ایسی نئی بات کی بنیاد رکھی جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اگر کسی کام کا حکم نہ ہو اور نہ ہی اس سے روکا گیا ہو تو وہ مباح ہے ہر وہ چیز لازم ہے جس سے اسلام کی عزت میں اضافہ ہو اس کے علاوہ یہ امور بھی لازم ہیں مثلاً اسلامی ممالک کی حفاظت اور ان کی آبادکاری مسلمان شہریوں کو علوم وفن کے زیور سے آراستہ کرنا جنگی مشقیں کھیلوں کے معاملات فنون کو سیکھنا غیر ملکی زبانوں کی تعلیم تواریخ اقوام کی تعلیم اور ان کے عروج وزوال کے اسباب بتانا۔

اسی طرح ہر وہ کام لازم ہے جس سے اسلام کے پھیلانے میں مدد لی جاسکتی ہو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی عزت میں اضافہ ہوتا ہو اسلامی روح اور اسلام کی محبت نوجوانان اسلام کے دل میں پیدا کرنے کا سبب ہو اور بھلائی کے وہ کام جو ختم ہو جائیں ان کو مسلمانوں کے اندر دوبارہ زندہ کرنا یہ سب امور لازم ہے۔

اس کے علاوہ جتنے معاملات ہیں وہ مستحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

پس اسلام میں دین بھی ہے اور دولت بھی عقل وعلم اعتقاد وعمل عمدہ اخلاق اور عدل، بہادری صبر، استقامت، یگانگت، اتحاد، مضبوطی، اور وہ قابل قبول سختی کہ جس سے ہر وقت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یہ چیزیں اسلام کی زینت ہیں اسلام جامد کمزور اور ظاہری

۳۳؎ الترمذی حدیث نمبر ۲۶۷۸۔ ابن ماجہ (ج ا ص ۱۶۔ ۱۵) ابوداؤد (ج ۲۔ ص ۵۰۶)

۳۴؎ البخاری۔ شرح القسطلانی (ج ۷ ص ۲۷۲) مسلم۔ انظر شرح نووی فی ہامش القسطلانی (۷۔ ۲۷۲)

Marfat.com

بناوٹ کا دین نہیں ہے۔

وہ لوگ جن کے سینے تنگ اور آنکھیں بند ہیں ان کے لیے مناسب نہیں کہ دین کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کے ایمان لوٹیں اور مسلمانوں کے معاملات میں دخل اندازی کریں اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ دین کے فہم کے لیے ہمارے سینے کھول دے اور دین کو پھیلانے کی خدمت کو ہمارے لیے آسان فرمادے اور آقا علیہ السلام کے عمدہ اخلاق سے مزین ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

زیارت رسول ﷺ

نبی کریم روف رحیم ﷺ کی زیارت مبارکہ کے لیے یہ فرمان الٰہی دلیل ہے۔

یاَاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اتَّقُوۡا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصَّادِقِیۡنَ [1]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

اور یہ فرمان ذی شان۔

وَلَوۡاَنَّھُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡا اَنۡفُسَھُمۡ جَاءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَھُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوۡا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا [2]

''اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور آپ کی بارگاہ میں آ جائیں پس وہ اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کا رسول بھی ان کے لیے استغفار کرے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور ہمیشہ مہربان پائیں گے''۔

بے شک آپ تمام صادقین سے افضل ہیں اور آپ کی جسمانی اور روحانی صحبت بہت بڑی فضیلت کی بات ہے آپ کی قبر انور کی زیارت بھی احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔

☆عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ بۡنِ عُمَرؓ قَالَ! قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

مَنۡ زَارَ قَبۡرِیۡ وَجَبَتۡ لَہٗ شَفَاعَتِیۡ. [3]

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی''۔

☆عَنۡ اَنَس بۡنِ مَالِکؓ قَالَ! قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ

مَنۡ زَارَنِیۡ مُحۡتَسِبًا کَانَ فِیۡ جِوَارِیۡ کُنۡتُ لَہٗ شَفِیۡعًا وشَھِیۡدًا یوم القِیَامۃ. [4]

''جس نے اپنا محاسبہ کرتے ہوئے میری زیارت کی وہ میری ہمسائیگی میں ہوگا اور قیامت کے دن میں اسکا شفیع اور گواہ ہوں گا''۔

---

[1] سورۃ التوبہ..........آلایہ ۱۱۹

[2] سورہ النساء......آلایۃ ۶۴

[3] نیل الاوطار..........(۱۰۸۵)

[4] نیل الاوطار......(۱۰۸۵)

Marfat.com

مَنْ زَارَنِیْ بَعد مَوْتِیْ فکاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حِیَاتِیْ.۵

''جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی''۔

یہ حدیث مبارکہ سند کے لحاظ سے عمدہ ہے۔

اجماع اس بات پر ہے کہ قبرانور کی زیارت اہم ترین امور میں سے ہے بعض نے زیارت کو واجب کہا ہے اور بعض نے مستحب کہا ہے۔

اگر ہم قیاس کا اعتبار کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی قبرانور کی زیارت کو ہم اس بات پر قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے شہداء احد اور بقیع کی زیارت خود کی ہے۔ اور احادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ جنت البقیع اور شہداء احد کی زیارت کیا کرتے تھے اس پر قیاس کرتے ہوئے ثابت ہوا کہ آپ کی قبرانور کی زیارت کرنا ایک افضل عمل ہے۔ ہم قبور کی زیارت کرتے ہیں اور اس عمل کے لیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان عالی شان بطور دلیل ہے۔

کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبورِ فَزُوْرُوْ ھَا فَاِنَّھَا تُذَکِرُ الاٰ خِرۃَ.٦

''میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زیارت قبرانور سب سے زیادہ آخرت کو یاد دلانے والی ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کی یاد تازہ ہوتی ہے آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا وحی کا اترنا اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے جہاد کرنا بھی یاد آتا ہے۔

اس کے علاوہ زائرین کے دل انوار الٰہی سے منور ہو جاتے ہیں احسان اور بھلائی کے راستے پر چلتے ہوئے حضور علیہ السلام کی اقتدار کرنے کی قوت بڑھ جاتی ہے بعض

---

۵ نیل الاوطار......آلایۃ (۵۔۱۰۸) ٦ مسلم شریف۔ شرح النووی ہامش القطلانی (۴۔۳۱۵)

Marfat.com

حضرات مذکورہ احادیث زیارت کو زائر کے اسی شہر کی قبور کی زیارت کے لیے مختص کر دیتے ہیں اور دلیل کے طور پر حضور علیہ السلام کا یہ قول پیش کرتے ہیں۔

لا تَشُدُّ الرِحَال اِلَّا اِلٰی ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمُسْجِدَ اَلْحَرامَ ومَسْجِدِیْ هٰذَا والْمسجِد اْلاَ قْصٰی۔ ے

''سفر کے لیے مت روانہ ہو مگر تین مساجد کی طرف سفر درست ہے مسجد حرام مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ''۔

اسے شیخین، امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے لیکن جو حدیث مبارکہ سے مطلب اخذ کیا جاتا ہے وہ درست نہیں اور عربی قواعد لغت کے اعتبار سے ایسا مفہوم اخذ کرنا درست نہیں کیونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی استثناء مغرغ ہے اور اس سے مستثنیٰ منہ حذف ہوتا ہے اور جب مستثنیٰ متصل ہو تو مستثنیٰ منہ کا حذف واجب ہوتا ہے مگر مستثنیٰ منقطع کا ایسا حکم نہیں کیونکہ فصیح کلام میں ایسا نہیں ہوتا مگر کبھی کبھی ایسا ہو بھی جاتا ہے پس محل یا مسجد کے ساتھ مستثنیٰ منہ کا مقدر کرنا لازم آئے گا، اور محل کا حذف کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر مجاہدین کا سرحدوں کی حفاظت کے لیے سفر کرنا، دشمنوں کے خلاف جنگ، دور دراز تعلیمی اداروں کے لیے سفر۔ حصول علم کے لیے مدارس کی طرف لمبا سفر، اولیاء اللہ کی محبت میں سفر یہ تمام سفر کرنا درست نہیں رہیں گے۔ لیکن ایسا مفہوم اخذ کرنا باطل ہے۔

پس مستثنیٰ منہ کو صرف مسجد پر محمول کرنا لازم ہوگا یعنی ثواب کی نیت سے سفر کرنا سوائے ان تین مساجد کے کسی مسجد کی طرف درست نہیں۔

اور یہ امر بلا اختلاف درست ہے کہ مذکورہ تین مساجد میں نماز ادا کرنے کا سب سے زیادہ اجر و ثواب ہے۔

ے البخاری۔ شرح القسطلانی (۳۴۸/۲) مسلم شرح النوی فی ہامش القطسلانی (۶۔۱۰۵)

Marfat.com

زیارت کے آداب

قبر انور کی زیارت کرنے کے لیے مستحب ہے کہ سفر میں حضور ﷺ کی زیارت کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت کرے تا کہ اسے قرب الٰہی حاصل ہو، مستحب ہے کہ راستے میں صلوٰۃ وسلام کو زیادہ پڑھے جب زائر کی نظر مدینہ طیبہ کے درختوں پر پڑے تو مزید صلوٰۃ وسلام پڑھے جیسے ہی مدینہ منورہ کے آثار نظر آنا شروع ہوں تو درود شریف کے پڑھنے میں اضافہ کرے۔

زائر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ اسے زیارت سے فائدہ حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی حاضری کو قبول فرمائے مستحب ہے کہ مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے اور خوبصوت اور صاف ستھرے کپڑے پہنے۔

اپنے دل میں مدینہ منورہ کی عزت وحرمت کو پیش نظر رکھے اور یہ بات بھی ذہن میں نشین رہے کہ بعض علماء کے نزدیک مکہ المکرّمہ کے بعد سب سے افضل جگہ ہے بعض کے نزدیک مدینہ منورہ سب سے افضل ہے کیونکہ اسے مخلوق میں سب سے بہتر اور افضل انسان نے شرف بخشا ہے۔

زائر پر لازم ہے جب پہلی مرتبہ حاضری ہو تو دل تعظیم رسول ﷺ سے معمور ہو اور عظمت نبوی ﷺ کے پیش نظر نگاہوں کو جھکائے گویا کہ وہ آپ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہے۔[1]

اہم ترین امر یہ ہے کہ جب زائر مسجد نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو ریاض الجنۃ کا قصد کرے جو منبر شریف اور قبر مبارک کے درمیان ہے وہاں پر تحیۃ المسجد کے دو نوافل ادا کرے اور منبر کے ستون کو اپنے دائیں کندھے کی طرف رکھے اور اس ستون کی طرف منہ کرے جس کے ساتھ صندوق ہے تو وہ دائرہ جو قبلہ شریف کی طرف ہے اس کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا یہی وہ چودہ ہاتھ کے قریب جگہ ہے جہاں حضور علیہ السلام نماز ادا

---

[1] ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے اور منبر شریف اور قبر منور کے درمیان تقریباً 51 فٹ کا فاصلہ ہے جب ریاض الجنہ یا مسجد کے کسی حصے میں تحیۃ المسجد ادا کر چکے تو اللہ تعالیٰ کا اس نعمت عظمیٰ پر شکر ادا کرے اور اس مقدس ذات کے حضور اپنے مقصد میں کامیابی اور زیارت کی قبولیت کی دعا کرے۔

پھر قبر انور کی طرف آئے اور قبلہ شریف کی طرف پیٹھ کرے۔اس کا رخ قبر انور کی دیوار کی طرف ہونا چاہیے۔اور قبر انور کے سر کی طرف سے 6 فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو جب کھڑا ہو تو دل میں بھی اور ظاہراً بھی ادب کو ملحوظ خاطر رکھے پھر سلام عرض کرے اور آواز کے ساتھ یوں عرض کرے۔

السلام علیک یارسول اللہؐ

السلام علیک یا نبی اللہؐ

السلام علیک یا خیر خلق اللہؐ

پھر ورد اور دعائے ماثور پڑھےاس کے بعد 2 فٹ کی مقدار اپنے دائیں طرف والی چھت کی طرف ہٹے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ پر سلام عرض کرے کیونکہ آپ کا سر مبارک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کندھے مبارک کے برابر ہے اور یوں کہے۔

اَلسَّلامُ علیکَ یَا ابَا بَکْرٍ صَفِیُّ رَسُولِ اللّٰہِ وثَانِیہ فِیْ الغَارِ جزاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمۃِ نَبِیہٖ ﷺ خَیرا۔

پھر 2 فٹ کی مقدار اپنے دائیں طرف والی چھت کی طرف پیچھے ہٹے تا کہ حضرت عمرؓ پر سلام عرض کر سکے یوں عرض کرے۔

اَلسَّلامُ عَلیکَ یَا عُمَر اعزَّا اللّٰہُ بِکَ الِا سْلاَمَ جَزاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمۃِ مُحمدٍ ﷺ خیراً۔

پھر پہلے والی جگہ آئے اور آپ علیہ السلام کے رخ انور کے سامنے کھڑا ہو جائے اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے اپنے لیے دعا کرے۔رب کریم کی بارگاہ میں آپ سے

Marfat.com

شفاعت کے لیے عرض کرے اور اپنے والدین اولاد، دوست احباب اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی شفاعت کی درخواست پیش کرے۔

توسل اور وسیلہ

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کو اہم ترین امور میں وسیلہ بنانا جائز ہے نیز دعاؤں کی قبولیت، ضروریات کی تکمیل، گناہوں کی معافی، مشکلات کا حل، نیک آرزوں کی تکمیل کے لیے اور ہر وہ جائز مطالبہ جو ایک بندہ مومن کر سکتا ہے اسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرنا جائز ہے اور آپ کا وسیلہ اس دنیا میں معتبر ترین وسیلہ ہے مزید برآں کہ بھلائی کے تمام دروازے آپ ﷺ کے توسل سے ہی کھل سکتے ہیں جو آدمی حضور علیہ السلام ہے توسل و وسیلہ کا منکر ہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا یہ نظریہ قرآن وسنت اور (آغاز بدعات و مذہبی خواہشات سے پہلے) اجماع امت کے خلاف ہے نیز بدعتی کا قول ایک معمولی سا شبہہ ہے جس کی آگ اللہ تعالیٰ کے مقدس نور کے جھونکے سے بجھ جائے گی۔

ہم اہل سنت والجماعت جس توسل و وسیلہ کے قائل ہیں وہ قرآن وسنت اور (آغاز بدعات و مذہبی خواہشات سے پہلے) اجماع امت سے ماخوذ ہے اور شرعی طور پر اس طرح کا عمل درست اور جائز ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک کا تصور وسیلہ

اللہ رب العزت کا فرمان ذی شان ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۔[1]

''اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلے سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے''۔

یہ آیت طیبہ بنو قریظہ اور بنو النضیر کے بارے میں نازل ہوئیں کہ یہ حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے حضور ﷺ کے وسیلہ سے اوس اور خزرج قبیلوں کیخلاف اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے اس روایت کو عبداللہ ابن عباس اور قتادہؓ نے اسی طرح روایت کیا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ سے مشرکین کے خلاف فتح کے لیے آپ ﷺ کی ذات کو دعا میں بطور وسیلہ پیش کرتے تھے۔

جیسا کہ الاسدی روایت کرتے ہیں کہ جب ان یہودیوں اور مشرکین کے درمیان جنگ شدت اختیار کر لیتی تو وہ تورات کو نکالتے اور اپنے ہاتھوں کو اس جگہ رکھتے جس جگہ سرور کائنات، فخر موجوداتؐ کا ذکر مبارک ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کناں ہوتے۔

''اے اللہ! ہم تجھ سے اس نبی مکرم کے وسیلہ سے عرض کرتے ہیں وہ عظیم الشان نبی جو آخر الزمان ہے اس کے صدقے سے تو ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما۔ پس ان کی مدد کی جاتی تھی''۔

بنو قریظہ اور بنو النضیر اہل کتاب تھے جب کہ اوس و خزرج مشرک قبیلے تھے۔
سابقہ شریعت پر عمل کرنا درست ہے جب تک اس کو منسوخ نہ کیا جائے۔

۱۔ سورہ البقرہ......... الآیۃ (۸۹)

Marfat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَه. ۲

''اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو''۔

اس آیت طیبہ کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زندہ یا فوت شدہ اشخاص سے توسل جائز ہے اسی طرح اعمال صالحہ اور شرعی امور کو وسیلہ بنانا جائز ہے اگر وسیلہ بمعنی واسطہ ہو تو اس صورت میں ہر شرعی سبب کے لیے ایک تیسری ذات کا ہونا ضروری ہے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب و منزلت کے معنی میں ہے تو اس صورت مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے جو غیر واضح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (وابتغوا) (تلاش کرو) ہر اس چیز کو شامل ہے جو قرب الٰہی کا سبب بنے۔

قرآن کریم کی یہ بلاغت ہے کہ عمومی فائدے کے لیے متعلقات کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ فرمان الٰہی۔

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْن. ۳

''فرما دیجئے کیا کبھی جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں''۔

یعنی یہ بات معلوم ہے کہ یہاں دونوں برابر نہیں۔

اس طرح یہ حکم الٰہی کہ۔

وَاللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَام. ۴

''اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں (امن و سلامتی) کے گھر کی طرف''۔

اس کا مطلب ہے سب بندوں کو اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ۔

---

۲ سورہ المائدہ.........(۳۵)   ۳ سورہ الزمر.........آلایہ (۹)

۴ سورہ یونس.........آلایۃ (۲۵)

Marfat.com

وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ.

''اور اللہ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو''۔

اس آیت طیبہ سے ثابت ہوا کہ ہر وہ وسیلہ بنانا جائز ہے جس کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔

اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے قحط کے دور میں حضرت عباسؓ کے وسیلے سے دعا کرائی اور یہ فرمایا۔

هٰذا وَاللّٰهِ اَلْوَسِيْلَةُ اِلَى اللّٰهِ.٥

''اللہ رب العزت کی قسم یہ تو اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں یہی لکھا ہے۔

---

٥ بخاری شریف حدیث نمبر ۱۰۱۰ اور دوبارہ نمبر ۳۷۱۰ پر لکھا الفتح لابن حجر (۲۔۴۹۷)

Marfat.com

احادیث طیبہ میں وسیلے کا تصور

حضور ﷺ کی ذات بابرکات کو وسیلہ بنانا احادیث مبارکہ کی رو سے بھی جائز ہے۔

ایک حدیث طیبہ جو عثمان بن حنیف سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک اندھا آدمی نبی کریم، روف الرحیم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میرے لیے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں عطا فرمائے آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور اگر تو صبر کرنا چاہے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہے اس آدمی نے عرض کی آپ میرے لیے دعا فرمائیں آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو پھر یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ وَاتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَارَسُوْلَ اللّٰہُ اِنِّی تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔[۶]

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی قسم کہ ابھی ہم اٹھے نہ تھے اور زیادہ گفتگو بھی نہ کی تھی کہ وہ آدمی ہمارے پاس آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اندھا ہی نہیں۔

اس حدیث کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور السلام نے اس آدمی کے لیے اس طرح دعا نہیں فرمائی جس طرح اس نے عرض کی تھی اس نے صرف حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی پر عمل کیا اور اس وقت اس نے حضور ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنا کر دعا کی آپ علیہ السلام کا یوں حکم ارشاد فرما دینا۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام کی ذات کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔

---

۶ حاکم نے مشدرک میں روایت کہا۔ (۱۔۵۲۶) اور کہا کہ بخاری کی شرائط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی حدیث نمبر ۳۵۹۵ طبع قاہرہ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۸۵

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے اس آدمی کو یہ دعا سکھلائی۔ اور عمومی فائدے کے لیے آپ نے خود اس کے لیے دعا نہیں فرمائی اسی وجہ سے سلف و خلف سب لوگوں نے اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے اس دعا کو استعمال کیا۔

اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کی جائے اور حضور ﷺ کی ذات کو وسیلہ بناتے ہوئے اس کی بارگاہ میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا جائے تاکہ مقصود کا حصول آسان ہو جائے اس کے ساتھ ساتھ دعا کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھے کہ کام کرنے والی ذات باری تعالیٰ با اختیار ہے اور اس پاک ذات کی توجہ اسباب سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی ذات سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ذات سے توسل جائز ہے اس بات سے قطع نظر کہ اندھے کی دعا حضور علیہ السلا کی دعا سے قبول ہوئے یا اس کے اپنے دعا کرنے سے ہمارے لیے تو حضور علیہ السلام کی یہ دعا ماثورہ ایک واضح دلیل ہے اور اس حدیث مبارکہ کی صحت پر حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا اتفاق ہے۔

اسی طرح فاطمہ بنت اسدؓ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی والدہ محترمہ تھیں اور انھوں نے حضور علیہ السلام کی بھی پرورش فرمائی تھی جب آپؓ وفات پا گئیں آپ ﷺ تشریف لے گئے فرمایا۔

رَحِمَکَ اللّٰہُ یَا اُمِّی بَعْدَ اُمِّی.

اللہ تجھ پر رحم فرمائے اے میری ماں (آمنہؓ) کے بعد ماں اور اس کے بعد آپ نے کفن کے لیے اپنی چادر عطا فرمائی اور قبر کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لحد آپ نے اپنے دست مبارک سے بنائی۔

پھر اس میں لیٹ گئے اور یوں دعا فرمائی۔

Marfat.com

اَللّٰہُ الذِی یُحییٖ وَھُوَ حَیّ'' لاَ یَمُوتُ اَغفِرلاُ مِیٖ فَاطِمہ بِنتِ اَسَدُ وَوَسَّعَ عَلَیھَا مَدخَلَھَا بَحقِ نَبِیکَ والاَنبِیَاءِ الذِینَ مِنْ قَبلِیٖ فَانَکَ اَرحَمَ الَرَاحِمِینَ.۷

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے اس پر موت نہیں ہے اے میرے اللہ میری ماں ۸ کو معاف فرمادے اس پر ان کی قبر کو کشادہ فرمادے اپنے نبی کے صدقے اور ان انبیاء علیہم السلام کے صدقے جو مجھ سے پہلے گزر گئے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے''۔

مذکورہ حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ایک کے وہ روح بن صلاح ہے جب کہ اس کے بارے میں حاکم فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے اسی طرح ابن حبان نے اسے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے یہ حدیث مبارکہ اس بارے میں نص ہے کہ وسیلے کے سلسلے میں زندہ ومیت میں کوئی فرق نہیں ہے اس بات کی بھی وضاحت ہوگئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے توسل درست ہے۔

ایک حدیث مبارکہ حضرت ابوسعید الحدری سے مروی ہے۔

جس میں حضور علیہ السلام کی طرف سے ایک دعا پڑھنے کے لیے فرمایا گیا ہے اس کے کچھ الفاظ یوں ہیں۔

اَللّٰھُمَ اِنِی اَسَالکَ بِحَقِ السَائِلِینَ عَلَیکَ.۹

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے''۔

یہ حدیث تمام مسلمانوں کے وسیلے سے سوال کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے ،خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔

اس حدیث طیبہ میں ابن فوفق اپنی سند میں ابن مرزوق سے منفرد نہیں ہیں اور

---

۷ البخاری۔شرح القسطلانی (2-348) مسلم شرح النوی فی ہامش القسطلانی (6-105)

۸ فاطمہ بنت اسد ۹ مسند امام احمد بن حنبل...... (۳۔۲۱) ابن ماجہ (۱۔۲۵۶)

Marfat.com

ابن مرزوق مسلمہ شخصیات میں سے ہے اور امام ترمذی نے ان سے متعدد احادیث میں مدد لی۔ انبیاء والصالحین خواہ زندہ ہوں یا مردہ۔ ان سے توسل وسیلہ امت مسلمہ کا معمول رہا ہے اور اس مسئلے پر ان کا اجماع صحیح ہے۔ اور بدعت ومذہبی خواہشات نفسانیہ کے ظہوور سے پہلے اس مسئلے پر کسی کا کوئی اختلاف ہماری نظروں سے نہیں گزرا توسل کی کئی صورتیں ہوتی ہیں لیکن سب کا مرجع ایک ہے اور وہ اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات ہے جس کی بارگاہ بیکس پناہ میں متوسل التجاء کرتا ہے اور سفارش کے لیے عرض کرتا ہے تاکہ دعا درجہ قبولیت تک پہنچ جائے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات واضح ہے کہ سفارش کے لیے عرض کرنے کا باب بہت وسیع ہے۔

Marfat.com

توسل کی پہلی صورت

اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی، اس کے کلمات الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء سے توسل

اللہ رب العزت کے اسماء و کلمات مبارکہ سے توسل کرنا بہت بڑی سعادت ہے اور اس میں انصاف پسند لوگوں کو کوئی اختلاف نہیں۔ ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اللھم اِنِی اَسأَلُکَ بِاسمِکَ الطَاھِر الطَیِّبُ المُبَارکُ الاحَبُّ اِلَیکَ الذِی اِذَا دُعِیت بہ اَجَبتَ واِذَا سُئلت بِہ اَعطَیتَ واِذَا استُرحِمتَ بِہٖ رَحِمتَ واِذا استفرجتَ بِہٖ اَفرَجتَ[1]

اور ایک حدیث جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے اور اسے عبدالملک نے بیان کیا۔

واَسأَلُکَ بِاسمِکَ اَلذِی بَثَثتَ بِہٖ اِرزَاقَ العِبَادِ واَسأَلُکَ بِاسمِکَ الذِیٓ وَضَعتَہ' عَلٰی الارَضِ فَاستَقَلَّتْ و اسأَلُکَ بااسمِکَ الذِیٓ وَضَعتَہ' عَلٰی السمٰواتِ فاستَقَلَّتْ و اَسأَلُکَ بِاسمِکَ الذِیٓ وَضَعتَہ' عَلٰی الجبال فَرَسَتْ و اسأَلُکَ بِاسمِکَ الطھر الطَاھر اَلاحَد اَلصَمَدُ الوِتر اَلمُنزَل فِیٓ کِتَابِکَ مِن لَدُنکَ مِنَّ النُورِ المُبِینِ واَسأَلُک بِاسمِکَ الذِیٓ وَضَعتَہ' عَلٰی النَھَارِ فَاستَنَارَ وعَلٰی اَلیلِ فَاظلَمَ وبِعَظمَتِکَ وَکِبریا ئِکَ وبِنُورِ وَجھِکَ الکَرِیمِ اَن ترزُقَنِی اَلقُرآنَ والعِلمَ بِہٖ وَتَخلِطہ' بِلَحمِیٓ ودَمِی وَسَمعِی وبَصَرِیٓ وتَستَعمِلُ بِہٖ جَسَدِیٓ بِحَولِکَ وقَوَّتِکَ فَاِنَّہ لاحَولَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِکَ یااَرحَمَ الرَاحِمِینَ[2]

---

[1] ابن ماجہ.........حدیث نمبر 3859 [2] ترمذی۔ ابوداؤد مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر 39487

Marfat.com

مشکوۃ المصابیح میں مہلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ بَیَّتَکُمُ العَدُوُّ فَلْیَکُنْ شِعَارُکُمْ "حٰمٓ" لَا یُنْصَرُوْنَ. [3]

"بے شک تمہارے گھروں میں دشمن ہیں تمہارا نشان (ورد) حٰمٓ ہونا چاہیے وہ تم پر فتح نہ پاسکیں گے"۔

یعنی جب تم اس مبارک اسم (حٰمٓ) کا ذکر کرو گے جو سات سورتوں کے آغاز میں ہے تو وہ دشمن تم سے کبھی جیت نہ سکیں گے۔

اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسماء حروف میں خفیہ راز اور اثرات رکھے ہیں اس جگہ پر ذکر اور تلاوت قرآن میں ہمیں آقا علیہ السلام کی پیروری کرنی چاہیے خواہ سمجھ آئے یا نہ آئے اسماء النبی ﷺ میں بھی بڑی برکات ہیں کیونکہ آپ کے خوبصورت اسماء بھی اپنے اندر بہت بڑی رحمتیں اور برکتیں رکھتے ہیں۔ ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیل" میں ایک باب لکھا کہ جب کسی آدمی کا پاؤں سن ہو جائے تو وہ کیا کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ ایسا آدمی آپ کے پاس آیا جس کا پاؤں سن ہو گیا تھا آپ نے اسے بتایا کہ اسم محمد ﷺ سے برکت حاصل کر واس نے ایسا ہی کیا تو اس کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

اسی کتاب میں انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت منقول کی ہے کہ ایک آدمی کا پاؤں سن ہو گیا اس نے پکارا "یا محمد ﷺ" پھر وہ فوراً کھڑا ہو گیا گویا اس کے پاؤں کی بیڑی کھل گئی اس کے علاوہ بھی احادیث اس باب میں ذکر کی گئی ہیں۔

جب آپ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے توسل کرنا درست ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام و مرتبہ بلند ہے۔ تو پھر آپ کی ذات بابرکات مقام و مرتبہ اور حق کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا کیوں جائز نہیں۔

---

[3] ترمذی۔ ابوداؤد مشکوۃ المصابیح...... حدیث نمبر 3948

Marfat.com

ظاہری بات ہے کہ جن اسماء گرامی کے ساتھ آپ مخصوص ہیں وہ آپ کی مقدس ذات میں صفات پائی جاتی ہیں۔ اور یہ انسانی حقیقتوں میں ایک ممتاز حقیقت ہے کہ آپ کی ذات اسم بامسمّٰی ہے ان اسماء کے کمال کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

جس طرح آپ علیہ السلام کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے بے حد و بے حساب عنایات سے نوازا ہے اس طرح آپ کو اسماء گرامی بھی خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنی صفات عالیہ اور اسماء حسنیٰ کا اولین مظہر بنایا ہے اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے اسماء مبارکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ایک خاص نسبت رکھتے ہیں (لیکن عبد و معبود کا فرق پیش نظر رہے) حضرت حسان بن ثابتؓ نے اسی مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ من اِسۡمِهٖ لِيَجْلِه .

فَذُو العَرشِ مَحۡمُوۡد" وَهٰذا مُحَمَّد".

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم گرامی سے حضور علیہ السلام کا نام مبارک بنایا تا کہ اسے عزت و شان عطا فرمائی جائے عرش کا مالک محمود ہے یہ محمد ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آذان میں بھی آپ کا نام مبارک اپنے نام پاک کے ساتھ ملایا۔

عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

يقول سبحانه و تعالىٰ اَنا اَلرَّحۡمٰنُ وهِيَ الرَّحِمُ اَشۡتَقَقۡتُ اِسۡمَهَا مِنۡ اِسۡمِي فَمَنۡ وَصَلَهَا وَصَلتُه، وَمَنۡ قَطَعَها قَطَعۡتُهٗ .[۴]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں رحمٰن (مہربانی فرمانے والا) ہوں اور وہ رحم (رشتہ داری) ہے میں نے اپنے نام سے اس کا نام بنایا ہے جس نے صلہ رحمی کی میں بھی اس کے ساتھ رابطہ رکھوں گا اور جس نے قطع رحمی کی میں بھی اس سے تعلق توڑ دوں گا اس سے معلوم

---

[۴] البخاری فی الادب المفرد۔ مسند امام احمد ابوداؤد ترمذی

Marfat.com

ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسماء گرامی عطا فرمائے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے راز رکھے اور اسماء الحسنیٰ حروف ،کلمات قرآنیہ اور صالحین کے وظائف کے رازوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

توسل کی دوسری صورت

متوسل بہ سے دعا کے لیے کہنا

مسلمانوں کا ایک دوسرے کے لیے دعا کرنا اس کے سامنے یا عدم موجودگی میں زندگی میں یا اس کے بعد شرعی طور پر یہ جائز ہے خواہ دعا کے لیے کہا جائے یا نہ کہا جائے۔اور یہ کتاب وسنت اور اجماع کی رو سے جائز ہے۔

قرآن کریم کی دلیل

انبیاء ورسل علیہم السلام کا اپنی اپنی امت کے لیے دعا کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے مثلاً سیدنا نوح علیہ السلام کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا اور مسلمانوں کا اپنے سے پہلے مسلمان بھائیوں کے لیے استغفار کرنا فرمان الٰہی ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاؤُ وَامِن بِعْدِ ھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِغْفِرْلَنَا وَلِاخوانِنَا الذِیْنَ سَبقُوْنَا بِالایْمَانِ وَلَا تَجْعَل فِیْ قُلوبِنَا غِلاً لِلذِینَ آمنُو ارَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُف رحیم[1]

"اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے۔جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کے لیے اے ہمارے رب بے شک تو روف رحیم ہے"۔

---

[1] سورہ الحشر..........آلایۃ (۱۰)

Marfat.com

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ ؎۲

''اور تعاون کرو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں''۔

آیت مبارکہ کی رو سے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کا تعاون ضروری ہے۔اسی طرح مصیبت زدہ، مریض۔ گناہ گار محتاج، کے لیے دعا کرنا، توفیق، کثرت مال کے لیے، بچے اور مقام ومرتبے کے لیے دعا کرنا یہ سب امور مدد میں شامل ہیں۔

علماء سیرت نبوی جانتے ہیں کہ حضور السلام نے مدد کے مختلف مراتب بیان فرمائے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد کے لوگ جانتے ہیں کہ مدد کرنے کی اقسام کتنی ہیں۔

سنت رسول ﷺ سے دلائل

سنت رسول ﷺ کی رو سے کسی کو دعا کے لیے کہنا جائز ہے جب حضرت عمر بن خطابؓ نے عمرہ کے لیے حضور علیہ السلام سے اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے یوں فرمایا۔

لَا تَنْسَنَا يَا اَخِىْ مِنْ دُعَائِكَ۔ ؎۳

''اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں مت بھولنا''۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''ساری دنیا کے مقابلے میں مجھے یہ کلمات زیادہ عزیز ہیں''۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت عمرؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اسے اویس کہا جاتا ہوگا یمن کو نہ چھوڑنے کی وجہ صرف اس کی (بوڑھی) ماں ہے۔اس کے اوپر برص کا داغ تھا اس نے اللہ

؎۲ ......سورہ المائدہ......... آلایۃ (۲) ؎۳ الترمذی سنن ابی داؤد بحوالہ دلیل (۳۔۳۱۸)

Marfat.com

تعالیٰ سے عرض کی تو برص ختم ہوگیا مگر ایک درھم کی مقدار باقی رہا۔ جو بھی تم سے اسے ملے تو اسے کہے میرے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرو" ایک روایت میں ہے کہ اسے کہو کہ وہ تمہارے لیے استغفار کرے۔ [۴]

حضرت محمد ﷺ دعا کے لیے اپنے صحابہ کرام سے اویس قرنیؓ کو وسیلہ بنانے کے لیے حکم ارشاد فرما رہے ہیں اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے نیک بندوں سے دعا کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے بلند مرتبہ والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے سے کم درجے والے کو دعا کے لیے کہے بے شک صحابہ کرام تابعین سے افضل ہیں اور اویس قرنیؓ افضل تابعین میں سے ہیں۔ [۵]

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

سَيَكُونُ فِی اُمَّتِی رَجُل" يُقَالُ لَهٗ اُوَيْس بن عبداللّٰه قرنی وَاَنَّ شَفَاعته فِی اُمَّتِی مِثْلَ رَبِيْعَة وَمُضَرَ۔ [۶]

"عنقریب میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام اویس قرنی بن عبداللہ قرنی ہوگا اور ان کی شفاعت سے میری امت کی اتنی تعداد کو معاف کیا جائے گا جتنا قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد یہ بھی صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو حکم فرمایا ہے کہ وہ ان کے لیے درود شریف کی طلب کرنے اور ان کیلئے وسیلہ کو مانگے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ [۷]

مزید فرمایا۔

فَاسْئَلُوا لِیَ الْوَسِيْلَة۔ [۸]

"میرے لیے وسیلے کا سوال کرو"۔

---

[۴] مسلم۔ شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۹۔۳۲۹) [۵] ایضاً [۶] ابن عدی فی الکامل۔ الجامع الصغیر (۲۔۵۹)
[۷] مسلم ترمذی بحوالہ دلیل العارفین (۷۔۲۲۱۔۳۲۳) [۸] ترمذی شریف نمبر (۳۶۱۶)

Marfat.com

یہ بات بھی درست ہے کہ جب قحط کا زمانہ آتا تو صحابہ کرامؓ بارش کی دعا کے لیے عرض کرتے تو آپ ﷺ دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ انھیں رحمت کی بارش عطا فرما دیتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب بھی قحط پڑتا تو وہ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے یوں دعا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ ﷺ فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ فَاسْقِنَا۔⁹

"یا الٰہی! ہم تیرے پیارے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے اب ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بنا رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما"۔

حضرت زبیر بن بکار اس واقعہ میں حضرت عباس کی دعا بیان کرتے ہیں۔

"اے ہمارے رب مصیبت ہمارے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور گناہوں سے توبہ پر وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے ساری قوم میرے وسیلے سے تیری جناب میں حاضر ہوئی ہے کیونکہ ہمارا تیرے پیارے نبی سے ایک خاص تعلق ہے یہ ہمارے گناہ آلود ہاتھ ہیں اور یہ ہمارے پیشانیاں ہیں جو توبہ کے لیے حاضر ہیں ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما"۔

پس آسمان پر بڑے بڑے بادل ظاہر ہوئے زمین پانی سے تر بتر ہو گئی اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔

یہ وسیلہ کے ظاہری مفہوم پر عمل ہے۔

وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔

بطور وسیلہ اس میں حضور ﷺ اور حضرت عباسؓ کی ذات بابرکات بھی شامل ہے اسی طرح جو بھی ان کے بعد بارش کے لیے دعا کرے اور آپ علیہ السلام کی ذات وسیلہ

---

⁹ صحیح البخاری .... حدیث نمبر ۱۰۱۰)

Marfat.com

بنائے یقیناً وہ نامراد نہ ہوگا۔

ایک شبہ کا ازلہ

حضرت عمرؓ نے بارش کے لیے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا اس سے کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ فوت شدہ افراد سے مدد لینا درست نہیں یہ سوچ غلط ہے کیونکہ بارش مانگنے کا انداز یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کو سب سے پہلے وہ ورضہ رسول ﷺ پر لے گئے اور وہاں پر جا کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ مین حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا کیونکہ ان کا آپ علیہ السلام کے ہاں بڑا مقام ومرتبہ ہے مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور کا علم ہوتا ہے۔

اول :۔ مسلمانوں کی اس طرف راہنمائی ہوتی ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام کو بارش کے حصول کے لیے وسیلہ بنانا درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے اسی طرح صالحین امت کو بھی اہم امور میں وسیلہ بنانا جائز ہے پھر خصوصاً حضرت عباسؓ کا تو حضور علیہ السلام سے قریبی رشتہ ہے۔

دوئم :۔ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اصل میں حضور علیہ السلام کی ہی ذات کو وسیلہ بنانا ہے کیونکہ دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

''ہم تیرے نبی علیہ السلام کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں''۔ یہ نہیں کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کو وسیلہ بناتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت یہ ایک بڑا اعزاز ہے یہ اضافت معنوی ہے اس میں مضاف کسی نسبت سے مشرف ہوتا ہے یہ بات علماء بلاغت سے مخفی نہیں ہے۔

سوئم :۔ حضرت عمرؓ کو کمزور ایمان والے مسلمانوں کے بارے میں فکر تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام جہانوں سے غنی ہے اگر وہ سب روضہ نبی ﷺ پر حاضر ہوتے اور حضور علیہ السلام کو وسیلہ بناتے تو ہوسکتا تھا بارش نہ ہوتی اور ان کے دلوں پر مایوسی چھا جاتی۔

چہارم :۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ وسیلہ کے مفہوم کو سمجھ لیں۔

Marfat.com

وابتغوا الیہ الوسیلہ۔

کی آیت مبارکہ میں وسیلہ کو صرف نیک اعمال تک محدود نہیں رکھ گیا ہے بلکہ یہ توسل کی باقی صورتوں کو بھی شامل ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ذات الہامی صفات کی مالک تھی کثیر احادیث میں وارد ہے کہ بہت سی آیات مبارکہ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق نازل فرمائی گئیں۔

پنجم :۔اہل بیت اطہار کی عزت وشرف کا اعلان مقصود تھا کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات سے خاندانی رابطہ وتعلق باعث عزت ہے اور خصوصاً حضرت عباسؓ تو رشتہ کے لحاظ سے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔

ششم :۔حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عباسؓ دعا مانگیں اور وہاں موجود لوگ اس پر آمین کہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں دعاؤں میں آمین جتنی زیادہ کہی جائے گی دعا اتنی ہی زیادہ قبول ہوگی۔

اور حضور علیہ السلام کی دعائیں اسی بات کی طرف راہنمائی کرتیں ہیں کہ فوت شدہ انبیاء کرام علیہم السلام سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے انشاء اللہ۔

ہفتم :۔حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اور آپ کی عزت کا خیال کرنا حقیقت میں حضور علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا حضور علیہ السلام حضرت عباسؓ کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح ایک بچہ اپنے والد کا کرتا ہے اے لوگو تم بھی حضور علیہ السلام کی اقتداء کرو اور انھیں اللہ کی جناب میں وسیلہ بناؤ۔

اعتراض :۔کسی دوسرے آدمی سے دعا کے لیے کہنے میں کیا راز ہے جب کہ اللہ جل شانہٗ سننے والا، قریب، قبول فرمانے والا ہر دعا کرنے والے کو سننے والا اور جب چاہے دعا کو

Marfat.com

قبول فرمانے والا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیب اُجِیبُ دَعْوَۃَ الْدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیستجیبوا الی ولیؤمِنُوا بِیْ.[1]

''اور جب پوچھیں آپ سے (اے میرے حبیب) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں قبول کرتا ہوں دعا، دعا کرنیوالے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے پس انھیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان لائیں مجھ پر''۔

جواب:۔ دوسرے آدمی سے دعا کرانے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

تواضع وانکساری:۔ دعا مانگنے والا انسان تواضع اور عاجزی کی وجہ سے خود دعا نہیں مانگتا اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں اور وہ اپنے رب کے سامنے شرمندہ ہے اس لیے وہ کسی سے دعا کے لیے کہتا ہے۔ اور یہی مخلصین کی نشانی ہے۔

اجتماعی دعا اور تعاون:۔ آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ اس بات کی طرف راہنمائی کرتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اجتماعی دعا اور نیکی کے کاموں میں باہمی تعاون کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ ہے اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خوب برستی ہے۔

مقبولان بارگاہ الٰہی سے دعا کرنا:۔ دوسرے سے دعا کرانے والا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انسان کو بعض پر فضیلت دی ہے اور یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے پس یہ فرمان الٰہی۔

تِلْکَ الرُّسُل فَضَّلْنَا بِعْضَھم عَلٰی بَعْضٍ.[2]

یہ سب رسول۔ ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر اسی طرح یہ فرمان کہ

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا

---

[1] سورہ بقرہ .... آلآیۃ (۱۸۶) [2] سورہ بقرۃ .... الآیۃ (۲۵۳)

Marfat.com

وعَمِلُوا الصَالِحَاتِ سَوَاء" مَحيَاهُمْ ومَمَا تُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ.۳

''کیا خیال کر رکھا ہے ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا کہ ہم بنادیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان کا جینا اور مرنا بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں''۔

اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کے ساتھ فضائل و کمالات مختص ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہوتا ہے۔ پس ایک پریشان مسلمان ایک ایسی ذات کو تلاش کرتا ہے جو اس مقدس بارگاہ میں مقبول ہوتا کہ اس کی دعا کے ساتھ اپنی دعا کو ملائے اور اس نیک بندے کے وسیلہ سے اس کی دعا قبول ہو کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں پڑھا کہ۔

وَلَو انهم اِذْ ظَلَمُوْا اَنفُسَهُمْ جَا ؤُوکَ فاسْتَغْفَرُوْ االلّٰهَ وَاِسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَسُوْلُ لَوَ جَد وا اللّٰهَ تَوَابًا رَحِيمًا.۴

''اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا، نہایت رحم کرنے والا''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے استغفار کو مومنین کے استغفار کی طرف مضاف کیا ہے تا کہ آپ علیہ السلام کے استغفار کی برکت سے وہ دعا ضرور قبول ہو اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے یوں بھی فرمایا ہے۔

وانِّی لَغفار" لِمَنْ تَابَ.۵

''بے شک میں معاف کرنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے''۔

مزید فرمایا

۳۔ سورہ بقرہ .... الایۃ (۲۵۳) ۴۔ سورۃ النساء .... الایۃ (۲۱)

۵۔ سورہ طہٰ .... آلایۃ (۵۳)

Marfat.com

قُلْ يَا عِبادِی الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُالذُّنُوبَ جَمِیْعًا.[6]

''آپ فرما دیجئے! اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو، بلاشبہ وہی بہت بخشنے والا ہے''۔

حضور ﷺ سے حدیث قدسی منقول ہے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

لا یزال عبد یتقرب الی بالنوافِل حتی أحِبُّه فاذا اَحْبَبْتُه' کُنْتُ سَمعه: الذی یسمع به بصره الَّذِی یَبْصُر بِهٖ ویده' التی یَبْطِش بِهَا و رِجْلَه' التی یَمْشی بِهَا وان سألَنِیْ اَعْطَیْتُه' وإن اِسْتَعَازنِی لاُعِیْذَ نَه'.[7]

''میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو ضرور پناہ دیتا ہوں''۔

(اس حدیث کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے) جب ایک آدمی گمان کرے یا یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں آدمی نیک ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے تو وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اسے دعا کے لیے عرض کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمالے۔

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رُبَّ اَشْعَثٍ مَدْفُوْعٍ بالاَبْوابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّه'.[8]

---

[6] سورہ الزمر.................. الاٰیۃ (۵۳)   [7] بخاری شریف شرح القسطلانی......(۹۔۳۸۹)

[8] مسلم شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰۔۳۰۵)

Marfat.com

"کتنے آدمی ایسے ہیں جو خاک آلود ہوتے ہیں کسی کے دروازے پر جائیں تو دھتکار دیئے جائیں لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کرتا ہے"۔

پس لوگوں کا صالحین کے پاس جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مقبولان خدا ہیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

اَرْجَی الدَعْواتِ دَعَا الاخِ لاخِیہ بِظَھرِ الغَیبِ۔[9]

سب سے زیادہ مقبول دعا وہ ہے جو ایک بھائی دوسرے بھائی کی عدم موجودگی میں کرتا ہے۔

پس اگر ایک مصیبت زدہ آدمی اپنے بھائی سے دعا کے لیے کہے اور وہ اس کی عدم موجودگی میں ایسی دعا کرے جو پر خلوص ہو تو اللہ تعالیٰ جو کریم بھی ہے اور سخی بھی ضرور قبول فرماتا ہے۔

مسلمانوں کا طریقہ کار ہے کہ وہ ایک دوسرے سے دعا کے لیے کہتے رہتے ہیں خصوصی طور پر بھی اور عمومی طور پر بھی ایک دوسرے کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

توسل کی تیسری صورت

پسندیدہ ہستیوں سے توسل

توسل کی یہ تیسری صورت، توسل کے باب میں اصل ہے کیونکہ ہر قسم کی فضیلت ،اعزاز، نیک اعمال اور عزت یہ سب امور پسندیدہ شخصیات سے ہی صادر ہوتے ہیں اور اس بات کا علم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔

قُلِ الحمدُ لِلّٰہِ و سَلامٌ عَلٰی عِبادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔[1]

"فرمادیجئے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سلامتی ہے اللہ کے بندوں پر جن کو اس نے چن لیا"۔

---

[9] مسلم شریف شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰۔۱۶۰)   سورہ النحل.........آلایۃ (۵۹)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ۔

وانھم عِندَ نَا لَمن اَلمُصطَفَینَ الاَ خیَارِ .۲

اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہت بہترین لوگ ہیں ایک جگہ پر یوں فرمایا۔

وَکَانَ عِندَ اللّٰہِ وَجِیھًا .۳

اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آبرو والے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم روف رحیم ﷺ کے بارے میں یوں فرمان ہے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّ بَھُم وَاَنتَ فِیھِم .۴

''اور اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہوں''۔

عقل مند آدمی چنے ہوئے افراد کی عمدہ صفت سے پہلے ان کی پسندیدہ ذات کو ملاحظہ کرتا ہے اور باذوق آدمی پہلے صفات کو دیکھتا ہے اور ان صفات سے ذات کی بلندی کا اندازہ لگاتا ہے ذات اصل ہے اور وصف فرع ہے۔ اور اس توسل کی صورت یہ ہے کہ دعا مانگنے والا یوں مانگے ''یا الٰہی میں تیری جناب میں تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ یا فلاں تیرے پیارے بندے کو وسیلہ بناتا ہوں تاکہ تو میری حاجت پوری فرمادے۔

اندھا آدمی جو آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا اسے بھی تو اسی طرح دعا سکھلائی گئی۔

اللھم انی اتوسل الیک بنبیک محمد ﷺ (اے اللہ میں تیری جناب میں تیرے نبی محمد ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں) اور حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بناتے ہوئے بارش کے لیے یوں دعا فرمائی۔

اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ فَاسقِنَا .۶

---

۲ سورہ ص .... آلایۃ 47) ۳ سورہ الاحزاب .... آلایۃ (69) ۴ سورہ الاحزاب ...... آلایۃ (۶۹)

۵ اخرجہ حاکم فی المستدرام (1-526) قال صحیح کاشرط البخاری) ۶ بخاری شریف حدیث نمبر (1010)

Marfat.com

''اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کو تیری جناب میں بطور وسیلہ لائے ہیں ہم پر بارش نازل فرما۔''

اسی طرح سیدنا معاویہؓ نے حضرت زید بن الاسودؓ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا۔

اَللّٰھُم انا نستسقی بَخِیرنا و افضلنا اللھم انا نستسقی بِزَیدِ بنِ الاَ سُوَدُ.

''اے ہمارے رب ہم تجھ سے رحمت کی بارش کا سوال کرتے ہیں اس آدمی کے صدقے جو ہم میں سے بہتر اور افضل ہے، الٰہی زید بن اسود کے صدقے ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما''۔

ان کی دعا بھی سیدنا عباسؓ کی دعا کی طرح ہے۔

نفوس قدسیہ سے توسل زندگی میں اور بعد از وفات دونوں طرح جائز ہے کیونکہ ان ہستیوں کی برکت پاکیزگی، مقام و مرتبہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے کیونکہ جب یہ ہستیاں ظاہری طور پر وفات پا جاتی ہیں تو ان کی ارواح عمدہ نعمتوں، ہمیشہ رہنے والی عزت اور پاکیزگی سے لطف اندوز ہوتی ہیں اور اب ان کے دل پہلے سے بھی زیادہ روشن اور منور ہو جاتے ہیں۔

گوشت، خون، پٹھوں اور ہڈیوں سے وسیلہ نہیں پکڑا جاتا بلکہ ان بزرگوں کے مقام و مرتبہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے جن کا رتبہ شہداء سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ شہداء کے بارے میں فرماتے ہیں۔

لا تَحسَبَنَ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سبیلِ اللّٰہ امواتا بل احیاء عندربھم یرزَقُونَ فرِحِینَ بِمَا آتاھم اللّٰہ من فَضلِہ ویَستَبشِرُونَ بالذین لَم یَلحقُوا بھم من خَلفِھِمُ آلاخوف علیھم وَلاَ ھُم یَحزَنُونَ. ؎

؎ سورہ آل عمران.........آیت (۱۶۹-۱۷۰)

Marfat.com

''اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایات فرمائی ہیں انھیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آ ملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

جب شہداء کرام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت دین اور جہاد کے صلے میں یہ بلند مقام عطا فرمایا ہے تو جو ذات صاحب دین علیہ السلام اور سید المرسلین علیہ السلام ہے اور آپ کے صحبت یافتہ صحابہ کرامؓ ہیں تو ان تمام مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کیوں نہ یہ تمام درجے عطا فرمائے ہوں گے۔

توسل کی چوتھی صورت

اعمال صالحہ اور ان کی یاد سے توسل

اعمال صالحہ کو یاد کر کے ان سے توسل کرنا جائز ہے جیسا کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث ابن عباس سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی جو سفر میں تھے کہ بارش آ گئی۔ انھوں نے غار میں پناہ لی۔ چند لمحوں بعد غار کا منہ ایک بڑے پتھر سے بند ہو گیا۔ ہر ایک نے اپنے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بطور وسیلہ پیش کیا اور کہا۔

اَللّٰھم اِنْ کُنْتُ فَعلتُ ذٰلک اِبْتِغَاءَ وَجھک فَفَرِّجْ عَنا مَا نَحْنُ فِیہ۔[1]

''اے ہمارے رب! اگر میں نے وہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما''۔

وہ تینوں رب غفور رحیم سے دعائیں کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ

---

[1] متفق علیہ

Marfat.com

چٹان ان کی غار سے دور کردی اور وہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ نیک اعمال اور نیک لوگوں سے توسل کرنا ایک جائز عمل ہے کیونکہ اس توسل کا مقصدو مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ کے ذریعے اس کی اطاعت اللہ کو بڑی پسند ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ ''دو یتیم بچوں کی دیوار سیدھی کردو جن کا باپ نیک تھا'' یہ اس کریم ذات کا اس نیک آدمی اور اس کی اولاد کے ساتھ کرم کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا ذکر یوں کیا۔

وهو يتولى الصالحين.۲

''اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی''۔

اس سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ بندہ مومن کے لیے برکت اور عزت کا سبب ہیں یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب متوسل عرض کرتا ہے یاالٰہی میری حاجت کو حضور علیہ السلام کے اخلاص کے صدقے پورا فرما۔ یا اس شہید کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوئی قربانی کے صدقے کرم فرما ۔یا قرآن پاک کے پڑھنے والوں اور حفاظ کی کوششوں کے صدقے مہربانی فرما۔ یا احادیث طیبہ کی خدمت کرنے والوں کی برکت سے یا مجتہدین کی شرعی احکام کی وضاحت کے لیے کوشش کے صدقے یا ان سچے لوگوں کے صدقے جنہوں نے اپنے وعدے پورے کیے۔

اس قسم کے توسل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے کیا اس طرح کا وسیلہ پکڑنے والا خائب و خاسر رہتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ متوسل پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کی حاجت کو پورا فرمادیتے ہیں۔

یہ کوئی انوکھا طریقہ کار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ سنت ہے اللہ تعالیٰ ہمارا حشر ایسی نیک ہستیوں کے ساتھ کرے اور ان کے نیک اعمال اور قوت اخلاص کے صدقے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔

---

۲ سورہ الاعراف............ آلایۃ (۱۹۶)

Marfat.com

توسل کی پانچویں صورت

اللہ تعالیٰ کے جناب میں انبیاء ومرسلین اوراولیاء کے ''حق'' سے توسل کرنا

توسل کی یہ قسم زندہ اورفوت شدہ بزرگوں کے حق سے توسل کرنے اوران کے حق سے شفاعت کے طلب کرنے پر مشتمل ہے۔یادرہے کہ یہاں حق اس مفہوم میں نہیں جوعموماً سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے ذمہ کسی کا حق دیناواجب نہیں ہے اورنہ ہی اس پرکسی کا کوئی حق واجب ہے وہ ہرکام میں خودمختار ہے یہاں حق سے مرادوہ عزوعظمت ہے جواللہ تعالیٰ محض اپنے فضل ومہربانی سے کسی کوعطافرماتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ[1]

''لازم کرلیا ہے تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے آپ پررحمت فرمانا''۔

اس طرح فرمایا۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ[2]

''اورہمارے ذمہ کرم پر ہے اہل ایمان کی امدادفرمانا''۔

یہ توسل نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اورآپ نے اپنے صحابہ کرام کواس کا حکم بھی ارشادفرمایا نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ.

''یاالٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے''۔

ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

جوگھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اوریوں کہا۔

---

[1] سورہ الانعام.........آلایۃ (۵۴) [2] سورہ الروم.........آلایۃ (۴۷)

Marfat.com

اَللّٰھُم اِنّی اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذا اِلَیْکَ فَاِنّی لَمْ أَخْرُجْ اَشَرًا وَلاَ بَطَرًا وَلاَ رِیَاءً لاَ سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ فاسألُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لاَ یَغْفِرُ لَہٗ اِلاَّ انت اقبل اللّٰہُ بِوَجھِہٖ علیہ والستغفر لَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْف'' ملک۔ ۳؎

''یاالٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں میرا تیری طرف چل کے آنے کے صدقے، میرے نکلنے کا مقصد شر، غرور، ریاکاری یا شہرت نہیں میں صرف تیری ناراضگی سے ڈرتے ہوئے نکلا اور تیری رضا کا طلب گار رہوا۔ میں تجھ سے آگ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تو میرے گناہ معاف فرمادے تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا''۔

''اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں'' اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے جامع الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اسی حدیث کو ابن السنی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت بلالؓ (جو موذن رسول ﷺ تھے) سے روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نماز کے لیے نکلا کرتے تو یوں فرماتے۔

بسم اللہ اٰمَنْتُ باللّٰہِ وتوکلتُ عَلَی اللّٰہ ولاَ حَوْلَ ولاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ اللّٰھُم اِنّی اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وبِحَقِّ مَخْرَجِیْ ھٰذَا فَاِنّی لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا ولاَ شَراً وَلاَ رِیَا وَلاَ سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَاِتِّقَاءَ سُخْطِکَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَتُدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ۔ ۴؎

''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ پر ایمان لایا میں نے اسی پر بھروسہ

۳؎ مسند امام احمد آلایۃ (۳۔۲۱) ۴؎ لا ذکار میں نوری نے کیا روایت کیا اور اسے ضعیف کہا ہے ص ۳۳
ابن السنی۔ عمل الیوم واللیلۃ حدیث نمبر ۸۳

Marfat.com

کیا اللہ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے میرے اس نکلنے کے صدقے میں غرور، شر، ریا کاری یا شہرت کے لیے نہیں نکلا میں تیری رضا کے لیے نکلا ہوں۔ تیری ناراضگی سے ڈرتے ہوئے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آگ سے مجھ بچا اور جنت میں مجھ داخل فرمادے۔

اس حدیث کو البیھقی نے کتاب الدعوات میں اس حدیث کو ابی سعید نے سے روایت کیا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ذی شان ''بحق السائلین علیک'' اس بات پر نص ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں کے حق سے سوال کرنا جائز ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ اسی طرح متوسل کا اپنی ذات کے صدقے اور اعمال کے صدقے سے اپنے رب سے عرض کرنا جائز ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْکَ۔

''یا الٰہی تیرے راستے میں اٹھتے ہوئے میں اپنے ان قدموں کے صدقے تجھ سے سوال کرتا ہوں''۔

جب حق بمعنی عزت، مقام اور مرتبہ ہوا تو ان سے توسل کرنا بھی جائز ہو گیا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کثیر طرق سے روایت کی گئی ہے جو زندہ وفوت اولیاء کرام کے حق عزت ومقام کے صدقے سے سوال کرنے کے جواز پر دلالت کر رہی ہے اسی طرح اپنے عمل سے بھی توسل جائز ہوا۔ تابعین تبع تابعین اور بعد میں آنے والے لوگ حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق نماز کے لیے نکلتے ہوئے اس دعا کو پڑھتے رہے ہیں۔

اسی طرح کے توسل کے بارے میں طبرانی نے ''الکبری اور الاوسط'' میں اور ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ان تمام نے اس کو صحیح حدیث فرمایا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے جب حضرت فاطمہ بنت اسدؓ وفات

Marfat.com

پا گئیں انھوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پرورش کی تھی اور انہیں آپکی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا یہ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ تھی۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے میری ماں (آمنہ) کے بعد آپ علیہ السلام نے ان کے محاسن بیان فرمائے اور کفن کے لیے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور قبر کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا جب لحد تک پہنچ گئی تو اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے گڑھا کھودا۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ اس قبر میں لیٹ گئے اور یہ فرمایا۔

اَللّٰہ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وھُوَحَیّ" لا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لامی فَاطِمه بِنْتِ اَسَد وَسِعْ عَلَیْھَا مَدْ خلَھَا بِحَقِ نَبِیِّکَ وَالاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ [۵]

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ خود زندہ ہے موت اس کے اوپر نہیں آئے گی یا الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو معاف فرما۔ اس پر اس کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی کے صدقے اور میرے سے پہلے انبیاء کے صدقے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے"۔

اور ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا۔ اور ابونعیم نے "الحیلۃ" میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ جسے جلال الدین سیوطیؒ نے جامع الکبیر میں بیان فرمایا ہے دلائل النبوت میں امام بیہقیؒ نے صحیح اسناد کے ساتھ ایک روایت بیان فرمائی ہے دلائل النبوت کے بارے میں حافظ ذہبی کا یہ قول پیش نظر رہے انھوں نے فرمایا اس میں "ہدایت اور نور" ہے حضرت عمرؓ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔

---

[۵] اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ دیکھئے مجمع الدوائد (۹۔۲۵۶۔۲۵۷) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (۳۔۱۲۱)

Marfat.com

یَا رَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا مَاغَفَرْتَ لِیْ.

''یارب العزت میں تجھ سے محمد ﷺ کے صدقے معافی کا طلب گار ہوں''۔

یَا آدَمُ کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّداً وَلَمْ اَخْلُقْهُ.

''اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جب کہ میں نے انھیں پیدا بھی نہیں کیا''۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر یہ لکھا دیکھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

میں نے جان لیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام سے لکھا ہے یقیناً وہ تیرا سب سے پسندیدہ بندہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا۔ وہ مجھے کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے جب تو نے اس کے صدقے سوال کیا ہے تو میں تجھے معاف کرتا ہوں اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ [٦]

اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اسے صحیح حدیث کہا ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

وَهُوَ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِکَ.

''وہ تیری نسل میں آخری نبی ہوگا''۔

اور اسی قسم کے توسل کی طرف اشارہ کیا ہے امام مالکؒ نے بنو عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کو جب وہ حج کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آیا۔ اس نے امام مالک سے سوال کیا جب آپ مسجد نبوی میں حاضر تھے اے ابو عبد اللہ یہ تو بتایئے میں قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا حضور علیہ السلام کی طرف منہ کر کے مانگوں امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے منہ کو مت پھیرو کیونکہ یہ تیرا وسیلہ

٦۔ المستدرک کم ....(٢-٦١٥) تاریخ دمشق لابن عساکر

Marfat.com

ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ اپنا چہرہ ان کی طرف پھیر اور انسے شفاعت کا طلب گار بن تب اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَو اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسھُمْ جَاؤُ وکَ فَاسْتَغْفَرُو اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَابًا رَحِیْمًا۔

''اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا پاتے''۔

اس واقعہ کو قاضی عیاض نے الشفا شریف میں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام سبکی نے اسے اپنی کتاب ''شفاء السقام فی زیادۃ خیر الانام'' میں ذکر کیا ہے۔

السید السمہودی نے ''خلاصہ الوفا'' میں روایت کیا ہے۔

علامہ القسطلانی اسے ''المواھب اللدنیہ'' میں بیان کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے ''تحفۃ الزوار'' اور الجوہر المنظم بالمنتظم'' میں اسے بیان فرمایا کہ یہ روایت امام مالکؒ سے روایات صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ جس میں کوئی طعن نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے مواھب کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن فہد نے اس روایت کو عمدہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے قاضی عیاض نے الشفاء میں جن اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے وہ تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں کوئی جھوٹا نہیں ہے۔ اس گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کا رد کیا جائے جسے اس روایت پر یقین نہ ہو اور اس کا بھی رد ایت کیا جائے جس آدمی نے یہ کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک قبر انور کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے اس کی یہ بات بھی غلط ہے۔

توسل کی چھٹی صورت

اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات کو وسیلہ بنانا

Marfat.com

آپ ﷺ کے تبرکات کا وسیلہ جائز اور درست ہے کیونکہ آپ کے سامنے یہ عمل ہوا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور اسی طرح آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی یہ عمل جاری رہا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی نشانیوں کو مخصوص فرما دیا ہے۔ جس کو آپ نے چھو لیا از راہ کرم کسی کے ساتھ خاص برتاؤ کیا ان سے تبرک اور نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ اسماء بنت ابوبکرؓ نے ایک طیالسی جبہ نکالا اور فرمایا نبی کریم ﷺ یہ جبہ پہنا کرتے تھے پس ہم اس کو دھوتے ہیں اور اس کا دھون مریض کو پلاتے ہیں۔ جس سے وہ شفایاب ہو جاتے ہیں بعد میں ایسا ہی ہوتا رہا اور لوگ شفایاب ہوتے رہے''۔

قاسم بن مامون کے غلام کے پاس نبی کریم ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا وہ اس میں پانی ڈال کر مریضوں کو پلاتے جس سے وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وضو فرماتے تو صحابہ کرامؓ وضو کے پانی پر جھپٹ پڑتے اور آپس میں ایک دوسرے سے پانی کے حصول کے لیے جھگڑتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کا کوئی بال نیچے نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اس کو تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ لیے بلکہ حضور علیہ السلام نے خود صحابہ کرام میں سے حضرت ابوطلحہ کی ڈیوٹی لگا دی کہ جب میں بال کٹوایا کروں تو میرے بال صحابہ کرام میں تقسیم کر دینا تاکہ وہ ان سے تبرک حاصل کریں۔[1]

ابو جحیفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بطحاء کی طرف نکلے آپ نے وہاں وضو فرمایا پھر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ادا فرمائی لوگ کھڑے ہوئے اور آپ علیہ السلام سے ہاتھ ملا کر انھیں اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر ملنے لگے ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کے دست مبارک پر اپنا چہرہ رکھ دیا میں نے محسوس کیا کہ وہ

---

[1] صحیح البخاری..... شرح القسطلانی (۶۔۲۹)

Marfat.com

برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا اسے امام بخاریؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کیا ہے حدیث کے الفاظ۔

یَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهُهُمْ.

''کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھرلیا''۔اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فضیلت بزرگ اور اولیاء کرام کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شرعاً جائز ہے ورنہ آپ منع فرمادیتے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس آدمی کا علاج فرماتے جس کو پھوڑا یا زخم وغیرہ ہوتا۔اس طرح کہ آپ علیہ السلام اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھ دیتے پھر اسے یوں ارشاد فرماتے ہوئے اٹھا لیتے تھے۔

بسم اللّٰہ تُربَة'' ارضِنَا بِرِیقَة'' بَعْضُنَا یشفی سَقِیمَنَا بِاذْنِ رَبِّنَا.[۲]

''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں ہماری زمین کی مٹی ، ہمارے بعض کے تھوک سے ہمارے بیماروں کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء ہوتی ہے''۔

یعنی ہماری زمین کی مٹی ہم سے بعض کے تھوک سے گوندھی ہوئی ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی انگلی مبارک پر تھوک مبارک لگاتے پھر اسے زمین پر رکھ دیتے تاکہ مٹی اس کے ساتھ لگ جائے۔پس آپ اس مٹی والی انگلی کو اس مرض والی جگہ پر لگاتے اور پھر یہ ارشاد فرماتے جب آپ علیہم السلام اس مریض پر مسح کررہے ہوتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام مبارک سے برکت حاصل ہو۔مزید تفصیلات کے لیے مشکوۃ کی شرح ملاحظہ ہو۔

سیرت رسول عربی ﷺ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ آپ کے تبرکات اور نشانیوں سے دم کیا گیا۔آپ علیہ السلام کا پسینہ ، خون ،لعاب، کپڑے اور آپ کی رہائش

---

[۲] مسلم شریف......شرح النووی (۹_۶۲) سنن ابی داؤد......(۲_۳۳۹)

Marfat.com

گاہیں جن کو آپ نے مشرف فرمایا ان تمام اشیاء سے امت کے صالحین نے بطور تبرک استفادہ کیا۔

آپ علیہ السلامﷺ کی ریش مبارک کے بال مسلمان حکمرانوں کے پاس بطور تبرک محفوظ رہے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے بادشاہ اکثر انہیں اپنے خزانوں میں رکھتے تھے۔

بعض موئے مبارک کردستان میں اب بھی موجود ہیں ہمارے سامنے کئی دفعہ قحط پڑا اور بارشیں کم ہو گئیں تو ان موئے مبارک کو خاص صندوق سے نکالا گیا ہم سب اس کے گرد اکھٹے ہوتے اور حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھتے اور ان موئے مبارک سے وسیلہ پکڑتے پس بارش نازل ہوتی تھی۔

بعض اوقات جب مسلمانوں کے قریبی علاقوں میں دشمن کا خوف بڑھ جاتا تھا تو وہ ان موئے مبارک کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کے تبرکات سے توسل کرنے سے مسائل اللہ کے فضل سے حل ہو جاتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ تو آپ نے پڑھی ہوگی۔

اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا۔ ۳

"(حضرت یوسف علی السلام نے بھائیوں سے فرمایا) میری یہ قمیض لے جاؤ پس اسے میرے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے"۔

توسل کی ساتویں صورت

دم اور تعویذ سے توسل کرنا

شرعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ دم کا پڑھنا اور تعویذ کا لکھنا نفع دیتا ہے اور یہ ان عمومی اسباب میں سے ایک سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ بخاری شریف

۳۔ سورہ یوسف............ آلایۃ (۹۳)

Marfat.com

اور دوسری کتب احادیث سے اس بات کی طرف راہنمائی ملتی ہے کہ سورہ فاتحہ اور معوذتین کو پڑھ کر دم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ دم کرنا جائز ہے اسی طرح سے ان دعائے ماثورہ کو بطور دم پڑھنا جائز ہے جو حضور ﷺ سے منقول ہیں اس کے علاوہ وہ دعائیں اور دم جو صالحین امت سے منقول ہیں اگر وہ شرک سے پاک کلمات ہیں تو ان کا پڑھنا اور دم کرنا جائز ہے۔[1]

وہ حدیث طیبہ جو شرعی دم اور غیر شرعی دم کی وضاحت کرتی ہے۔ وہ خارجہ بن الصلت ؒ سے روایت ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جب واپس اپنے قبیلے کی طرف جا رہے تھے تو آپؓ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ اس میں ایک پاگل آدمی تھا جسے انھوں نے لوہے کی زنجیروں سے باندھ رکھا تھا انھوں نے ان سے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (حضرت محمد ﷺ) بھلائی کو پھیلانے والے ہیں کیا تمہارے پاس کوئی ایسی شے ہے جس سے اس پاگل کا علاج کیا جا سکے۔ یہ کہتے ہیں میں نے اسے سورہ فاتحہ کا دم کیا اور تین دن تک صبح شام اسے دم کرتا رہا پس وہ آدمی ٹھیک ہو گیا۔ قبیلے والوں نے مجھے دو سو بکریاں دیں میں ان بکریوں کو لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور تمام صورتحال سے آپ کو آگاہ کیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

خُذْهَا فَلَعُمْرِیْ مَنْ اَکَلَ رُقْیَۃَ بَاطِل " فَقَدْ اَکَلْتَ رُقْیَۃِ حقٍ.[2]

"اس معاوضے کو لے لو مجھے اپنی عمر کی قسم جس نے (باطل شرکیہ) کا معاوضہ کھایا وہ حرام ہے تو نے جو معاوضہ کھایا ہے وہ حلال دم کا کھایا ہے جو جائز ہے اس حدیث کو امام احمد بن حنبل ؒ اور ابو داؤد ؒ نے روایت کیا ہے۔

ابو داؤد ؒ کے الفاظ کچھ یوں ہیں "تین دن اور رات صبح و شام جب بھی وہ دم

---

[1] نیل الاوطار............(۸_۲۳۹) [2] ابو داؤد............(۲_۳۳۹_۳۴۱)

Marfat.com

کو ختم کرتا وہ اپنی تھوک اکٹھی کرتا پھر اس کے اوپر پھیلا دیتا'' ابن ابی حرہ نے کہا کہ تھوک کو دم کرنے کے بعد پھیلاتا تھا تاکہ اعضا میں بھی تلاوت کے مبارک اثرات سرایت کر جائیں۔

اور حضور علیہ السلام کا یہ قول کہ ''بزقیة باطل'' اس کا مفہوم یہ ہے وہ کلام جس میں شرکیہ کلمات استعمال کیے گئے ہوں وہ حرام اور مکروہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ کلام جو شرکیہ کلمات سے پاک ہو اس سے دم کرنا جائز ہے۔

اسی بات کی تائید حضرت ابو سعید الخذریؓ کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ سفر کی حالت میں تھے ہماری تعداد 30 کے قریب تھی جب وہ ایک عرب قبیلے کے پاس سے گزرے تو انھوں نے اس قبیلے سے کھانے کو کچھ مانگا لیکن انھوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ جب رات ہوئی تو وادی میں پڑاؤ کرنا پڑا۔ رات کو اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ انھوں نے اسے بہت سی ادویات دیں لیکن آفاقہ نہ ہوا ان میں سے کسی نے کہا کہ آج جو قبیلہ آیا ہے اس سے پوچھ لو ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی اس کا علاج کر سکے پس وہ آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارے میں کوئی دم کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ انھوں نے کہا ہاں ہمارے میں دم کرنے والا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک نہ ہو گا جس وقت تک تم جرمانہ ادا نہ کرو۔ کیونکہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے۔ پس انہوں نے 30 بھیڑیں ہمیں دیں۔ اور ہم آدمی بھی 30 ہی تھے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس ڈسے ہوئے سردار پر تین بار سورہ فاتحہ پڑھی وہ اس قدر ٹھیک ہو گیا گویا اس کے پاؤں کی بیڑی کھل گئی ہو۔

حضرت ابو سعیدؓ نے اس پر صرف سورہ فاتحہ پڑھی کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔

فَاتِحةُ الْكِتَابِ شِفاءٌ مِن كُلِ دَاءٍ. [۳]

''سورہ فاتحہ میں ہر مرض کا علاج ہے''۔

مذکورہ صحابہ کرامؓ نے ان بھیڑوں کو نہیں کھایا اور کہا کہ ہم کتاب اللہ کے اوپر اجر

---

۳ جامع الصغیر (۲-۱۲۲)

Marfat.com

کیسے لے سکتے ہیں۔

جب مدینہ المنورہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ کہہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اَحَقُّ وفی روایۃ اَنَّ اَحْسَنَ مَا اَخَذْتُم عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ تعالیٰ۔ [۴]

"بے شک درست ہے ایک روایت ہے اچھا ہے جو کچھ تم نے کتاب اللہ پر اجر لیا ہے"۔

آپ ﷺ نے سہل بن حنیف کو دم فرمایا انھیں عامر بن ربیع کی نظر لگ گئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے عامر ابن ربیع سے فرمایا کہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے اور ازار بند کے نیچے سے ان تمام کو دھو ڈالو۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ پانی سہل بن حنیف پر انڈیل دو۔ ایسا ہی کیا گیا تو وہ فوراً صحیح ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نظر لگانے والے کو یہی حکم فرمایا کرتے تھے۔

دم کرنے کے سلسلے میں آپ علیہ السلام کے علاوہ جس آدمی کو بھی یہ صورت حال درپیش ہو۔ اگرچہ حضور علیہ السلام کے دم میں اور آپ کے امتی کے دم کرنے میں فرق ہے کیونکہ دونوں کے مقام و مرتبہ میں فرق ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اور جو بھی آدمی یہ عمل صالح کرے۔ گا اور اس ذریعے سے وسیلہ پکڑے گا اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور ثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔

احادیث مبارکہ میں دم کرنے اور تعویز وغیرہ سے منع بھی کیا گیا ہے لیکن وہ ان لوگوں کو منع ہے جو اس بات کا اعتقاد رکھیں کہ دم یا تعویز بنفسہ نفع دیتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا کہ وہ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ اشیاء نفع و نقصان دے سکتی ہیں۔

یا وہ دم اور تعویز منع ہیں جن میں شرکیہ یا مکروہ کلمات پڑھے یا لکھے گئے ہوں۔ لیکن حضور علیہ السلام کا دم فرمانا سنت متواترہ سے ثابت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

---

[۴] سنن ابی داؤد (۲۔۳۴۰)

Marfat.com

توسل کی آٹھویں صورت

نبی کریم ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست توسل

یارسول اللہ ﷺ کہنا یا اس طرح کہنا کہ ''اے میرے آقا یا مرشد مجھے اس دنیاوی مشکل سے نجات دلوایئے۔ مثلاً کسی سے دشمنی ہو جانا۔ یا کوئی روحانی مشکل ہو جیسے نفسانی وسوسے وغیرہ اس قسم کا وسیلہ اگر مجازی معنی میں ہو تو جائز ہے مثلاً توسل کی نیت یہ ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمایئے یا میرے لیے سفارش فرمایئے تا کہ میں اس مشکل سے چھٹکارا پاؤں۔

اس طرح کے وسیلے میں مطلوب تک رسائی ممکن اور آسان ہو جاتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

فَکَم شَفِیَ مَرِیضٌ'' بِتَوجُھاتِھِم

وَکَم قُضِیَتْ حَاجَات'' بِاِرْشَادَ اتِھِم

''کتنے ہی مریض ہیں جو صرف آپ کی توجہ سے شفایاب ہو گئے اور کتنے ہی مسائل ہیں جو آپکے حکم سے حل ہو گئے''۔

اور یہ روایت بھی درست ہے کہ جب حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا آپ علیہ السلام نے انسے اس کی جگہ پر رکھ کر ہاتھ پھیر دیا تو حضرت قتادہ فرماتے ہیں مجھے بعد میں یاد ہی نہ رہا کہ کون سی آنکھ نکلی تھی۔

ابن ملاعب نے استسقاء کے مرض سے اس وقت چھٹکارا پایا جب وہ اس کے علاج سے مایوس ہو چکے تھے آپ علیہ السلام نے مٹی کے ایک ڈھیلے پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اس سے تندرست ہو گئے۔

مگر یہ بات درست نہیں کہ جن الفاظ سے آپ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں یا اس

Marfat.com

سے دعا کرتے ہیں انہیں الفاظ کے ساتھ آپ حضور علیہ السلام کو یاد کریں۔ یہ ناجائز ہوگا۔

اگرچہ پکارنے والا آپ علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہی کو پکار رہا ہے مگر جہاں ابہام پیدا ہو جائے اس چیز کو ترک کرنا واجب ہوتا ہے مصنف فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی کسی عقلمند مسلمان کو ایسے الفاظ سے دعا مانگتے نہیں سنا اور وہ مسلمان جو جاہل یا ایسا دیہاتی ہو جو احکامات دین سے ناواقف ہو تو وہ ایسے الفاظ سے پرہیز کرے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حضور کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہیں جن میں آپ علیہ السلام کو دعا کرنے والا یا مراد تک پہنچنے کا وسیلا کہا گیا ہو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مسلمان کبھی ایسے الفاظ نہیں بولتا جو ابہام پیدا کریں اور مندرجہ ذیل الفاظ بھی ایسے مفہوم سے پاک ہیں مثلاً کوئی یہ کہے کہ اِشْفَعْ لِی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ''یارسول اللہ میری سفارش فرمایئے''۔

اَسْأَلُکَ الشَّفَاعَةَلِی یَوْمَ الْقِیَامَةَ '' میں آپ سے بروز قیامت شفاعت کا طلب گار ہوں''۔

اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے آپ علیہ السلام عرض کریں کہ وہ میری مغفرت فرمائیں اور مجھے جنت میں داخل فرمائیں۔ یا کوئی یوں کہے یارسول اللہ میرے لیے آپ میری اس مشکل سے نجات کا وسیلہ بن جایئے''۔

یا یوں عرض کرے۔

اُدْعُ اللّٰہ تعالیٰ اَنْ یَشْفِینِیْ اَوْ یُعِینِیْ عَلٰی حُصُوْلِ مَقْصُوْدِیْ.

'' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے اور یا میرے مقصد کے حصول کے لیے میری مدد فرمائے''۔

مذکورہ بالا تمام عبارات کا مقصد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے اسی سے مدد طلب کرنا ہے اسی کی بارگاہ میں التجاء کرنا ہے اور حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا مقصد ہے اور یہ ایک جائز

Marfat.com

عمل ہے کیونکہ آپ ﷺ کا شفاعت کرنا ثابت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

مَنْ ذَاالَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاذْنِہٖ[1]

''کون ہے جو اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے مگر اس کی اجازت سے''۔

ولا یشفعون الا لمن ارتضی[2]

''اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر جس کیلئے وہ راضی ہوگا''

لا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلاً[3]

''اس دن نہیں نفع دیگی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمٰن نے اجازت دی اور پسند فرمایا اس کے قول کو''۔

ان آیات میں انبیاء کرام اور دیگر افراد کی شفاعت کا ذکر ہے اور شفاعت کے ثبوت کے لیے یہ بڑی دلیلیں ہیں اس کا انکار عقلمندی نہیں ہے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے بارے میں احادیث حد تواتر کے قریب ہیں۔

اسی طرح حضور ﷺ سے معروف لغوی معنی میں یا عرف عام کے اعتبار سے مدد مانگنا درست ہے آپ عمومی وسائل اور معروف و مروجہ اسباب کے ذریعے فریاد کرنے والے کی امداد فرماتے ہیں اسی طرح معروق معنیٰ میں بھی آپ علیہ السلام سے مدد طلب کرنا منع نہیں ہے۔

اس میں آپ ﷺ حسب وسعت و طاقت اکتسابیہ مدد طلب کرنے والے کی امداد فرماتے ہیں جس سے وہ مصائب و مشکلات سے چھٹکارا پاتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت عالیہ سے ہر شے کا سبب پیدا فرمایا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

---

[1] سورہ البقرۃ.........آلایۃ (۲۵۵) [2] سورہ الانبیاء.........آلایۃ (۲۸)

[3] سورہ طٰہٰ.........آلایۃ (۱۰۹)

Marfat.com

وآتیناه مِنْ کُلِّ شیءٍ سَبَبًا فأتبعَ سببًا۔ ۴

''اور ہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (تک رسائی حاصل کرنے) کا ساز وسامان پس وہ روانہ ہوا ایک راہ پر''۔

اکتسابی اسباب بے شمار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا انہیں اسباب میں سے ایک سبب مدد کرنے والے یا حاجت روا کی مدد طلب کرنے والے یا حاجت مند کی طرف توجہ ہے اور یہ بات بھی اسباب میں سے ہے کہ مدد کرنے والا حاجت روا اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق سائل کی مدد کرے۔

معروف اکتسابی معنیٰ میں استغاثہ کو قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ من شِیعتِهٖ عَلَی الَّذِی مِن عَدُوِّهٖ فوَکَزَهٗ مُوسٰی فَقَضٰی عَلَیْه۔ ۵

''پس مدد کے لیے پکارا آپ کو اس نے جو آپ کی جماعت سے تھا اس کے مقابلے میں جو آپ کے دشمن گروہ سے تھا تو سینہ میں گھونسا مارا موسیٰ نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا''۔

اور معلوم اکتسابی معنیٰ میں مدد کرنے والے کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔

یَاایُّها الَّذِیْنَ آمَنُوا اِسْتَعِیْنُوا بالصَّبْرِ والصَّلاة اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ ۶

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

اور حضو علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی کہ

اِسْتَعِیْنُوا عَلٰی قَضَاءِ حَوَائِجِکُمْ بالکِتْمَانِ۔ ۷

''اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں راز سے کام لو''۔

اللہ رب العزت کا یہ فرمان ذی شان بھی یہی راہنمائی فرماتا ہے۔

---

۴ سورہ الکہف.........آلایۃ (۸۴۔۸۵) ۵ سورہ القصص.........الایۃ (۱۵)

۶ سورہ البقرہ.........الایۃ (۱۵۳) ۷ البیہقی الطبرانی۔ الحلیلۃ

Marfat.com

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. ۸

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو''۔

بے شک تعاون باب تفاعل سے ہے اور اس باب میں مشارکت پائی جاتی ہے۔ گویا مفہوم یہ ہوا کہ تیرا کسی آدمی کی مدد کرنا جب وہ تیرے سے مدد مانگے۔ اسی طرح سے اس کا تیری مدد کرنا جب تو اس سے مدد مانگے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. ۹

''یاالٰہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں''۔

اور حضور علیہ السلام کا یہ حکم جو آپ نے عبداللہ بن عباسؓ کو فرمایا تھا۔

واذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله. ۱۰

مذکورہ بالا دونوں احکامات میں مدد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مدد کی تخصیص کا مفہوم یہ ہے کہ جس سے سوال کیا گیا ہے اور جس سے مدد طلب کی جارہی ہے یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں اور اس میں خوبی کا ہونا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے یہ تمام افراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ''. ۱۱

''اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے''۔

تو پھر استعانت کا مفہوم یہ ہوگا کہ مدد کا پیدا کرنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور

---

۸ سورۃ المائدہ.........آلایۃ (۲) ۹ ترمذی.....مسند امام احمد (۲۶۹۳۳)

۱۰۔ترمذی.....مسند امام احمد (۲۳۳۔۲۶۹) ۱۱۔سورہ زمر ....آلایۃ (۶۲)

Marfat.com

امداد طلب کرنے کا معنی یہ ہوا کہ لوگوں سے میسر اور ممکنہ مدد طلب کرنا یہ اس آدمی کے بارے میں استعمال ہوتا ہے جس سے مدد ممکن ہو جیسا کہ لفظ "ہدایۃ" ہے یہ ہدایت اور نور بصیرت پیدا کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس مقدس ذات کے سوا کسی میں یہ خاصیت نہیں ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ. ۱۲

"بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے"۔

اور یہ راستہ دکھانے یا لوگوں کی راہنمائی کرنے کے مفہوم میں بھی آیا ہے۔

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ. ۱۳

"بلاشبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب راستوں سے سیدھی ہے"۔

انبیاء و مرشدین کے لیے بھی حق کی طرف ہدایت اور اس کی حفاظت کی نسبت کی جاتی ہے

پس لازم ہے کہ مذکورہ امور کا خیال رکھا جائے اور قرآن مجید اور احادیث طیبہ کے الفاظ کے معانی پر آگاہی حاصل کی جائے۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے صراط مستقیم پر گامزن ہو سکیں۔

فرمان الٰہی ہے۔

رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ. ۱۴

"ایک اور جگہ پر بڑے پیارے انداز میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

---

۱۲ سورہ القصص .... الآیۃ (۵۶) ۱۳ سورہ الاسراء .... (۹)

۱۴ سورۃ آل عمران (۸)

Marfat.com

يَاايها النَّبِىُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنْ اتبعکَ مِنَ الْمُومِنِينَ. ۱۵

''اے نبی مکرم کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے''۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کے لیے کافی ہونا یہ ہے کہ وہ آپ کی کامیابی کے لیے اسباب پیدا فرمائے۔ اور مومنین کی آپ کے لیے کفایت یہ ہے کہ وہ اپنے آقا علیہ السلام کے دین کی خدمت کریں اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جہاد کریں دنیا میں کامیابی کے اسباب کو جمع کرنے کی تیاری کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ''سنت'' کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

سُنَة اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً. ۱۶

''یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں تو ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

کامیاب ہونے والا توفیق یافتہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اور کامیابی اور سعادت کے حصول کے لیے وہ اسی پر توکل کرتا ہے اور وہ شرعی اسباب کو مہیا کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترقی اور کامیابی کے لیے دنیا میں پیدا فرمایا ہے۔ پس ان دونوں امور کو جمع کرنا ہی حکمت ہے۔

وَمَنْ يُوْتَ الحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا. ۱۷

''اور جسے عطا کی گئی دانائی تو یقیناً اسے دے دی گئی بہت بھلائی''۔

ہائے افسوس! مسلمانوں نے حضور ﷺ کا مادی اور معنوی جہاد بھلا دیا کہ آپ نے دشمنان اسلام سے جنگیں فرمائیں لشکروں کو تیار کیا بہادری کے کارہائے نمایاں دیکھائے اور معاہدے بھی کیے۔ اور ہجرت کا حکم بھی ارشاد فرمایا ان تمام احوال میں آپ نے اپنے رب کریم کی طرف رجوع کیا اور اسی پر توکل فرمایا۔

---

۱۶ سورہ الفتح (۲۳) ۱۷ سورۃ البقرہ (۲۶۹)

Marfat.com

اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

آلا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. ۱۸

''سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی اور ظاہری زندگی کے بعد توسل ووسیلہ جائز ہے اسی طرح آپ علیہ السلام کے علاوہ انبیاء ومرسلین اور اولیاء صالحین سے توسل کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ سابق ابواب میں احادیث طیبہ گزر چکی ہے ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ پیدا کرنے بنانے یا تاثیر پیدا کرنے کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نفع یا نقصان دے سکتے ہیں اسی طرح باقی زندہ یا مردہ کے بارے میں ہمارا یہی عقیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء ومرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین سے توسل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اسی طرح اولیاء وصالحین سے توسل بھی اسی اصول کے مطابق ہے اور ان کے زندہ ہونے اور فوت شدہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز میں ذاتی طور پر تاثیر پیدا کر سکتے ہیں ان سے صرف برکت حاصل کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں پیدائش۔ ایجاد۔ تاثیر یہ سب امور اللہ وحدہ لاشریک کے شایان شان ہیں۔

اور وہ لوگ جو زندہ اور فوت شدہ لوگوں سے توسل میں فرق کرتے ہیں اور توسل کو زندہ لوگوں سے مخصوص کرتے ہیں اور فوت شدہ لوگوں سے ان کے نزدیک توسل کرنا درست نہیں ہے ان لوگوں سے بھی لغزش ہوئی کیونکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں زندہ لوگوں کے اعمال وافعال میں تاثیر ہوتی ہے حالانکہ اس قسم کا عقیدہ درست نہیں کیونکہ تاثیر اصلی تو مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جبکہ ارواح سے افادہ فیوض وبرکات اور استفادہ

---

۱۸ سورۃ یونس (۶۲)

Marfat.com

ہوسکتا ہے اور وہ ارواح اللہ کی طرف توجہ دیتی ہیں تا کہ متوسل یا وسیلہ پکڑنے والے کے لیے رحمت کا سوال کریں۔ اور یہ جائز امر ہے اور یہ ایک حقیقت ہے جو کسی بھی لغزش سے پاک ہے اس میں زندہ یا مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

اس سلسلے میں انکار کرنے والوں کو ایک شبہ ہے کہ فوت شدہ جسم تو جامد و ساکت ہوتے ہیں نہ ان میں روح اور نہ ہی احساس اور نہ حاضرین سے مخاطب ہونے کی صلاحیت تو توسل کیسے جائز ہوا ان حضرات کا یہ شبہ درست نہیں ہے کیونکہ انبیاء و رسل کے اجسام خراب نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء و مرسلین کے جسم کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی ارواح بھی باقی اور ثابت ہیں ان مقدس نفوس کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شعور کی نعمت بھی حاصل ہے اور جب مسلمان ان پر صلوۃ و سلام پڑھتے یا ان کا وسیلہ پکڑتے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں اس بارے میں علم عطا فرما دیتا ہے۔

عقل مند آدمی کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ تشہد میں نبی کریم ﷺ کو براہ راست خطاب کیا جاتا ہے اور ہر مسلمان نماز میں یہ کہتا ہے۔ کہ

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ''.

''اے اللہ کے نبی آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل ہو''۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ۔

فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی. [19]

''پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے''۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ. [20]

''بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں

---

[19] سورہ النمل (۸۰) سورہ الروم (۵۲)

[20] سورہ فاطر (۲۲)

Marfat.com

ہیں''۔

بے شک اگر اللہ تعالیٰ سننے کی صفت کی تخلیق نہ فرماتے تو کوئی بھی آدمی نہ سن سکتا حتیٰ کہ بیداری کے عالم میں بھی کوئی سننے کی صلاحیت نہ رکھتا۔لیکن اللہ تعالیٰ انہیں سناتے ہیں۔آپ کو یاد نہیں کیسے حضور ﷺ نے مقتولین بدر کو خطاب فرمایا جب کہ ان کو گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا۔اسی طرح آپ علیہ السلام کا ایک فرمان ذی شان ہے کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اس طرح تو دفن کے بعد مردہ کو تلقین بھی ناجائز ہوئی۔اگر کچھ لوگوں کا یہ شبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کسی میں تاثیر کی صلاحیت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم فوت شدہ آدمی سے تاثیر یا ایجاد کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اس قسم کا نظریہ تو ایمان اسلام اور توحید کے منافی ہے۔

اگر الفاظ کی بناء پر شبہ ہے تو ان غیر محتاط الفاظ کا تدارک کر کے یا مسلمان کی تھوڑی سے تربیت کر کے بندگی کے عین مطابق الفاظ کو بولا جا سکتا ہے۔

توسل کو مطلقاً ناجائز قرار دینا جب کہ صحیح احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت موجود ہے انتہائی نامناسب ہے اور یہ کام حضور علیہ السلام آپ کے صحابہ کرام امت مسلمہ کے سلف وخلف سے صادر ہوا ہے اور توسل کو شرک وکفر قرار دینا اسلام کے صریح قوانین کے خلاف ہے اسلام میں کسی کو کافر قرار دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم (نعوذ باللہ) کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے جسکی تاویل کرنا مشکل ہو تو اس صورت میں کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔

کفر تو بہت بڑی بات ہے حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یہ امت گمراہ بھی نہیں ہو سکتی۔

لَا تَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ.

---

[1] نیل الاوطار..........(8-239)

''میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی''۔

یہ ایک مشہور و معروف حدیث ہے جس کے بارے میں بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ متواتر حدیث ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ اس کی توثیق کرتی ہے کہ۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو''۔ (سورۃ آل عمران)

جب یہ واضح آیات واحادیث موجود ہیں تو سب مسلمان یا ان کی اکثریت کیسے گمراہی پر اکھٹی ہو سکتی ہے جب کہ یہ بہترین امت کا لقب پا چکی ہے۔

جب ہم روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کو خطاب کرتے ہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کو مخاطب کرنا دین میں جائز ہے جیسا کہ ہم ہر تشہد میں آپ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہیں گویا کہ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی روح مبارک کو بلند درجات عطا فرما رکھے ہیں وہ مقدس روح ایسے فضائل سے متصف ہے کہ جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو نمازیوں کے درود شریف اور غائب و حاضر افراد کے سلام کی خبر اور علم عطا فرما دیتا ہے۔

جب ہم نبی کریم ﷺ سے توسل کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہے ہم آپ سے دعا کے طلب گار ہوتے ہیں اور دعا کا طلب کرنا جائز امر ہے آپ علیہ السلام کی روح پاک کا مادی دنیا سے تعلق اور برزخی دنیا سے تعلق رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ارواح جب عالم برزخ میں چلی جاتی ہیں تو وہ عالم دنیا سے زیادہ صاف اور مضبوط ہو جاتیں ہیں۔

اور جب ہم آپ علیہ السلام کی ذات مقدسہ کو وسیلہ بناتے ہیں یا آپ کے عظیم مرتبہ و مقام یا آپ کے حق جسیم ''یعنی آپ کا بندگی کے لحاظ سے محض اللہ کے کرم سے جو مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے یا آپ کی اطاعت، اعمال اور جہاد فی الدین میں فضیلت کو

---

۳ ابوداؤد............(2-339-341)

Marfat.com

وسیلہ بناتے ہیں تو یہ روایات صحیحہ کی روشنی میں درست ہے جیسا کہ گذشتہ ابواب میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور جب حضور ﷺ سے شفاعت کا قصد کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ معزز شفاعت فرمانے والے ہیں اور آپ کی شفاعت قابل قبول بھی ہے آپ علیہ السلام کا شفاعت فرمانا ثابت ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے محض کرم وفضل سے مقبول ہونا بھی ثابت ہے کسی کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ شفاعت سے روکے یا اس کا انکار کرے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ شرک ہے یہ شرک کا وہم محض ان کو شرک کے معنی سے عدم واقفیت کی بنیاد پر ہوا ہے شرک یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی الوہیت ربوبیت یا تخلیق میں کسی کو شریک ٹھہرائے۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ مذکورہ صفات میں کوئی ذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہے تو یہ شرک ہوا۔ لیکن کہاں شرک اور کہاں حضور علیہ السلام سے توسل کرنا جب کہ ان کے بارے میں عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے رسول اور نبی معظم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شفاعت اور وسیلہ اور مقام محمود مخصوص فرما دیا ہے۔

وسیلہ پکڑنے والے اہل ایمان کو بتوں کے پجاریوں پر قیاس کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کرنا کہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى. [۲۱]

''ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں''۔

اور اسی طرز کی مزید آیات مبارکہ سے دلیل پکڑنا۔ اصل میں سچ سے منہ موڑنے اور حقیقت سے انحراف کرنے کے مترادف ہے اندھے، جاہل اور گمراہ بت پرست قوم اور ہدایت یافتہ ملت اسلامیہ جو اللہ وحدہ لاشرک پر یقین کامل رکھتی ہے دونوں کو ایک ترازو میں تولنا کہاں کا انصاف ہے۔ وہ آدمی جو قرآن پاک پڑھتا ہو اور اس کے معانی ومفہوم سے

---

۲۱ سورہ الزمر..................آیت (۳)

Marfat.com

واقفیت رکھتا ہو کیا اس کے نظریات جاہل بت پرستوں جیسے ہوں گے اپنے وقت کے عظیم علماء و مدرسین کی نظر سے کیا یہ آیت نہیں گزری ہوگی کہ۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ ۲۲

''کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری ظرح انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے رشتہ داروں کو رب کے عذاب سے ڈرایا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ ۲۳ ''اور ڈرایئے اپنے قریبی رشتہ داروں کو''۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمان مذکورہ حقائق کو ملاحظہ کرے گا تو یہ ساری امت مسلمہ کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوگا اور عام آدمی اس سے ہدایت پائے گا اور خواص اس کی تائید کریں گے پس دین تو خیر خواہی کا نام ہے اور یہ خیر خواہی اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اس کی کتاب ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے ہے خیر خواہی شکوک و شبہات سے پاک ہوتی ہے قرون اولیٰ سے آج تک کے مسلمانوں کو گمراہ قرار دینا کہاں کی خیر خواہی ہے۔صدیاں گزر گئیں اور مسلمان ہدایت پر قائم رہے۔

پس ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم بے دریغ اہل قبلہ کو کافر قرار دیں بلکہ یہ فعل حرام ہے الحمد اللہ ہم مسلمان ہیں اور ہم کسی اہل قبلہ کو کافر قرار نہیں دیتے جب تک اس کے خلاف قطعی دلیل یا ٹھوس ثبوت نہ ہوں۔کلی طور پر ایک طرف جھک جانا اور حقیقت سے انحراف کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ہم پر لازم ہے کہ افراط و تفریط سے بچا جائے اور درمیانی راستہ اختیار کیا جائے اور ہر حق دار کو اس کا حق دینا چاہیے۔

یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چلنے والے اللہ تعالیٰ کے انعام کے مستحق ٹھہرتے ہیں وہ نفوس قدسیہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ آپ کے صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ ان کے صدقے ہم پر بھی کرم فرمائے آمین۔

---

۲۲ سورہ الکھف ....آیت (۱۱) ۲۳ سورہ الشعراء..........آیت ۲۱۴

Marfat.com

محبت رسول ﷺ

محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ آپ کی اقتداء کی جائے اور آپ علیہ السلام کے عقیدہ اعمال، اور اخلاق عالیہ سے متصف ہونے کا نام اقتداء ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ[1]

"کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا"۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ذی شان ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و الیوم آلاخر.[2]

"تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس آدمی کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے"۔

مزید فرمایا

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.[3] "اور بے شک آپ اخلاق کے بلند درجے پر فائز ہیں"۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ.[4] "میں بلند اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں"۔

پس سچا مومن وہی ہے جو کامل طور پر آپ علیہ السلام کی اقتداء کرے سوائے ان امور کے جو آپ کی ذات کریم کے ساتھ خاص ہیں حضور علیہ السلام کی محبت سے قرآن وسنت کی محبت پروان چڑھتی ہے اور انسان انھیں سیکھتا اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے اور دوسروں کو ان کی تعلیم دیتا ہے محبت رسول ﷺ کی وجہ سے ہی آدمی کتاب وسنت کا دفاع کرتا ہے اور حاملین قرآن یعنی حفاظ وقراء اور محدثین سے محبت کرتا ہے اور ائمہ مجتہدین اور علماء عاملین اور ہر وہ آدمی جو دین متین کی بقاء کے لیے کوشش کرتا ہے ان تمام شخصیات سے محبت کی واحد وجہ محبت رسول ﷺ ہے۔

---

1. سورۃ آل عمران (31)
2. سورہ الاحزاب (21)
3. سورہ قلم (4)
4. مسند امام احمد۔ حاکم۔ المستدرک من حدیث ابی ہریرہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی آل اور ازواج کا احترام

حضور علیہ السلام کی آل آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی نسل پاک کا احترام آپ ﷺ کی محبت کا حصہ ہے اور ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ کی نسل پاک کی خدمت میں لگے رہنا سعادت مندی کی نشانی ہے جب کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں یوں ارشاد ہوا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔[1]

''نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں''۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور علیہ السلام مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہیں کیونکہ ان کے نفوس ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں جب آپ کسی شے کا حکم فرمائیں اور نفس کسی اور طرف لے جائے اس صورت میں آپ علیہ السلام کی اتباع ضروری ہے اور جب آپ علیہ السلام کسی بات سے منع فرمائیں جب کہ نفس وہ کام کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے رک جانا لازم ہے آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبلغ اور راہ ہدایت کے لیے داعی ہیں سب سے بہترین کتاب اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین ہدایت حضور ﷺ کی ہدایت ہے جس کسی نے اس کا انکار کیا اس نے خواہش نفسانی کی پیروی کی آپ علیہ السلام کے احکام کے پیروی کرنی چاہیے تا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم پائے فرمان الٰہی ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی۔[2]

''اور جو ڈرتا رہا ہوگا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے اور اپنے نفس کو روکتا رہا ہوگا (ہر بری) خواہش سے یقیناً جنت اس کا ٹھکانا ہوگا''۔

---

[1] سورۃ الاحزاب (6)　[2] سورۃ النازعات (40)

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یَکُونَ ھَواہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ. ۳

''کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے پیغام کے تابع نہ ہو جائیں''۔

یہی ایمان کامل ہے مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں بنا دیا اور انھیں عزت و مقام رفیع عطا فرمایا اور مومنین پر ان کی تعظیم لازم کر دی امہات المومنین کی اطاعت کرنا ان کا ادب اور حقوق کا خیال رکھنا اور یہ نظریہ وعقیدہ رکھنا کہ وہ امتیاز والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کے لیے منتخب شدہ ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَالْطَیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالْطَّیِّبُوْنَ لِلْطَّیِّبَاتِ. ۴

''اور پاک دامن عورتیں پاک (دامن) مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک (دامن) عورتوں کے لیے''۔

اس سلسلے میں دنیا کی کوئی عورت ان کی ہم پلہ نہیں ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

یَا نِسَاءَ الْنَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِنَ الْنِّسَاءِ. ۵

''اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی اور عورت کی مانند''۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کا ادب کریں اور دین اسلام کی خدمت کریں اور انھیں یوں حکم ہوا۔

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوتِکُنَّ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ

---

۳ رواہ البغوی فی شرح السنۃ۔ مشکوۃ۔ (1-59) ۵ سورہ الاحزاب (32)

۴ سورہ نور (26)

Marfat.com

لَطِيْفًا خَبِيْرًا.۶

''یاد رکھو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں بے شک اللہ تعالیٰ بڑا لطف فرمانے والا ہر بات سے باخبر ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر طرح سے بھلائی کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَآتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا.۷

''اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش نہ کرو جیسے سابق دور جاہلیت میں رواج تھا اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردے''۔

یہ آیت مبارکہ اس بارے میں نص ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہر طرح کی نیکی کا مظاہرہ دیکھنا چاہتے ہیں اور ناپسندیدہ امر سے اجتناب کا حکم ارشاد فرماتے ہیں یہ الفاظ اس بات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد عورتیں ہیں حضرت عطا، عکرمہ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف آپ علیہ السلام کی ازواج مطہرات ہیں لیکن آیات کے آغاز سے آخر تک یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ عام اہل البیت کو بھی شامل ہے جس میں ازواج مطہرات بھی شامل ہیں۔

کیونکہ جو خاص لفظ ہے وہ ہے ''یُطَهِّرَکُم'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ علی، حسن، حسینؓ بھی ان میں شامل ہیں اور جہاں عورتوں اور مردوں کو اکٹھا خطاب ہو تو اس وقت

---

۶ سورہ البقرہ.........آلایۃ (153) ۷ سورہ الاحزاب (۳۲)

Marfat.com

مخاطب مرد ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حضور علیہ السلام کی صحبت طیبہ کے لیے منتخب فرمایا انھوں نے آپ علیہ السلام کے پاس کافی وقت گزارا اور یہ مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ قناعت پسند اور عبادت گزار تھیں۔

مسلمان مردوں اور عورتوں کے ایمان کا حصہ ہے کہ وہ ان کا ادب کریں اور ان کے مقام رفیع اور آپ علیہ السلام کی صحبت طیبہ کے لیے ان کے انتخاب کو پیش نظر رکھیں۔

Marfat.com

آل ﷺ کی محبت اور عزت

آل کا لفظ کبھی کبھی تمام امت اجابت [1] کے لیے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ نیک ہوں یا بد لیکن نہ تو لغت اس کی تائید کرتی ہے اور نہ ہی عرف عام میں یہ معنی مراد لیا جاتا ہے بلکہ بعض جگہوں پر قرآن کی روشنی میں اسے استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں یہ مفہوم ہوسکتا ہے کبھی آل کا لفظ ہر متقی پرہیز گار کے لیے بھی بولا جاتا ہے یعنی امت اجابت میں ہر وہ شخص جو پرہیز گار ہو اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہو۔ یہ پہلے معنی سے زیادہ اخص ہے لیکن قرآن کی موجودگی ہی میں لغت اور عرف عام اس کی تائید کرتے ہیں اسی طرح آل کے لفظ سے بنو ہاشم، بنو مطلب اور عبد مناف کی اولاد مراد لی جاتی ہے۔

اور اس بات کی تائید بخاری شریف کی یہ حدیث مبارکہ کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رشتہ داروں میں خمس کا بھی پانچواں حصہ تقسیم فرمایا اور جب کہ آپ نے بنو نوفل اور بنو عبد الشمس کو مانگنے کے باوجود چھوڑ دیا اور فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتُ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ اَلنَّاسِ وَاِنَّمَا لَا تُحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَآ لِ مُحَمَّدٍ ﷺ. [2]

''بے شک یہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہوتے ہیں اور یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں ہیں''۔

اور آل کا لفظ کبھی آپ کی نسل پاک اور قریبی قبیلے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور یہ سابقہ مذکورہ معانی سے زیادہ اخص ہے اس کی تائید حضرت زید بن ارقمؓ کی ہی حدیث طیبہ کرتی ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْشُدُكُمْ اَهْلَ بَيْتِی. [3]

---

[1] امت اجابت سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ایمان لائے۔ اس کے مقابلے میں امت دعوت ہے یعنی وہ لوگ جن کو آپ نے دعوت دی خواہ انھوں نے قبول کی ہو یا نہ کی ہو۔ [2] شرح النووی فی ہامش القسطلانی (5-42) سنن نسائی (5-102) [3] الترمذی بلفظ اجبوا اہل بیتی...... حدیث نمبر ۳۷۸۹)

Marfat.com

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے میرے اہل بیت کے بارے میں پوچھے گا آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا"۔

ہم نے زید بن ارقم سے آپ کے اہل بیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا آل علی آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس یہ اہل بیت ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب ہاشم بن عبدالمناف کی اولاد ہیں اور ان میں آپ کے بھائی مطلب کی آل میں سے کوئی بھی شامل نہیں۔

احادیث صحیحہ میں مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی آل کا احترام کریں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے دین سے مخلص ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ضرور ہوتی ہے اور وہ ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جس کی نسبت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ہو وہ آپ علیہ السلام کے قریبی رشتہ داروں کا خصوصی احترام کرتا ہے اور آپ کی آل سے محبت کرتا ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس "سنہری لڑی" کا ادب واحترام کے لحاظ سے خصوصی خیال رکھیں جس نے کتاب وسنت کی خدمت کرنے میں اور تبلیغ اسلام میں اپنی زندگیاں صرف کریں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی اور حدود میں تمام مسلمان برابر ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے لیکن آل رسول کا ادب واحترام حضور علیہ السالم کی نسبت کی وجہ سے ہے ورنہ احکامات شریعت کی پیروی میں سب برابر ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ آپ علیہ السلام کی آل آپ کی اولاد میں سے نہیں ہے کیونکہ آپ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ آپ کی آل تو قریبی رشتہ دار اور آپؐ علیہ السلام کی بیٹی فاطمۃ الزہراءؓ کی اولاد ہیں یہ وہ بات ہے جو مومن صادق کو تکلیف دیتی ہے۔

کیونکہ یہ مقام وراثت نہیں ہے اور نہ ہی معروف اصول کے مطابق نسب بندی

Marfat.com

بلکہ یہ مقام تو اس نسلی رشتے کا ہے جو حضور علیہ السلام اور ان لوگوں کے درمیان تھا اگرچہ وہ رشتہ آپ علیہ السلام کی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہرہؓ کی نسبت سے ہو یا آپ کے آباؤ اجداد سے آپ کے تعلق کی بنیاد پر ہو۔

جیسا کہ عبدالمطلب کی اولاد کے بارے میں وضاحت گزر چکی ہے۔ اور ان سے اوپر کی اہل علم نے حد بندی کی ہے۔

آقا علیہ السلام سے یہ ایسا رشتہ اور تعلق ہے جسکا کوئی نعم البدل نہیں پس ایک وفادار مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق ادا کرے اور حضور علیہ السلام کے تصدق سے جو ایمان اور ہدایت وراہنمائی کی نعمت عظمیٰ ملی ہے اس کا شکر ادا کرے ہدایت وہ وسیلہ ہے جس سے لوگ اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آئے۔ کفر سے ایمان کی طرف آئے جہالت سے علم کی طرف آئے خالی دل فضائل علمی وعملی سے مزین ہو گئے اور اسی طرح مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر اس آدمی کا خیال رکھے جس کا حضور علیہ السلام سے تعلق ہے تو وہ محسوس کرے گا کہ اسکے درمیان اور حضور علیہ السلام کے درمیان ایک قلبی نورانی رشتہ قائم ہو گیا ہے یہی وہ ادب ہے جو مسلمانوں میں نسل در نسل چلا آرہا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس پر استقامت کا سوال کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی محبت

صحابہ کرامؓ کی محبت یہ ہے کہ آدمی ان کا حق پہچانے اور ان کی پیروی کرے ان کے کردار عالی کی تعریف کرے اور ان سے بغض نہ رکھے۔ صحابہ کرامؓ کے مقام مرتبہ کی حفاظت اور ان کے آپس کے اختلافات پر زبان درازی نہ کرنا لازم ہے ایک مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مورخین کی معلومات اور جاہل راویوں کی روایات پر اعتماد نہ کرے۔

---

۱۷ سورہ البقرہ (269)

۱۸ سورہ یونس (62)

Marfat.com

اس بات میں شک نہیں کہ ہر امت کا ایک تسلیم شدہ دین ہوتا ہے اور وہ اپنے عقائد، احکام اور اہم معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں امت محمدیہ کا مرجع قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ ہے سنت میں کچھ متواتر ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں متواتر احادیث کے علاوہ مشہور احادیث ہیں اور اس کے علاوہ بھی صحاح ستہ اور دیگر کتب میں مختلف قسم کی احادیث موجود ہیں۔

ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کی نصوص اور متواتر احادیث کے سامنے سر تسلیم خم کرے ورنہ پھر ماضی سے نسبت کا کوئی فائدہ نہیں ضعیف روایات کے قبول کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف ہوتا رہتا ہے لیکن قرآن پاک اور احادیث متواترہ اور وہ احادیث جن کی صحت اور عمدگی پر کسی کو شک نہیں ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔

یہ بات جان لینے کے بعد ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ حضور علیہ السلام کے دور کے لوگوں کی قرآن مجید کس انداز میں تعریف فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [1]

"تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت کا اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں وہ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ کے انوار سے اپنے دلوں کو منور کرتے اور آپ علیہ السلام سے راہنمائی پاتے ہوئے اعمال و احوال اور اخلاق میں ان کی پیروی کرتے تھے۔

فرمان الٰہی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [2]

---

[1] سورہ آل عمران (۱۱۰) [2] سورہ الفتح ۲۹)

Marfat.com

''(جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادت) جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلے میں بہادر اور طاقتور ہیں آپس میں بڑے رحم دل ہیں تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدہ کرتے ہوئے طلبگار ہیں اللہ کے فضل اور اسکی رضا کے ان (کے ایمان وعبادت)۔

اس آیت طیبہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفات جمیلہ کو بہت احسن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام کی صحبت اور معیت نے صحابہ کرام کے ظاہر وباطن پر گہرا اثر ڈالا۔ مثلاً وہ کفار کے مقابلے میں شدت پسند، مضبوط اور بہادر تھے اور باہمی الفت ومحبت کے اعتبار سے بڑے نرم دل تھے۔ خیر خواہی میں سب سے ممتاز تھے پھر ان کے مسلسل عبادت کا ذکر ہوا تو افضل ترین عبادت یعنی نماز کو بیان فرمایا گیا اور پھر نماز کے اہم ترین ارکان کا تذکرہ ہوا تعریف کا انداز یہ کہ رب کریم خود فرمارہے ہیں کہ ان کی یہ عبادت وریاضت میری رضا کے لیے ہے اور ان کا امتیاز یہ ہے۔

کہ ان کے چہرے رب کریم کے سامنے جھکنے کی وجہ سے روشن ومنور ہیں اس کے بعد فرمایا کہ ان مقدس ہستیوں کا ذکر جمیل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتابوں میں بھی کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس مقدس جماعت کو ایک کھیتی سے تشبیہ دی ہے کہ وہ اپنا تنا اور شاخیں نکالتی ہے مضبوط ہو کر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور بونے والے کو بھلی معلوم ہوتی ہے اس آیت مبارکہ کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی تائید ہوتا کہ کفار غیظ وغضب میں جل جائیں پھر آخر میں ایک وعدہ فرمایا یہ لوگ ایمان اور اعمال صالحہ سے متصف ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُوْمِنِیْنَ اِذْیُبَا یِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَةً

Marfat.com

يَاخُذُوْنَهَا. ۳

''یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اتارا اس نے اطمینان کو ان پر اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی اور بہت سی غنیمتیں بھی (عطا کیں) جن کو وہ (عنقریب) حاصل کریں گے''۔

یہ آیت طیبہ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں شمولیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور مکہ المکرمہ کچھ عرصہ بعد فتح ہو گیا۔ اور مسلمان کو ہوازن سے کثیر مال غنیمت ملا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات پر صحابہ کرام کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں جس سے طالب حق کی روح سکون پاتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْ هُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. ۴

''اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانیوالے مہاجرین اور انصار سے اور جنھوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک یہی بہت بڑی کامیابی ہے''۔

ہر انصاف پسند جاننے والا جانتا ہے کہ ''السابقون الاولون'' مہاجرین میں سے کون ہیں؟ انصار کون ہیں کن لوگوں نے عمدگی سے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی اسی طرح ہر

---

۳ سورہ فتح (۲۹)   ۴ سورہ التوبہ (۱۰۰)

Marfat.com

جاننے والا جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ان نفوس قدسیہ کے سینوں پر یہ تمغہ بھی سجایا ہے کہ ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں بلند درجے تیار کر رکھے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدے کا مستحق حق ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات کا سچا کون ہے؟

اسی طرح اللہ رب العزت نے یہ خبر بھی دی کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کے بدلے میں ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں معاملہ طے پا گیا بات متحقق ہوگئی۔ جان و مال کی قربانیاں بھی دے دیں گئیں اور بات واضح ہوگئی کیونکہ غزوہ بدر و حنین اور احد میں صحابہ کرام نے قربانیاں پیش کیں۔ اور جنت کے بلند درجات کے حقدار بنے۔

اِذَا وَقَعَتِ الوَاقِعَه لَیس لِوَقعَتِهَا کَاذِبَة. ۵

''جب قیامت برپا ہو جائے گی نہیں ہوگا جب یہ برپا ہوگی (اسے) کوئی جھٹلانے والا''۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور معاملہ ہوا تبادلہ بھی ہوا مراد یہ ہے کہ جان و مال کی قربانی دی گئی اور اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے بلند درجات عطا فرمائے گئے۔

ہر عقلمند اور انصاف پسند آدمی جو کتاب اللہ کو عربی زبان سے واقفیت کے ساتھ پڑھتا ہے اور ان آیات بینات کے مضبوط دلائل اور غیر مبہم انداز بیان کو ملاحظہ کرتا ہے تو اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ ہی ہیں جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اقتداء کی اور کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہوئے اپنے آپ کو اخلاق رسول ﷺ سے مزین کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ امت اسلامیہ کا سب سے اولین اور سب سے بہترین حصہ ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوئے اور یہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان اور مال کے بدلے میں جنت کو خریدا اور جنت الفردوس اور دیدار الٰہی کے حقدار ٹھہرے۔

---

۵ واقعہ الواقعہ (۱-۲)

Marfat.com

اور ہر ذی شعور آدمی یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی سب سے بڑی ہے اور صحابہ کرامؓ کی سعادت سب سے افضل سعادت ہے کسی قیل وقال اور کسی روایت کی کیا حیثیت ہے جبکہ اس کے مدمقابل اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہو۔

جب ہم سنت رسول اعظم ﷺ اور احادیث طیبہ کو دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حدیث طیبہ نے آیات مبارکہ کی تشریح کر دی ہے اور آیات مبارکہ کا مقصد واضح ہو گیا۔ احادیث مبارکہ کا مقصود بھی یہی ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ. ٦

''اور ہم نے نازل کیا آپ پر ہی ذکر تا کہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لیے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا''۔

احادیث طیبہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اعزاز اور عظمت کو واضح فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے اس ہمیشہ رہنے والی امت کے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اور اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد بھیجتا ہے جو دین اسلام کی تجدید کرتا ہے اور اس کے نور کو پھیلا کر اسے مضبوط کرتا ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

خیر امتی قرنی ثم الذی یلونھم ثم الذی یلونھم. ٧

''میری صدی میری امت کی بہترین صدی ہے۔ پھر جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے پھر جو اس کے بعد ہے حضرت عمران فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے ایک صدی دو صدیاں یا تین صدیاں فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں

خیر الناس قرنی ثم الذی یلونھم ثم الذی یلونھم ثم یجی قوم تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ. ٨

---

٦ سورہ النحل (۴۴)   ٧ البخاری شرح القسطلانی (۹۔۲۴۶ مسلم شریف)   ٨ ایضاً

Marfat.com

''بہترین لوگ میری صدی کے ہیں پھر جو ان کے بعد ہوں گے پھر جو ان کے بعد ہوں گے پھر ایک قوم آئے گی۔ ان میں سے کسی کی گواہی قسم سے پہلے ہوگی اور ان کی قسم گواہی سے پہلے ہوگی''۔

ان دونوں احادیث کو چار راویوں نے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی یہ آخری حدیث کا مطلب ہے کہ وہ لوگ شہادت کے دینے میں جلدی کریں گے یعنی اس کے طلب کرنے سے پہلے ہی شہادت دے دیں گے اور قسم کے طلب کرنے سے پہلے قسم اٹھالیں گے یہ پرہیز گاری نہ کرنے سے کنایہ ہے۔

ابو سعیدؓ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جب وہ جہاد کریں گے۔ تو ایک لشکر سے انکا سامنا ہوگا کہا جائے گا کہ کیا تم میں حضور علیہ السلام کا تابعی ہے یہ جواب دیں گے ''ہاں'' پس وہ ان کے لیے دروازے کھول دیں گے۔ [9]

حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر کیا کرم فرمایا ارشاد ہوا اپنی مرضی کے اعمال کرو تمہارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ [10]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت حاطبؓ کا ایک غلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور حضرت حاطبؓ کی شکایت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ حاطب جہنم میں داخل ہوگا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

كَذِبتَ لا يَدخُلُهَا فِاِنَّه' شَهِد بَدرًا والحُدَيبية.[11]

''تم نے جھوٹ بولا وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا کیونکہ وہ غزوہ بدر اور حدیبیہ (بیعت رضوان) کے وقت حاضر تھا''۔

حضرت جابر سے ہی روایت ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

9۔ بخاری شریف شرح القسطلانی (۵۔۹۶) مسلم شریف شرح النووی (۹۔۳۱۷) 10۔ بخاری شریف شرح القسطلانی (۹۔۳۹۰) 11۔ ترمذی حدیث (۳۹۶۵)

Marfat.com

لاتَمَس النَارُ مُسلِمًا رآنِیُ اَوُ رَایَ مَنُ رَانِیُ. [۱۲]

''اس مسلمان کوآگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے یا میرے صحابی کو دیکھ لیا''۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَا مِنُ احدِ مِن اصحابی یموتُ بارضٍ الا بعث قائدًا ونورًا لَهم یوم القیامة. [۱۳]

''کوئی بھی میرا صحابی جس جگہ فوت ہوگا تو قیامت کے دن وہ اس علاقے کے لوگوں کے لیے بطور قائد اور نور ہوگا''۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنّ اللّٰہَ لا یَجمَعُ اُمتِی اَوُ قَالَ اُمۃُ محمد ﷺ علٰی ضَلالۃٍویدُ اللّٰہ مَعَ الجماعَةِ. [۱۴]

''بے شک میری امت یا فرمایا امت محمد ﷺ گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے''۔

یہ تو صحابہ کرامؓ کے عمومی مناقب ہیں مزید احادیث طیبہ بھی ہیں جن میں ان نفوس قدسیہ کی تعریف کی گئی ہے مثلاً آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ۔

اَصُحَابِیُ کَا لنُجومِ بِاَیِّهِمُ اِقُتَدیتُمُ اِهتَدَیتُمُ. [۱۵]

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

اسی طرح عبداللہ بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اللہ اللہ، میرے صحابہ کے بارے اللہ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اور

---

[۱۲] ایضاً [۱۳] ترمذی حدیث (۳۹۴۹) [۱۴] ترمذی..... حدیث (۲۲۵۶) [۱۵] دارقطنی

Marfat.com

جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔[16]

اس کے علاوہ بہت سی احادیث طیبہ عشرہ مبشرہ کے بارے میں بیان کی گئیں۔اسی طرح خلفاء راشدین اور دیگر صحابہؓ کے بارے میں انفرادی طور پر بھی احادیث موجود ہیں جن میں ان کے خصائص بیان فرمائے گئے ہیں پس ایسے افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے سامنے سر جھکانے والے ہوں کتاب اللہ سے ہدایت پانے والے ہوں اور اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین ہوں اور اہم امور میں کتاب اللہ کے حکم کے مطابق مشاورت کرنے والے ہوں مثلاً خلیفہ کا مقرر کرنا مرتدین کے ساتھ جنگ اور قرآن پاک کو جمع کرنا وغیرہ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وامر هم شوری بینهم.[17]

''اور ان کے سارے کام باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں''۔

جب وہ مشورہ کریں یا اکثریت کی رائے ایک ہو تو اسی پر عمل کیا جائے تو پس انھوں نے اس امر میں اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کی اور وہ کام سب کے قبول کرنے سے واجب ہو گیا اور قیامت تک ان کی اتباع ضروری ہے۔

ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ امور جن کے مطابق خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی زندگیاں بسر کیں اصل میں یہی دین متین ہے اور اس کی اتباع لازم ہے۔

کسی کو ان پر زبان طعن دراز کرنے کی مجال نہیں اور ان کے مقرر کردہ اصولوں سے مفر نہیں ہے اور صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگیوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا ضروری ہے۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

---

[16] صواعق محرقہ ۵ [17] سورۃ الشوریٰ (۳۸)

Marfat.com

علماء اسلام کی محبت

آقا دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے وہ لوگ بھی محبت کے قابل ہیں جو دین اسلام کو مضبوط کرنے اور پھیلانے میں ہر وقت مصروف عمل رہتے ہیں۔ان میں قراء حضرات، حفاظ کرام محدثین عظام، آئمہ مجتہدین اور علما ربانی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔خواہ ان کا تعلق دین کے کسی بھی شعبہ سے ہو وہ قابل احترام ہیں قرأۃ وتجوید کا علم ،سنت نبویہ کی روایت، درایت کا علم، فقہی احکام، وہ علوم جن پر علوم دینیہ کا سمجھنا موقوف ہو مثلاً نحو، صرف، مفردات ومرکبات کا بنانا، بلاغت، اصول دین، اصول فقہ اور یا وہ علوم جن پر حق بات کی وضاحت کرنا موقوف ہو یعنی تعریفات اور دلائل مثلاً علم منطق، آداب بحث ومناظرہ وغیرہ جن کی تعلیم مدارس دینیہ میں دی جاتی ہے ۔ان تمام شعبہ جات کے ماہرین قابل صد احترام ہیں۔

علماء کرام کی محبت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی عزت وتکریم کی جائے، ان کی تائید کی جائے اور ان کے معاملات میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے وہ ضروری علوم دینیہ جن پر دین متین کی سمجھ موقوف ہے ان علوم کے علماء کرام ہی تو وارث ہیں۔اس لیے ان کا ادب واحترام بھی لازم ہوا جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ علم اور اہل علم کے بارے میں کثیر آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ موجود ہیں طوالت کے خوف سے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

سب سے ضروری امر یہ ہے کہ مسلمان اجتہاد اور مجتہدین کے بارے میں غور وفکر کریں ۔اور ان کی اتباع کریں ۔اس موضوع پر ہم تھوڑا سا وضاحت کے ساتھ لکھیں گے۔

اجتہاد کی لغوی تعریف:۔ کسی کام میں انتہا درجے کی کوشش کا نام اجتہاد ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ احکام شریعت کو سمجھنے کے لیے انتہائی کوشش کرنا اور احکام شرعیہ کو

Marfat.com

قرآن وسنت اوراجماع سے مستنبط کرنے کی صلاحیت کا نام اجتہاد ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ احکام شریعت میں اجتہاد فرض کفایہ ہے اور جب کسی مخصوص انسان میں مجتہد کی شرائط پوری ہوں تو اس کے لیے اجتہاد کرنا فرض عین ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں درج ذیل دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔

پہلی دلیل :۔ احکام شریعت بے شمار اور بہت وسیع ہیں ۔اگر اجتہاد نہ کیا جائے تو احکام دینیہ معطل ہو کر رہ جائیں۔ جبکہ شرع اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ احکام دین تو محدود ہیں جو کتاب وسنت سے منصوص ہیں پھر اجتہاد اور مجتہد کی کیا ضرورت ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک ابدی دین ہے جسے خاتم النبین و خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین جیسا عظیم پیغمبر لے کر آیا ہے باقی امتوں کی طرح امت محمدیہ بھی مختلف حالات سے گذرتی ہے اس کی ضروریات وحاجات اور بھلائیون کے احداف تبدیل ہوتے رہتے ہیں ایسے واقعات بھی وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن وسنت سے واضح راہنمائی نہیں ملتی ہر وہ آدمی جو عقل وشعور کے زیور سے آراستہ ہے وہ ایسے امور کا حل ضروری خیال کرتا ہے۔

جب ایک ایسا گروہ موجو ہو جو اجتہاد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کے لیے اجتہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر اجتہاد کرنے کی اہلیت صرف ایک آدمی میں ہو تو اس کے لیے اجتہاد کرنا فرض عین ہے۔

دلیل ثانی :۔ احکام شریعت کے لیے کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں قولی ،فعلی اور تقریری حدیث طیبہ سے دلیل پکڑی جاتی ہے اور دلیل لفظی جب قطعی الثبوت ہو مثلاً کتاب وسنت متواتر ہو تو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ لفظ خاص ہے تو اس سے خاص معنی مراد لیا جائے یا وہ لفظ عام ہے اس سے عام معنی مراد لیا جائے یا خاص ہے تو عام معنی مراد رکھتا ہے یا

Marfat.com

عام ہے تو خاص معنی مراد کا متحمل ہے یہ بات بھی قابل غور ہوتی ہے کہ اس لفظ کو جس انداز میں بو
تمام امور میں اجتہاد ضروری ہے۔

کبھی کبھی کتاب وسنت کے الفاظ میں اشتراک لفظی ہوتا ہے بعض دفعہ یہ اشتراک مفرد الفاظ میں ہوتا ہے مثلاً لفظ ''قرء'' یہ حیض اور طہارت کے دونوں مفہوم رکھتا ہے اور امر کا صیغہ وجوب اور مستحب میں مشترک ہے اور بعض دفعہ اشتراک مرکبات میں ہوتا ہے مثلاً جب استثنا جملہ کے بعد واقع ہو تو وہ بعض جملے کو لوٹے گی یا تمام جملے کی طرف لوٹے گی۔

بعض دفعہ ایک لفظ حقیقت اور مجاز کے مفہوم کا متحمل ہوتا ہے مجاز کی کئی اقسام ہیں لفظ بعض دفعہ مطلق ہوتا ہے اور بعض دفعہ مقید، مثلاً کفارہ میں غلام آزاد کرنے کا مسئلہ، بعض دفعہ دو دلیلوں کے الفاظ میں اشتراک ہو جاتا ہے جس سے کئی احکامات ثابت ہوتے ہیں۔

پس ٹھوس شرعی حکم کو ثابت کرنے کے لیے مزید علم اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دونوں خصوصیات صرف مجتہد میں پائی جاتیں ہیں یہ بات تو حدیث متواتر کی ہے اور غیر متواتر میں سند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ پیچیدگی پائی جاتی ہے۔

جب دلیل کوئی حضور علیہ السلام کا فعل مبارک ہو تو تنازع اس بات میں ہو جاتا ہے کہ یہ فعل حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے یا نہیں یا پھر یہ فعل واجب ہے یا مستحب اور بعض دفعہ احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام کے افعال میں تعارض نظر آتا ہے یا آپ علیہ السلام کا کوئی فعل قیاس جلی کے مخالف ہوتا ہے۔ ان تمام مشکلات سے نکلنے کے لیے ایک مجتہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب دلیل حضور علیہ السلام کی حدیث تقریری ہو اور اس کی کئی وجوہات بیان کی جاسکتیں ہوں تو اس صورت میں مقصود کو متعین کرنا مجتہد کا ہی کام ہے۔

دلیل ثالث:۔ ایک ماہر عربی بولنے والا قرآن کریم کی تمام آیات کے احتمالات اور ان کی وسعتوں سے واقف نہیں ہوتا بلکہ اسے مزید پڑھنے، علم سیکھنے، اور سخت محنت کی ضرورت ہے

Marfat.com

اس سے ظاہر ہوا کہ مسلمان اجتہاد اور مجتہد کے محتاج ہیں اور اجتہاد پہلی اسلامی صدی سے لے کر آج تک ہو رہا ہے۔

دلیل رابع :۔قرآن کریم سے اجتہاد کے ضروری ہونے کے لیے یہ آیت مبارکہ بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔

وَاِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَا اعوا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ[1]

''اور جب آئی ہے ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا خوف کی تو چرچا کرنے لگتے ہیں اسکا اور اگر لوٹا دیتے اسے رسول ﷺ کی طرف اور با اقتدار لوگوں کی طرف اپنی جماعت سے تو جان لیتے اس خبر (کی حقیقت)''اس آیت مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مشکل معاملات اور خوفناک امور میں اہل استنباط کی طرف رجوع کیا جائے مسائل ومشکلات کا حل کرنا علماء ربانی اور مسلم قائدین کی ذمہ داری ہے۔

اجتہاد اور پیچیدہ احکام شرعیہ کا استنباط کتاب اللہ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی روشنی میں کیا جاتا ہے فرمان الٰہی ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ.[2]

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلے سے چند آدمی تا کہ تفقہ حاصل کریں۔ دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں''۔

اہل علم جانتے ہیں کہ تفقہ مصدر ہے اور اس کا باب تفعل ہے جو اعتماد، قوت کا بھر پور استعمال اور کسی مشکل کام کو جدوجہد سے حل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

[1] سورہ النساء.................آیت (۸۳)

Marfat.com

اور یہ بات احکام شریعت کے اس مکمل فہم پر دلالت کرتی ہے جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہو کسی مسئلے کا واضح یا پیچیدہ ہونا منطوق یا مفہوم مسائل کا ہونا دلالت النص، اشارۃ النص یا اقتضاء النص کا عبارت میں ہونا ان تمام مذکورہ امور کے سمجھنے کے لیے انتہا درجے کی کوشش کرنے کا نام اجتہاد ہے آیت مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ علوم شرعیہ کا سیکھنا اور اجتہاد کرنا یہ فرض کفایہ میں سے ہے یہ بات ضروری ہے کہ طالب علم کا مقصود علم کا حصول اور دین کی نصرت وتائید ہوتا ہے کہ دین اسلام پھیلے۔ یہ غرض نہ ہو کہ ہم عصروں پر برتری حاصل ہو۔

اس طرح یہ بھی فرمان الٰہی ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ [۳]

''اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو''۔

آیت طیبہ سے معلوم ہوا کہ نہ جاننے والوں پر لازم ہے کہ وہ جاننے والوں سے سوال کریں خواہ وہ لغوص کا متن ہو اس کے معانی ہوں اور ان آیات سے مسائل کا استنباط ہو ان تمام امور سے سوال کرنا درست ہوا کیونکہ آیت مطلق ہے اور آیت طیبہ سے بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت اور فرشتے کو نبی بنا کر نہیں بھیجا کہ عام لوگوں کو دین کی تبلیغ کریں بلکہ یوں ارشاد ہوا۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ [۴]

''اور ہم نے رسول بنا کر نہیں بھیجے آپ سے پہلے مگر مرد جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی''۔

راہنمائی کے لیے اہل علم سے سوال کرنا ضروری ہے سوال جتنا پیچیدہ ہوگا اس کا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا اور جواب کا ثواب اس سے بھی زیادہ ملے گا اجتہاد کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

---

[۲] سورہ التوبہ.........آیت (۱۲۱)   [۳] سورہ النحل......آیت (۴۳)

Marfat.com

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الهُدیٰ وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ المُؤمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصلِهِ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۵

''اور جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھیر دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے''۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اجماع کی مخالفت کرنا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو شدید وعید سنائی ہے جو دین اسلام پیغمبر اسلام کی مخالفت کریں اور مسلمانوں کے راستے پر نہ چلیں مذکورہ آیت سے یہ ثابت ہوا۔

۱۔ مذکور بالا میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت حرام ہے۔

۲۔ یا دونوں میں سے کسی ایک مخالفت حرام ہوئی۔

۳۔ یا دونوں امور کی مخالفت کو جمع کرنا حرام ہے۔

دوسری بات یعنی کسی ایک کی مخالفت کی حرمت تو یہ سراسر غلط ہے مثلاً یہ کہا جائے کہ جس نے شراب پی لیا اور روٹی کھا لی وہ حد کا مستحق ہے اسی طرح تیسری بات بھی درست نہیں کیونکہ مخالفت رسول حرام ہے اس کے ساتھ کوئی اور مخالفت ملائی جائے یا نہ ملائی جائے جب اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت اور مسلمانوں کی مخالفت حرام ہوئی تو ثابت ہوا ان کے راستہ پر چلنا واجب ہے اور ان کے معروف راستے پر نہ چلنا بھی ان کے راستے کی مخالفت کے مترادف ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ مسلمانوں کا راستہ تو اجتہاد اور ان احکام شرعیہ کا استنباط ہے جن کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے اور ان کے مصروف راستے پر نہ چلنا بھی ان کے راستے کی مخالفت ہی شمار ہوگی۔

۵ سورہ النساء (۱۱۴)

Marfat.com

اعتراض:۔ یہ آیت مبارکہ اجماع کے لیے حجت نہیں بن سکتی کیونکہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ جمع پر یہ الف لام استغراق اور عموم کے لیے آیا ہے بلکہ یہ الف لام جنس کا ہے اگر یہ بات درست بھی ہو کہ یہ عموم کے لیے ہے تو ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ ''سبیل'' کی اضافت عموم کے لیے ہے کیونکہ صرف عہد کے لیے یہ اضافت جائز ہے اور اس سے مراد سبیل معہود ہے جو کہ ایمان ہے۔

جواب:۔ سب سے پہلے یہ کہ جمع کو معرفہ ذکر کیا گیا ہے اور سبیل کی اس طرف اضافت کو جنس پر محمول کریں گے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ مومنین میں سے کسی فرد کی بھی مخالفت جہنم کی طرف لے جائے گی لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ دونوں کو عموم اور استغراق پر محمول کریں گے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔

''جو بھی آدمی تمام مسلمانوں سے ہٹ کر کسی راستے پر چلا تو ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف بھی وہ پھرا اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے''۔ یہ بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ عمومی مسلمانوں کے راستے پر چلنا ایک پسندیدہ امر ہے اور اس سے انحراف کرنا وعید کا مستحق ٹھہرنا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اول صدی سے مسلمانوں نے غیر منصوص احکام شرعیہ میں اجتہاد کرنا شروع کیا تھا۔

جب مسلمانوں کے راستہ پر چلنا بھلائی ہے تو اس سے انحراف یقیناً برائی ہے اور یہ بھی ضروری ہے مومنین سے یہاں مراد علماء لیے جائیں نہ کہ جہلا، علماء بھی وہ جو احکام شریعت کے پابند ہوں کہ اور وہ لوگ جو علم میں کامل دسترس رکھتے ہوں ناقص العلم اس میں شامل نہیں۔

مجتہد کے لئے شرائط:۔ اہل بصیرت نے ایک مجتہد کے لیے درج ذیل شرائط رکھی ہیں۔

۱۔ عاقل بالغ ہونا۔

۲۔ ذہین فطین ہونا۔

Marfat.com

۳۔لغت عرب اور اصول بلاغت سے واقفیت رکھنا۔

۴۔کتاب وسنت کے حکمی دلائل کا عالم ہونا۔

۵۔اجماع کے مواقع ناسخ منسوخ ،اسباب نزول،خبر متواتر اور خبر واحد کی شروط کا علم ،صحیح ضعیف اور حسن احادیث کا علم ان تمام امور کا علم ہونا ایک مجتہد کے لیے بہت ضروری ہے۔

ہمارے زمانے میں بھی کافی ہے کہ معتبر کتابوں کے ذریعے آئمہ کرام سے راہنمائی لی جائے اس بات کا بھی ہم اعتبار کریں کہ وہ احکام شریعت میں ثقہ تھے عادل تھے بدعتی نہ تھے اور وحدت کی طرف بلانے والے تھے اور مجتہد دیں کی طرف بلانے والا مستقل مزاج اور ریا کاری سے پاک ہوتا ہے یہ تو مجتہد مطلق کی تعریف تھی۔جب کہ مجتہد مقید کسی نہ کسی مشہور امام کا مقلد ہوتا ہے۔اور وہ اپنے امام کی قائم کردہ نصوص کو دیکھے گا اور ان میں خوب غور وفکر کرے گا جیسا کہ مجتہد نے اصول شرع میں غور وفکر کیا تھا۔اگر وہ اپنے امام سے کسی مسئلے میں نص نہ پائے تو اسکے اصول کے مطابق قیاس سے کام لے گا اور اس مسئلے کا حل نکالے گا۔جیسا کہ آئمہ اربعہ کے اصحاب وغیرہ کرتے ہیں اور یہ اپنے امام کی نصوص سے تجاوز نہیں کرتے۔

مجتہد مقید کی دو اقسام ہیں۔

۱۔مجتہد المذہب ۲۔مجتہد الفتوی

۱۔ **مجتہد المذہب**:۔اس سے مراد وہ عظیم علمی شخصیت ہے جو کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔اور اس نے اپنے آپ کو قرآن وسنت سے استنباط کے لیے مخصوص کرلیا ہو اسکے ساتھ ساتھ وہ اصول وضوابط میں اپنے امام کے پیروکار ہوں۔

مجتہد مطلق تو اپنے رائے کا اظہار آزادانہ کرسکتا ہے لیکن مجتہد فی المذہب کے لیے حدود ہیں۔

۲۔**مجتہد الفتویٰ**:۔اس سے مراد وہ عالم ہے جو اپنے امام کے مذہب سے خوب واقف ہو

Marfat.com

اور وہ اپنے امام کے ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔اور یا اپنے امام کے نامور شاگردوں کے اقوال میں ترجیح دینے کی اسے صلاحیت حاصل ہو اس سے بات بھی واضح ہوگئی کہ پہلا مقام ومرتبہ کے لحاظ سے دوسرے سے بلند ہے۔

☆ اصولیین کا جزوی اجتہاد کے جواز میں اختلاف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اکثریت نے تین اقسام میں جزوی اجتہاد کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ آدمی کو ان اقسام میں انفرادی طور پر عبور حاصل ہو۔وہ اقسام یہ ہیں۔

ا۔عدالتی فیصلے

۲۔نکاح اور تجارت کے مسائل

۳۔علم وراثت

مذکورہ امور میں اگر کوئی انسان عبور حاصل کرے۔اور کسی دوسرے فن میں اس کو مہارت حاصل نہ ہو تو یہ اس کے لیے عیب نہیں ہے مثلاً علم نحو وغیرہ۔اسی طرح ایک آدمی صرف عدالتی امور میں رتبہ اجتہاد تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لیے اجتہاد جائز ہے جیسا کہ ابن قاسم وغیرہ نے چند امور میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انفرادی فنون میں اجتہاد درست نہیں کیونکہ علوم ومسائل کا آپس میں گہرا ربط ہے اور یہ ممکن ہے کہ جن مسائل تک ایک کامل ماہر علوم پہنچ چکا ہو ان تک انفرادی علوم کا ماہر نہ پہنچا ہو۔

☆ اصولیین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جن امور میں نص موجود نہ ہو تو کیا حضور علیہ السلام ان امور میں اجتہاد کر سکتے ہیں یا نہیں۔اور اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کیا آپ علیہ السلام سے اجتہاد کا صدور جائز بھی ہے یا نہیں، جواز کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔

ا۔پہلی رائے:۔جمہور کی رائے یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا اجتہاد جائز ہے اور ابن حاجب

Marfat.com

سبکی قرافی نے اس کی حمایت کی ہے۔

۲۔دوسری رائے:۔آپ علیہ السلام کا اجتہاد درست نہیں یہ بعض شافعی علماء کا قول ہے۔

تیسری رائے:۔آپ علیہ السلام کا آراء اور جنگوں میں اجتہاد کرنا درست ہے۔

۴۔چوتھی رائے:۔اس میں توقف کیا گیا ہے۔

آپ علیہ السلام سے اجتہاد کے وقوع کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ان میں ایک رائے جیسے آلامدی، ابن حاجب اور ابن سبکی نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام سے اجتہاد واقع ہوا ہے۔

☆ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد فرمایا تو وہ درست اجتہاد تھا۔کیونکہ غلطی کرنا آپ علیہ السلام کے منصب جلیلہ کے شایاں شان نہیں اور یہی رائے محققین کے نزدیک درست ہے۔

☆ حضور علیہ السلام کے زمانے مبارک میں اجتہاد کے جواز میں دو آراء ہیں۔

ا۔مطلقا جائز ۲۔غائب کے لیے مطلقا جائز

مطلقا جائز قرار دینے والوں نے کوئی شرط نہیں رکھی جب کہ غائب کے لیے مطلق اجتہاد کے جواز کے قائلین نے کہا ہے کہ وہ آدمی تین دن کی مسافت پر ہو اور اس کے لیے بارگاہ رسالت میں فورا حاضر ہونا ممکن نہ ہو اجتہاد کے وقوع میں مختلف آرا ہیں۔

پہلی رائے:۔آپ علیہ السلام کی موجودگی میں یا عدم موجودگی میں اجتہاد واقع ہوا ہے اس سلسلے میں بہت سی احادیث موجود ہیں اور ان کی تعداد معنوی تواتر کے زمرے میں آتی ہے۔جو حدیث قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔ان میں ایک حدیث مبارکہ جو کہ امام بخاریؒ نے روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ۔

حضرت ابو قتادہ الانصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ حنین کے سال حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے۔جب جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے کفار پر پلٹ کر حملہ کیا تو میں نے دیکھا کہ ایک کافر نے مسلمانوں میں سے ایک آدمی کو گرا رکھا ہے میں نے اس کے پیچھے

Marfat.com

سے آ کر حملہ کیا اس سے اس کی ڈھال پھٹ گئی وہ میری طرف بڑھا میرے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ مر گیا۔ اس مذکورہ مسلمان نے مجھے وہاں سے بھیج دیا میں واپسی پر حضرت عمرؓ سے ملا اور صورتحال سے آگاہ کیا آپؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم فرمایا ہے جب لوگ واپس آئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کسی نے جنگ میں کسی کو مارا اس مقتول کے سامان کا مالک قاتل ہے۔ ابو قتادہ فرماتے ہیں میں کھڑا ہوا اور کہا کون ہے جو میرے واقعہ کی گواہی دے حضور علیہ السلام دوبارہ یہی فرمایا میں نے دوبارہ لوگوں سے شہادت طلب ایسا تین مرتبہ ہوا حضور علیہ السلام نے فرمایا قتادہ تمہیں کیا ہو گیا ہے میں نے تمام صورتحال سے آپ کو آگاہ کر دیا۔ سامعین میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور میری تصدیق کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ابو قتادہ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور ان کے قتل کردہ آدمی کا سامان میرے پاس ہے میری غلطی معاف فرما دیں اور مجھ سے راضی ہو جایئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر کا مسلوبہ مال تجھے دے دیا جائے'' حضور علیہ السلام نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے وہ سامان حقدار کو دیا جائے چنانچہ ابو قتادہ فرماتے ہیں وہ سامان مجھے دے دیا گیا۔

ایک اور روایت امام بخاریؒ نے بیان کی ہے جس میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا ہے۔

لا یُصَلِّیَنَ اَحد'' العَصرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرِیْظه. ؎

''تمام لوگ بنو قریظہ میں آج عصر کی نماز ادا کریں''۔

جب وقت نماز شروع ہو گیا بعض صحابہؓ نے راستے ہی میں نماز پڑھ لی۔ بعض نے بنو قریظہ میں جا کر عصر کی نماز ادا کی پس بعض صحابہ کرامؓ نے اس فرمان سے تیزی مراد لی اور آخری وقت میں نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بعض نے الفاظ کو ملحوظ خاطر رکھا اور ان میں کوئی بھی سرکش نہ تھا۔

؎ البخاری شرح القسطلانی (٦۔٤٠٦۔٤٠٧)

Marfat.com

ایک حدیث طیبہ جیسے مسلم شریف اور مسند امام احمدؒ شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا گیا ہے آپؓ فرماتے ہیں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام نے مجھے اپنے نعلین مبارک عطا فرمائے اور یہ فرمایا میرے یہ جوتے لے جاؤ جو بھی دیوار کے پیچھے تجھے ملے اور یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اور اسے اس گواہی پر یقین بھی ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جو آدمی مجھے ملا حضرت عمرؓ تھے آپ نے پوچھا اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا یہ آقا دو جہاں ﷺ کے نعلین مبارک ہیں آپ نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے جو بھی آدمی تجھے ملے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اس کو اس پر یقین بھی ہو اسے جنت کی خوشخبری سنا دو آپؓ نے میری چھاتی پر ہاتھ سے مارا اور میں گر پڑا۔ اور فرمایا ابو ہریرہ لوٹ جاؤ میں حضور علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور حضور علیہ السلام کے پاس آ کر رونے لگا جبکہ حضرت عمرؓ بھی میرے پیچھے تھے میں نے آقا علیہ السلام سے عرض کی کہ حضرت عمرؓ سے ملا اور آپ کا پیغام سنایا انھوں نے مجھے مارا اور گرا دیا اور کہا کہ واپس چلے جاؤ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا ہے حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے نعلین مبارک دے کر بھیجا تھا۔ کہ جو کلمہ گو ملے اور اسے یقین بھی ہو تو اسے جنت کی خوشخبری سنا دو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں'' اسے میں نے ہی بھیجا تھا۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی بات پر توکل کریں گے اور عمل ترک کریں گے انہیں عمل کرنے دیں۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا وہ عمل کریں۔ [8]

مسلم شریف۔ شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۔۳۰۱۔۳۰۶)

Marfat.com

اس حدیث طیبہ میں حضرت عمرؓ کے قول کو حضور علیہ السلام نے برقرار رکھا کیونکہ ان کی رائے اور اجتہاد درست تھا اس لیے حضرت عمرؓ کی بات کو آپ علیہ السلام نے رد نہ کیا۔

ابو داوٗدؒ نے سنن ابی داوٗد میں ایک باب لکھا جس کا عنوان ہے ''کسی فرض نماز کے بعد اسی جگہ نفل پڑھنا''۔

اس میں ابو رمثہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضو علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی ایک اور آدمی بھی اس نماز کی تکبیر اولیٰ میں شامل ہوا۔ آپ علیہ السلام جب نماز پڑھ چکے تو وہ آدمی جس نے تکبیر اولی پائی تھی۔ اس نے نفل شروع کر دیئے۔ حضرت عمرؓ اس کی طرف گئے اور اس کا کندھا پکڑ کر اسے جھنجھوڑا اور فرمایا بیٹھ جا اہل کتاب صرف اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنی نماز میں وقفہ نہیں کرتے تھے۔ آقا دو جہاں ﷺ نے آپؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

اَصَابَ اللّٰہُ بِکَ یَا اِبْنَ الْخَطَّاب۔[9]

''اے عمر بن خطابؓ اللہ تعالیٰ نے تیری راہنمائی فرمائی''۔

اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے ایک حدیث مبارکہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا حضور علیہ السلام اسے دیکھ رہے تھے حضرت اسامہ بن زید اور ان کے والد گرامی زید دونوں لیٹے ہوئے تھے اس نے کہا۔

ھٰذِہٖ الا قدام بَعْضُھا مِن بَعْضٍ۔

حضرت محمد ﷺ اس بات سے بڑے خوش ہوئے اور پسند فرمایا آپ علیہ السلام اتنے خوش ہوئے کہ خوشی کے آثار آپ کی پیشانی مبارک پر واضح نظر آنے لگے کیونکہ اس کا یہ قیاس بڑا مناسب اور شرع کے موافق تھا۔[10] حضرت زیدؓ سفید رنگ کے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت اسامہ کا رنگ کالا تھا۔ تو قیافہ شناس نے اس فرعی بات کو اسکی اصل سے ملا

---

9 سنن ابی داوٗد (۱۔۳۲۱)

Marfat.com

دیا۔ حکم کے اعتبار سے سفید اور کالے رنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کی موافقات اور بھی بہت سی ہیں چند ایک یہ ہیں۔

☆ اس روایت کو امام بخاریؒ اور امام مسلمہؒ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میرے رب نے تین مقامات پر میری تائید فرمائی۔

۱۔ جب میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کاش کہ ہم مقام ابراہیم کو مصلی بنالیں تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَاتَّخِذُوْ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْم مُصَلّٰى۔ [۱۱]

''مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ''۔

۲۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ آپؐ کے گھر اچھے برے، لوگ آتے ہیں اگر آپ اپنی ازواج کو حکم فرمائیں گے کہ وہ پردہ کیا کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم نازل فرمایا۔

۳۔ جب ازواج مطہراتؓ نے مختلف مطالبات پیش کیے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا

عَسٰی رَبُّه' اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَه' اَزْوَاجاً خيراً مِنكُنَّ.

''کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ تم سب کو طلاق دے دیں تو آپ کا رب تمہارے عوض آپ کو ایسی بیبیاں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہونگی''۔

اللہ تعالیٰ بالکل انہیں الفاظ کے ساتھ وحی نازل فرمائی۔ [۱۲]

حضرت عمرؓ کی موافقات بہت ہیں جن پر بعض علماء نے کتب تصنیف فرمائیں بعض کہتے ہیں کہ آپ کی امام احمد بن حنبلؒ ابوحاتم اور امام ترمذیؒ نے ایک حدیث روایت

---

[۱۰] بخاری شریف شرح القسطلانی (9-390)   [۱۱] ترمذی حدیث (3956)

[۱۲] البخاری۔ شرح القسطلانی (۵۔۱۵)

Marfat.com

کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ اَلْحَقَ عَلٰی لِسَانِ عُمَر وَقَلْبِہٖ.[۱۳]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے''۔

یہ حدیث طیبہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؓ مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد میں صحیح بات تک پہنچنے والے تھے ورنہ اس حدیث پاک کا کوئی مفہوم باقی نہیں رہ جاتا اور وحی تو صرف پیغمبر پر آتی ہے تو اس صورت میں اجتہاد کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

شیخینؒ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُم مِنْ الاُمَمَ مُحدِّثُونَ فَاِنْ یَکُنْ فِی اُمَّتِیْ اَحد'' فَاِنَّہ' عُمَر.[۱۴]

''تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے میری امت کا محدث عمر ہے''۔

تو ربشتی فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک محدث وہ ہے جو صادق الظن ہو اور اصل یہ ہے کہ ملاء الاعلیٰ کی طرف سے اس کے دل میں کوئی بات ڈالی جاتی ہے پس گویا وہ اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس سے خفیہ کوئی بات کی جائے یہ حدیث مبارکہ اس بات کی طرف راہنمائی کرتی کہ مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد میں حقیقت تک پہنچنے والے تھے۔

اور وہ اجتہاد جو کہ صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام کی عدم موجودگی میں کیا تو یہ اس آدمی کی دلیل ہے جو آپ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں اجتہاد کو درست اور جائز مانتا ہے۔

ایک حدیث طیبہ جس کا امام بخاریؒ نے کچھ حصہ روایت کیا ہے اور امام ابو داوٗدؒ نے اسے مکمل روایت کیا وہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر ایک ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہو گیا مجھے یقین تھا کہ اگر میں غسل کرتا تو مر جاتا پس میں نے تیمم کیا اور صبح کی نماز صحابہ کرام کو پڑھائی۔ صحابہ کرام نے یہ

---

۱۳ ترمذی......حدیث(3949) ۱۴ ترمذی......حدیث(2256)

Marfat.com

بات حضور علیہ السلام کو بتائی تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ ''اے عمرو تم نے جنبی حالت میں صحابہ کرام کو نماز پڑھائی'' میں نے وجہ بیان کی اور ساتھ ہی یہ آیت مبارکہ سنائی۔

وَلا تَقْتُلُوْ ا اَنْفُسَکُم اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا. ۱۵

''اور نہ ہلاک کرواپنے آپ کو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا ہے''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان کے اجتہاد کو رد نہیں کیا بلکہ اسے برقرار رکھا۔ ۱۶

اسی طرح ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ السلام نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں اور میری عمر کم ہے اور مجھے قضاء کے سلسلے میں کچھ علم نہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ سَیَهْدِیْ قَلْبَکَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَکَ اِذَا تَقَاضٰی اِلَیْکَ رُجُلَانِ فَلا تَقْضِ لِلا وّلِ حَتّٰی تَسْمَعَ کَلَامَ الآخِرِ فَاِنَّه' أَحْرٰی اَنْ یَتَبَیَّنَ لَکَ الْقَضَاءِ.

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی راہنمائی فرمائے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا جب دو آدمی تجھ سے فیصلہ کروانے آئیں تو پہلے کی بات سن کر مت فیصلہ کرنا یہاں تک کہ دوسرے کی بھی بات سنے اس طرح تیرے لیے فیصلہ کرنا آسان ہوگا''۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ۱۷

مرقات میں کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب آپ کو یمن کا قاضی بنایا گیا آپ قرآن وسنت کے عالم تھے جیسا کہ معاذ بن جنبل والی حدیث طیبہ ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ میں کم عمر ہوں۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ تفکر اور اجتہاد میں آپ کو ابھی تجربہ کم تھا اس وجہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل کی راہنمائی فرمائے گا۔ یعنی رائے کو استعمال کرنے اور

---

۱۵ سورہ النساء (۲۹) ۱۶ البخاری۔ شرح القسطلانی (۱۔۳۷۸) ۱۷ الترمذی حدیث ۱۳۳۱

Marfat.com

قیاس کرنے میں اللہ تعالیٰ راہنمائی فرمائیگا۔ تیری زبان کو مضبوط رکھے گا اور تو درست فیصلے کرے گا اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے مناقب میں حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے پاس تین آدمی آئے تینوں نے ایک لونڈی سے وطی کی تھی جس سے ایک بچہ پیدا ہوا اب ہر ایک اس کا دعوی کر رہا ہے۔ کہ یہ میرا ہے حضرت علیؓ نے ان میں سے ایک کو فرمایا کہ کیا اپنے آپ کو تم اس بچے کے سلسلے میں پاک دامن سمجھتے ہو اس نے جواب دیا نہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک دوسرے کا مخالف محسوس کرتا ہوں میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جس کا نام نکل آیا اس کو بچے کی قیمت کے دو تہائی حصے دینا پڑیں گے اور بچہ اس کا ہو جائے گا۔

حضور علیہ السلام کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا علیؓ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ اسی طرح آپؓ کے مناقب میں جمیل بن عبداللہ بن یزید المدنی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ کے فیصلوں میں سے ایک کا ذکر حضور علیہ السلام کے سامنے کیا گیا آپ علیہ السلام نے اس فیصلے کو پسند فرمایا اور یوں ارشاد ہوا۔

اَلْحمدِ للّٰہِ الَّذِی جَعَلَ فِیْنَا الحِکْمَۃَ اَھلَ الْبَیْت. (الترمذی)

''تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہم اہل بیت میں حکمت کو رکھ دیا''۔

حضرت علیؓ کے مناقب میں ایک یہ واقعہ بھی مذکور ہے جب حضور ﷺ نے آپ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو آپ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک کنواں جسے شیر کے شکار کے لیے کھودا گیا تھا۔ اس میں چار آدمی گر پڑے ہوا یوں کہ جب پہلا آدمی گرنے لگا تو اس نے دوسرے کو پکڑ لیا اس دوسرے نے تیسرے کو گرتے ہوئے پکڑا اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑا اس طرح چاروں کنوئیں میں گر گئے کنویں کے اندر شیر نے ان کو زخمی کر دیا جس سے چاروں مر گئے اولیاء یعنی ورثاء کا آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم راضی ہو تو میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں ورنہ میں

Marfat.com

تمہیں ایک دوسرے کے بدلے میں قید کردوں گا یہاں تک کہ تم حضور اکرم ﷺ کے پاس جاؤ گے اور وہ تمہارے درمیاں فیصلہ کریں گے۔ مختلف قبائل میں سے جو بھی کنواں کھودنے میں شریک ہوئے ہیں ان پر دیت کا چوتھائی حصہ تیسرا حصہ اور نصف حصہ اور مکمل دیت لازم ہو گی پہلے گرنے والے کے لئے دیت کا چوتھائی حصہ کیونکہ اس نے اپنے سے اوپر والے کو پکڑ کر کنویں کے اندر گرادیا اس کے بعد والے کیلئے دیت کا تیسرا حصہ کیونکہ اس نے اپنے سے اوپر والے کو پکڑ کر گرایا تیسرے کے لیے نصف دیت اور چوتھے آدمی کے لیے مکمل دیت ہے انھوں نے حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ ماننے سے انکار کردیا اور یہ سب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے مقام ابراہیم پہان کی آپ سے ملاقات ہوئی انھوں نے اپنا قصہ سنایا آپ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں یہاں تک آپ نے چادر مبارک اوڑھ لی۔ اتنے میں ایک آدمی نے عرض کی جناب اس مقدمے کا فیصلہ حضرت علیؓ بھی فرما چکے ہیں اور ان کا فیصلہ بھی آپ علیہ السلام کو سنادیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے فیصلے کو برقرار رکھا اسی طرح امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں لکھا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے انھیں یمن کی طرف بطور قاضی روانہ فرمایا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا معاذ! لوگوں میں کیسے فیصلہ کرو گے آپؓ نے عرض کی قرآن کی رو سے حضور علیہ نے فرمایا اگر اس میں تجھے بات نہ ملی تو پھر معاذؓ نے عرض کی رسول اللہ ﷺ کی سنت کیمطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر سنت میں تجھے مسئلہ نہ ملا تو پھر کیا کرو گے عرض کی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور سستی ہرگز نہ کروں گا آپ علیہ السلام نے فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کی جس نے اللہ کے رسول کے نمائندے کو وہ توفیق دی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

علامہ زقانی نے اس حدیث مبارکہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور اسے ایک جماعت نے شعبہؒ سے روایت کیا ہے اس کے بارے میں اہل علم سے میں نے سوال کیا لیکن اس سند کے سوا مجھے اور کوئی سند نہیں ملی۔ اس سند میں حرث بن عمرو مجہول ہے اور اصحاب

Marfat.com

معاذ جن کا تعلق حمص شہر سے ہے ان کا مکمل تعارف بھی نہیں ہے کیونکہ سند کچھ یوں ہے۔

رواہ شعبہ عن ابی عون عن الحرث بن عمرو ابن اخی المغیرہ بن شعبہ عن اناس من اہل حمص، اصحاب معاذ بن جبل ان رسول اللہ ﷺ لما اراد۔ الحدیث

ابن قیم نے ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' میں لکھا ہے اس حدیث میں اصحاب معاذ بن جبلؓ کا نام نہیں لیا گیا تو اس سے حدیث کی حیثیت کم نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات تو اس کی شہرت پر دلالت کر رہی ہے اور حرث بن عمرو ایک جماعت سے روایت کر رہے ہیں ایک فرد سے نہیں اور یہ بات نام لینے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ معاذ بن جبلؓ کے ساتھیوں کو علم و فضل میں جو شہرت حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں ہے آپ کے کسی ساتھی پر کوئی تہمت اور الزام وغیرہ نہیں ہے بلکہ وہ سب سے بہتر اور اہل علم تھے۔ ابوبکر خطیبؒ فرماتے ہیں کہ عبادۃ بن السنی نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن غنم سے اور انھوں نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے اور یہ اسناد متصل اور اس کے راوی معروف اور ثقہ ہیں تدریب الراوی میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک حدیث کو لوگ قبول کر لیں اور وہ حدیث مشہور ہو جائے تو اگر اس کی اسناد صحیح نہ بھی ہوں تو بھی وہ حدیث صحیح ہے۔ ابوالحسن الحصار فرماتے ہیں بحوالہ ''تقریب المدرک علی موطا مالک'' کہ فقیہ اس حدیث کو درست جانتا ہے جو قرآن وسنت اور اصول شریعت کے مخالف نہ ہو اگرچہ اس حدیث کی اسناد کمزور ہوں پس اس کو قبول کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے ضعیف نہیں کہا ہے اور ابن الصلاح کے نزدیک جس حدیث پر امام ابوداؤدؒ خاموش ہو جائیں وہ حدیث حسن ہوتی ہے اس باب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے اجتہاد کا تذکرہ کیا گیا کہ انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد کیا اور آپ نے اسے برقرار رکھا اس سلسلے میں مزید انشاء اللہ اگلے ابواب میں اس بات کا تذکرہ ہوگا۔

Marfat.com

اہلیت والے پر اجتہاد کا لزوم

گذشتہ ابواب میں اجتہاد کے بارے میں کافی بحث ہوئی ہے قرافی نے اپنی کتاب ''التنقیح'' میں لکھا ہے کہ ہے امام مالکؒ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد اجتہاد لازم ہے اور یہ واجب کفایہ کے حکم میں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ[1]

''اللہ تعالیٰ سے حسب استطاعت ڈرو''۔

یعنی انتہائی کوشش کرو کہ تمہارا رب تم سے ناراض نہ ہو۔اور بصیرت کی بنیاد پر عمل کرنا اور رب کریم کی معرفت کے لیے کوشش کرنا ہی تقویٰ ہے اجتہاد کے لیے بھی راہیں متعین ہیں مثلاً۔

۱۔جس کا حافظہ مضبوط ہو۔

۲۔شعور وفہم کے لحاظ سے مضبوط ہو۔

۳۔ظاہر و باطن پاکیزہ ہو۔

اور جس میں یہ شرائط نہ پائی جائیں وہ اجتہاد کے قابل نہیں ہے۔اور جس میں یہ شرائط ہوں تو اس کے لیے اجتہاد کرنا لازم ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجتہد درست فیصلہ کرے یا غلط دونوں صورتوں میں اس کے لیے ثواب ہے۔

شیخین ،ابوداؤد ،الترمذی، النسائی ،ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِذَا حَكَمَ الحَاكِم فَاجْتَهد فَاَصَاب فَلَه' اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَم اجْتَهَدَ فَاخْطَأفَله' اَجْر" وَاحِد".[2]

---

[1] سورہ التغابن(۱۶) [2] البخاری۔شرح القسطلانی(۱۰۔۳۴۳)

Marfat.com

جب حکم لگانے والا حکم لگائے اور اس میں انتہائی کوشش کرے تو اگر اس نے درست راہ پائی تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اس سے غلطی ہوگئی تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ خطابی فرماتے ہیں کہ ''غلطی کرنے والے مجتہد کو ثواب اس کی کوشش کا دیا جاتا ہے۔ جس میں اس نے حق بات کی تلاش کے لیے وقت اور محنت صرف کی تھی۔ کیونکہ اس کا اجتہاد عبادت ہے اور ثواب غلطی پر نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو تو سزا کا حقدار ٹھہرایا جاتا ہے اور یہ بات اس کے لیے ہے جو اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور پھر بھی اجتہاد کرتا ہے اس کا عذر قبول نہ ہوگا اور ممکن ہے اسے سزا دی جائے۔

اس سلسلے میں حضرت بریدؓ کی یہ روایت راہنما کا کام دیتی ہے جسے چاروں آئمہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

اَلْقُضَاۃُ ثَلَاثَۃٌ وَاحِدٌ فِی الْجَنَّۃِ وَاثْنَانِ فِی النَّارِ فَاَمَّا الَّذِی فِی الْجَنَّۃِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَ فَقَضٰی بِہٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الحقَ فَجَارَ فِی الْحُکمِ فَھُوَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰی لِلنَّاسِ عَلٰی جَھْلٍ فَھُوَ فِی النَّارِ۔[۳]

''فیصلہ کرنے والے تین قسم کے ہیں ایک قسم جنتی ہے اور باقی دو اقسام جہنمی ہیں پس جنتی وہ ہے جس آدمی نے حق کو پہچان لیا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور ایک وہ آدمی جس نے حق کو پہچان لیا اور حکم لگانے میں ظلم کیا پس وہ جہنمی ہے اور وہ آدمی جو لوگوں کے لیے فیصلہ کرتا ہے لیکن وہ خود جاہل ہوتا ہے تو وہ بھی جہنمی ہے''۔

اجتہاد کے وجوب پر اللہ رب العزت کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے کہ۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔[۴]

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذی

---

[۳] سنن ابی داؤد (۲۔ (۲۹۶) الترمذی...... حدیث نمبر (۱۳۲۲) [۴] سورہ النساء (۵۹)

Marfat.com

شان) رسول کی اور حاکموں کی جوتم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑا کرنے لگوتم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ تعالیٰ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور روز قیامت پر"۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نصوص پر عمل کیا جائے۔ اور اطاعت رسول کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے منصوص کلام کی اطاعت کی جائے اور اولی الامر کی اطاعت یہ ہے کہ اگر وہ قرآن وسنت کے موافق حکم دیں تو ان کی بات مانی جائے اور اگر اولی الامر سے مراد علماء وآئمہ لیے جائیں تو قرآن وسنت کی نصوص سے جو وہ مفہوم اخذ کریں ان پر عمل کرنا اور ان کے اجتہاد کے احکامات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف تنازع کو لوٹانے کا مفہوم یہ ہے کہ اصحاب علوم اور قیاس کے ماہرین دین کے علم کی روشنی میں ان تنازعات کو اپنی رائے سے حل کریں۔ اور اشباہ ونظائر کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ جیسا کہ سابقہ دور میں مسلمانوں کا طریق رہا ہے۔

بے شک خلفاء راشدین، علماء صحابہ کرام، تابعین اور آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتہاد نے دنیا والوں کے لیے اسلامی احکام کی وضاحت کا حق ادا کر دیا پس انھوں نے روشنی حاصل کی اور اسے پھیلایا، دنیا والوں کے لیے مفید بنے اور عمدہ کام کیے اور مسلمانوں کے لیے ایک ایسی روشنی کا اہتمام کیا جو ان کے لیے اور ان کے ایمان کے لیے چراغ راہ کی طرح ہے۔

پس اسلام اور دین سے روشنی پانے والے دل روشن منور اور مطمئن ہو گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مصداق ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

"آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں تو بلاتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف واضح دلیل پر ہوں میں اور (وہ بھی) جو میری پیروی کرتے ہیں اور ہر عیب سے پاک ہے اللہ تعالیٰ اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے"۔

Marfat.com

جو رتبہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس کے لیے تقلید کا لزوم

مستقل دلیل معلوم کئے بغیر آئمہ دین میں سے کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے اور یہ عام آدمی پر لازم ہے کہ وہ ایسے عالم کی تقلید کرے جو کتاب وسنت اور پہلی تین صدیوں کے اجماع سے مسائل اخذ کرنا جانتا ہو جن صدیوں کے بہترین ہونے کی گواہی خود نبی کریم ﷺ دے کر گئے ہیں اور اس کے بعد کا معروف اجماع بھی اس عالم کے پیش نظر ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ.[1]

''تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلے سے چند آدمی تا کہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کیطرف تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ تفقہ فی الدین کا حکم ارشاد فرمارہے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ وہ پختہ علم جو نصوص شرعیہ کے سمجھنے اور ان کی تفسیر میں مسلمانوں کے لیے مفید ہو اور مسائل کے استنباط میں ممد ومعاون ہو اور علم ایسا ہو کہ جو مسلمانوں کی تمام امور میں کفایت کرتا ہو۔

اور جب وہ طالب علم فقیہی بن کر اپنے علاقے میں واپس آئے تو اس علاقے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے۔ اور نیکو کاروں کو خوشخبریاں سنائے لیکن اس آیت مبارکہ میں صرف ڈرانے کا ہی ذکر ہے کیونکہ گناہوں سے ڈرانا ہی آخرت کے لیے مفید ہے ''نفع کمانے سے بہتر ہے کہ نقصان والی چیز کو دور کر دیا جائے''۔ اس آیت طیبہ سے امید کی گئی کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں گے اور مجتہدین وعلماء دین جو قرآن کریم کے اسلوب سے واقف ہیں ان کی مخالفت نہیں کریں گے۔

---

[1] سورہ التوبہ (۱۲۲)

Marfat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذی شان بھی ہے۔

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۔[۲]

''اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذی شان) رسول کی اور حاکم لوگوں کی جو تم میں سے ہوں''۔

اکثر مفسرین کے نزدیک ''اولی الامر'' سے مراد عظیم الشان آئمہ کرام ہیں اور قرآن وسنت کی نصوص سے جو وہ احکامات اخذ کریں ان کی اتباع لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔[۳]

''پس دریافت کرلو اہل علم سے اگر تم خود نہیں جانتے''۔

اس آیت طیبہ کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جاہل کو عالم سے سوال کرنا چاہیے ہر وہ چیز جو مفید ہو اس کے بارے میں سوال کرنا قیامت تک یہ حکم لازم ہے کیونکہ حکم علت سے مفید ہے جب علت کا تکرار ہوگا تو حکم بھی لوٹ آئے گا اور یہ بات اہل عقل سے مخفی نہیں سنت طیبہ میں اس سلسلے میں کافی احکامات موجود ہیں ان میں سے ایک قول ابن ماجہؒ، امام احمد، ابوداؤد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ امام احمد اور ابوداؤدؒ کی روایت میں (صلی بنا) کے الفاظ ہیں جب کہ ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ کی روایت میں (صلی بنا) کے الفاظ نہیں ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اس خوبصورت انداز میں وعظ ونصیحت فرمائی کہ دل اس سے مسرور ہو گئے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے رلانے والا وعظ فرمایا ہے آپ ہم سے کوئی حلف لے لیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو احکام سنو اور امیر کی

---

[۲] سورۃ النساء (۵۹) [۳] سورۃ النحل (۴۳)

Marfat.com

اطاعت کرو اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد تم شدید اختلاف کو دیکھو گے تم پر لازم ہے کہ میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور ان پر مضبوطی سے قائم رہو نئے امور سے بچو بے شک ہر بدعت گمراہی ہے۔[۴]

ایک اور روایت میں ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ آنسو بہہ نکلے اور دل مسرور ہو گئے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ تو آنسو بہا دینے والا وعظ تھا آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہیں ایسی روشنی میں چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح ہے۔ اس راہ سے جو بھی ہٹے گا وہ ہلاک ہوگا۔ جو تم میں زندہ رہا تو وہ دیکھے گا کہ اختلاف بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تم میں سے جو جانتے ہو تم پر میری سنت اور اور خلفا راشدین المہدیین کی سنت لازم ہے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو تم پر اطاعت امیر لازم ہے اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیونکہ نہ ہو بندہ مومن تو ایسے اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے نکیل ڈالی گئی ہو تو جہاں اس کو لے جائیں وہ چلا جائے''۔

خلفاء راشدین سے مراد ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؓ ہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کا فرمان ذی شان ہے۔

اَلْخِلَافَةُ'' بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً''.[۵]

''میرے بعد تیس سال تک خلافت ہے''۔

اور خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گئی جس میں حضرت امام حسنؓ کے چھ مہینے بھی شامل ہیں کیونکہ یہ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے افضل ترین ہیں۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مذکورہ بالا مقدس نفوس کے نقش قدم پر چلنے والے آئمہ اسلام مجتہدین فی الاحکام بھی اس حکم میں شامل ہیں کیونکہ احیاء حق میں یہ لوگ بھی نبی علیہ

---

[۴] ترمذی .... حدیث نمبر (۲۶۷۸) [۵] ابن ماجہ .... حدیث نمبر (۶۳)

Marfat.com

السلام کے خلفاء ہیں اسی طرح مخلوق کی راہنمائی دین کی سر بلندی اور اسلام کی عزت بڑھانے میں یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

خلفاء راشدین کے ساتھ مہدیین یعنی ہدایت یافتہ کی بھی صفت لگائی کیونکہ جب وہ خود ہدایت یافتہ نہ ہوں گے تو دوسروں کی راہنمائی کیسے کریں گے اور وہ مخلوق کے گمراہ ہونے کا اندازہ کس طرح لگا سکیں گے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت کے مقابلے میں خلفاء راشدین کی سنت کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ آپ کو علم تھا کہ وہ سنت نبویہ سے شرعی احکام کے استخراج میں غلطی نہیں کریں گے یا اس سے مراد وہ بعض سنتیں ہیں جو ان کے زمانے میں مشہور ہوں گی۔

خلفاء راشدین کی ایک سنت اہم امور میں باہمی مشاورت ہے اور جس بات پر مجلس شوریٰ اتفاق کرے اس پر عمل کرنا بھی انہیں کی سنت ہے اور کتاب وسنت کی نصوص کی پیروی کرنا اور جن امور میں نص نہ ہو ان میں اجتہاد اور مسائل کا استنباط کرنا۔

گذشتہ ابواب میں خلفاء راشدین کے اجتہاد اور مسلمانوں کا ان کی اقتدار کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح لوگوں نے ان کی اقتداء کی اور ان کے بیان کردہ مسائل پر عمل کیا خلفاء راشدین کے بعد تابعین اعلام اور مجتہدین عظام کا ہی دور ہے جس میں انھوں نے شرعی احکام کو مستنبط کیا ہے اور احکامات کو اخذ کرنے کے قواعد بنا کر اسلامی نظام کی حفاظت کی۔ حدیث مبارکہ میں موجود لفظ ''محدثات'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس کی اصل دین میں نہ ہو پس وہ امور جو اصول دین کے موافق ہوں وہ اس میں شامل نہیں ہیں اگر چہ وہ حضور علیہ السلام کے زمانے کے بعد پیش آئیں۔ اور اس بات کی دلیل خلفاء راشدین کی سنت ہے اور جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ان مقدس نفوس کی سنت وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے بعد واقع ہو جیسا کہ قرآن پاک کا جمع کرنا وغیرہ حضور علیہ السلام نے ان کے تمام امور کو سنت قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے امام النووی فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی حدیث کے یہ الفاظ

Marfat.com

(کل بدعة ضلالة) یہ عام مخصوص ہے شیخ عزالدین بن عبدالسلام ''کتاب القواعد'' کے آخر میں فرماتے ہیں کہ بدعت کی کئی اقسام ہیں۔

۱۔ بدعت واجبہ:۔ مثلاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو سمجھنے کے لیے صرف ونحو کا پڑھنا ضروری ہے اصول فقہ اور کلام میں جرح وتعدیل۔

۲۔ بدعت حرام:۔ جبریہ، قدریہ، مرجبہ اور مجسیمۃ وغیرہ فرقوں کے عقائد بدعت حرام ہیں اور اس بدعت کا رد واجب ہے کیونکہ شریعت کو اس قسم کی بدعتوں سے بچانا فرض کفایہ ہے۔

۳۔ بدعت مستحب:۔ مثلاً سرا خانے اور مدارس کا قیام وغیرہ یہ تمام امور ابتداء اسلام میں نہ تھے۔ اسی طرح تراویح کا باجماعت ادا کرنا۔

۴۔ بدعت مکروہ:۔ مساجد وغیرہ کو مزین کرنا اور قرآن پاک پر تزین وآرائش کا کام کرنا یہ شافعیہ کے نزدیک ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایسا کرنا مباح ہے۔

۵۔ بدعت مباح:۔ عمدہ قسم کے کھانے کھانا، مشروبات سے لطف اندوز ہونا۔ اعلیٰ قسم کی رہائش گاہیں بنانا۔ اس سلسلے میں بعض چیزوں کے مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بدعت کا مفہوم:۔ ہر وہ نیا کام جو کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے اور وہ نیا کام جس میں بھلائی ہو اور وہ مذکورہ شرائط کے مطابق ہو تو وہ بدعت مذمومہ نہیں ہے اور حضرت عمرؓ نے تراویح کی جماعت کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ ''نعمت البدعۃ'' کتنی اچھی بدعت ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات مبارکہ میں اہل عقل کو خطاب فرماتے ہوئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ راہنمائی صرف اس آدمی کے لیے ہے۔

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ'' اَوْ اَلْقِي السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ''۔[۶]

---

۶ سورہ ق ....(۳۷)

Marfat.com

"جو دل (بینا) رکھتا ہو یا (کلام الٰہی کو) کان لگا کر سنے متوجہ ہو کر" بے شک عقل آیات مبارکہ اور سنت نبویہ کی روشنی میں ہر بھلائی اور نیکی کے کام کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور ہر اس گمراہی اور شر کے کام سے بچاتی ہے جو اسلام سے نفرت اور دوری کا سبب بنتا ہو۔

اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ

۱۔ ہر وہ کام جس پر اسلام کی بنیاد ہو اور وہ اعلاء کلمہ الحق کا سبب بنتا ہو تو وہ "امر واجب" ہے۔

۲۔ ہر وہ کام جس سے خدمت دین کا کام لیا جائے اور وہ کوئی زیادہ اہم کام نہ ہو تو یہ "امر مستحب" ہے۔

۳۔ ہر وہ کام جو اسلام کے مخالف ہو اور اس کی تعلیمات سے متصادم ہو تو وہ "امر حرام" ہے۔

۴۔ ہر وہ کام جو اسلام سے مناسبت نہ رکھتا ہو اور باعث فخر بھی نہ ہو تو اسے "امر مکروہ" کہتے ہیں۔

۵۔ اور وہ کام جو مذکورہ آخری دو امور کے درمیان ہو تو اسے "مباح" کہتے ہیں۔

جب مسلمانوں سے کوئی "آدمی" تیرا دل دکھائے اور تیرے نظریئے اور عقیدے کے خلاف بات کرے تو آپ اسے کہہ دیں کہ آپ کے علماء کرام کی تالیفات، فتاویٰ اور دنیا میں پھیلے ان کے مختلف رسائل اور وہ تمام امور جو حضور علیہ السلام کے زمانے میں نہ تھے یہ سب بدعات و گمراہی ہیں۔ تو آپ پر سب سے زیادہ لازم ہے کہ ان بدعات کو ترک کریں یا پھر اپنے قول سے رجوع کریں۔ اس کے بعد ہماری ہدایت کا سوچیں۔

ہم اپنے بھائیوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ انصاف سے کام لیں گے اور اعتدال

---

۶ البخاری۔ شرح القسطلانی (6-406-407)　　۷ ایضاً (6-328)

Marfat.com

کی راہ اختیار کریں گے اور صحابہ کرام کے اعمال کو پیش نظر رکھیں گے۔ جوانھوں نے دوران سفر حضور علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سرانجام دیئے تھے آپ کے بعد خلفاء راشدین کے اعمال کو بھی ملاحظہ کریں گے جن پر آئمہ کرام اور علماء عظام عمل پیرا رہے ہیں ہمارے ان بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ جمہور کی اقتدار کریں اور انسان کے لیے بہتر یہی ہوتا ہے کہ وہ حقائق سے چشم پوشی نہ کریں اور خصوصاً ایک معتدل اور انصاف پسند عالم کو اس چیز کا انکار نہیں کرنا چاہیے کہ۔ سب سے پہلے قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے

دوئم :۔ سنت رسول اکرم ﷺ کی پیروی۔

سوئم :۔ مسلمانوں کے اجماع پر عمل پیرا ہونا۔

چہارم :۔ اگر اجماع میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو مسلمانوں کی اکثریت کی پیروی کرنا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین واضح ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں ہے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا. ؎

''اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو''

اور ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ہم پر رحمت فرمائے۔

اور حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ذی شان بھی ہے کہ۔

لَا تَجْمَعُ اُمتِیْ عَلیٰ ضَلَالَة.

''میرے امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی''۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی رحمت فرمائے اور اپنی نعمتوں سے ہمیں متمتع فرمائے۔ اور ہمیں دین اسلام اور اس کی شریعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

؎ سورہ آل عمران (۱۰۳)

Marfat.com

امت مسلمہ سے محبت

نبی کریم روف الرحیم ﷺ کی محبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی امت سے محبت وخلوص کا اظہار کیا جائے۔اور حسب استطاعت ان کی خدمت اور مدد کی جائے اور یہ بڑا اہم کام ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ جو امت کی ہدایت وراہنمائی کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں وہ اس محبت کے خصوصی حقدار ہیں۔

اسی طرح امت مسلمہ کے وہ افراد جو علم وفضل کے زیور سے آراستہ ہیں اور ان کے چہرے انوار الٰہی سے دمکتے ہیں اور وہ کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں اور امت محمدیہ کے لئے ان کا مبارک وجود نفع بخش ہوتا ہے وہ نیکی کی دعوت دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں وہ انسان سے بدبختی اور نفاق کی علامات کو دور کرتے ہیں اور عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں ایسے نفوس قدسیہ کو "اولیاء اللہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہدات کیے اور مشقتیں اٹھائیں دوسروں کے لیے خیر خواہی کا اظہار کی اور ان کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

یہ ایک ایسا گروہ ہے جن کا ہمنشین بد بخت نہیں رہ سکتا ان کا صحبت یافتہ خوش بخت ہو جاتا ہے جو بھی ان کی بارگاہ سے اٹھا اس پر ان کی صحبت اور محبت کے آثار نمایاں ہو گئے انسان ان کے در سے محبت سیکھتا ہے اور بری عادات کو ترک کر کے عمدہ اخلاق سے مزین ہو جاتا ہے اور اسے کتاب وسنت پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔یہی لوگ "الصادق المقصود" ہیں کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔[1]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک امت میں سے کسی گروہ یا جماعت کو مختص کرنا

---

[1] سورہ التوبہ (۱۱۹)

Marfat.com

درست نہیں تمام مسلمانوں برابر ہیں تمام لوگ برابر ہیں کسی کو الگ مقام و مرتبہ دینا درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مومنین برابر ہیں لیکن جب آپ انصاف کو پیش نظر رکھ کر بات کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام مسلمان اعتقاد عمل صالح اور تقویٰ کے لحاظ سے برابر نہیں ہیں بلکہ ان کے مختلف درجے ہیں اسی وجہ سے فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَاللهِ اَتقَاکُمْ ۔[۲]

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔

میں اسم تفصیل کا صیغہ کیوں استعمال ہوتا ،جس طرح تقویٰ کے درجات میں تنوع ہے اسی طرح اعمال صالحہ کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَآخَرُوْنَ اِعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرُ سَیِّئًا ۔[۳]

"کچھ اور لوگ جنہوں نے اعتراف کر لیا اپنے گناہوں کا۔ انھوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل"۔

اسی طرح مزید فرمایا۔

لاَ یَسْتَوِی القَاعِدُوْنَ مِنَ الْمومِنِیْنَ غیر اُوْلِی الضَرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ ۔[۴]

"نہیں برابر ہو سکتے (گھروں میں) بیٹھنے والے سوائے معذوروں اور جہاد کرنے والوں کے"

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوا۔

لاَ یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الفَتْحِ وَقَاتَلَ اُوْلٰئِکَ اَعْظَمُ

---

[۲] سورہ الحجرات (۱۳) [۳] سورہ التوبہ (۱۰۲)

Marfat.com

دَرَجَۃً مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْ مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا.۵

''تم میں سے کوئی برابری نہیں کرسکتا انکی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (راہ خدا میں) مال خرچ کیا اور جنگ کی ان کا درجہ بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی''

اس کے علاوہ بھی کئی آیات مبارکہ اس بات کی وضاحت کرتیں ہیں، کہ مسلمانوں میں قوت ایمان، استقامت اعمال حسن اخلاق اور احوال کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔ بات واضح ہے کہ تمام مسلمان آقاء دو جہاں ﷺ کی امت اجابت ہونے کے لحاظ سے بہتر ہیں لیکن درجات میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ رِجَالٌ'' صَدَقُوْ مَا عَاھَدُوْ اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْ ھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ.۶

''اہل ایمان میں ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالی سے کیا تھا۔ اور ان جوانمردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعت سعید) کا انتظار کر رہے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور جگہ پر یوں ارشاد ہوا۔

وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اٰولٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ.۷

''اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں''۔

استقامت کی راہ پر چلنے والوں کو یوں عزت بخشی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْ رَبُّنَا اللّٰہَ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلاۗئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیَاؤُکُمْ فِیْ

۵ سورہ الحدید (۱۰) ۶ سورہ الاحزاب (۲۳) ۷ سورہ الزمر (۳۳)

Marfat.com

الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ. وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ. 8

''بے شک وہ (سعادت مند) جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس قول پر پختگی سے قائم رہے اترتے ہیں ان پر فرشتے (اور انہیں کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو۔ اور نہ غم کرو تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں بھی آخرت میں بھی اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ شے ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرما رہے کہ ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں تا کہ ان کے دل خوف اور حزن سے محفوظ رہیں یہی لوگ اولیاء اللہ، اللہ کے دین کے مددگار اور اس کے محبوب بندے ہیں ان پر اس انعام کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ایمان پر استقامت کا عملی نمونہ پیش کیا۔

اللہ رب العزت نے مومنین میں سے اولیاء اللہ کا الگ ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے۔

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. 9

''اس کے متولی تو صرف پرہیز گار لوگ ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے ولایت کو متقین کے ساتھ خاص کر دیا اور تقویٰ کو اولیاء کرام کی نشانی قرار دیا۔

اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا مفہوم بیان کر دیا جائے۔

تقویٰ کا لفظ وقایۃ سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ہے ڈر، خوف اور بہت زیادہ کسی چیز سے بچ کے رہنا اس معنیٰ کی تائید یہ آیت طیبہ کرتی ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ. 10

---

8 سورہ حم السجدہ (30) 9 سورہ الانفال (34) 10 سورہ النساء (1)

Marfat.com

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو''۔

اسی طرح فرمان الٰہی ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ. ۱۱

''جب کہا ان کے بھائی نوح نے انہیں کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو''۔

اور یہی بات حضرت ہودؑ، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب سلام اللہ علیہم اجمعین نے اپنی اپنی قوم سے کہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یوں فرمایا۔

وَاِبْرَاهِيمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ. ۱۲

''اور جب ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو''۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ. ۱۳

اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے''

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان کہ۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا. ۱۴

''اور ڈرو اس دن سے جب نہ بدلہ دے سکے گا کوئی شخص کسی کا کچھ بھی''۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى. ۱۵

''اور انہیں استقامت بخشی تقویٰ کے کلمہ پر''۔

یعنی توحید اور ایمان مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ۔

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى. ۱۶

''یہی لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے''۔

اور تقویٰ اطاعت کے مفہوم میں بھی آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

۱۱ سورہ الشعراء (۱۰۶)   ۱۲ سورہ العنکبوت (۱۶)   ۱۵ سورہ الفتح (۲۶)   ۱۶ سورہ الحجرات (۳)

Marfat.com

اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْنِ. ۱۷

''خبردار کرو (لوگوں کو) کہ نہیں کوئی بھی معبود سوائے میرے پس مجھ سے ہی ڈرا کرو''۔

اسی طرح یہ فرمان بھی ہے کہ۔

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ. ۱۸

''تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو''۔

اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ. ۱۹

''میں تمہارا رب ہوں مجھ سے ڈرو''۔

تقویٰ گناہوں کو ترک کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ. ۲۰

''اور آیا کرو گھروں میں ان کے دروازوں سے اور ڈرتے رہو اللہ سے یعنی اس کی نافرمانی نہ کرو۔

تقویٰ، توبہ کے مفہوم کے ساتھ بھی آیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا. ۲۱

''اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے۔

اس آیت میں تقویٰ توبہ کے معنی میں ہے۔

اسی طرح تقویٰ اخلاص کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. ۲۲

''(اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا) تو یہ احترام اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقوئی ہے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرنا اخلاص کی علامت ہے اسی طرح فرمایا۔

---

۱۸ سورہ المومنون (۵۲) ۱۹ سورہ المومنون (۵۲) ۲۰ سورہ البقرہ (۱۹۸)

۲۱ سورہ الاعراف (۹۶) ۲۲ سورہ حج (۳۲)

Marfat.com

وَإِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ. ۲۳؂

''اور میرے ہی سے ڈرا کرو''۔

یعنی میرے بارے میں اخلاص کا مظاہرہ کرو۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تقویٰ کا بہترین مفہوم یہ کہ ہر اس کام سے بچا جائے جائے جو رضا الٰہی کے خلاف ہو۔

اور تقویٰ کا معنی یہ ہوا کہ کفر سے بچا جائے یہاں تک کہ آدمی ایک متقی مسلمان بن جائے۔ محرمات سے پرہیز کیا جائے اور واجبات کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ نہ کیا جائے تا کہ صاحب ایمان میں استقامت اور عدل جیسی اعلیٰ صفات پیدا ہوں۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جو بروز قیامت لوگوں پر گواہی دیں گے۔

حب دنیا اور گھٹیا کاموں میں مشغول ہونے سے بچنے کی کوشش کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ عمدہ اعمال کو پسند فرماتے ہیں او گھٹیا امور اس کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں گویا کہ تقویٰ کے تین درجے ہوئے۔

۱۔ کفر سے پرہیز۔

۲۔ دین اسلام کی مخالفت سے پرہیز

۳۔ شہوت پرستی اور گھٹیا امور سے پرہیز

تقوی کا معنی اور مفہوم تو واضح ہو گیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کے قول سے اس بات کی مزید وضاحت ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں بے شک متقی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے ڈرتے ہیں کہ اگر خواہش نفسانی کی طرف مائل ہو گئے تو وہ سزا دے گا اور جو کچھ حضور علیہ السلام لے کر تشریف لائے رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہوئے اس کی تصدیق کرنا تقوی ہے۔

۲۳؂ سورۃ البقرۃ (۴۱)

Marfat.com

یہاں تک کہا گیا ہے کہ صغیرہ گناہوں کے مرتکب افراد بھی متقین کی صفوں میں شامل نہیں ہیں کیوں حضور علیہ السلام کا فرمان عالی شان ہے۔

لا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرجَةَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدْعُ مَا لا بَأْسَ بِهٖ حَزَرًا عَمَّابِهِ الْبَاسُ. ۲۴

''بندہ اس وقت تک متقین کے زمرے میں شمار نہیں ہوسکتا جب تک وہ ان امور کو ترک نہ کردے جواس کے شایان شان نہ ہوں اس ڈر سے کہ وہ اس کی عادت ہی نہ بن جائے''۔

اب آپ کو معلوم ہوگیا کہ اولیاءتقوی کی اعلیٰ صفات سے متصف ہوتے ہیں اور متقین وہ افراد ہیں جن میں مذکورہ بالا صفات پائی جاتی ہیں۔

اولیاء اللہ امت مسلمہ کا وہ گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں انتہائی پر خلوص ہوتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

آلا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْهِم وَلاَ هُم یَحزَنُونَ. ۲۵

''خبردار بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ حزن''۔

یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی پناہ میں رکھا ہے اور ان کی شان یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہوتے ہیں اور ان کی خواہشات اللہ تعالیٰ کے احکامات وہدایات کے مطابق ہوتیں ہیں۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اولیاء کے دشمنوں سے دشمنی کرتا ہے اور ان کے دوستوں سے دوستی کرتا ہے اس سلسلے میں ایک حدیث طیبہ بخاری شریف میں آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

''جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ بندے کو جو سب سے زیادہ کوئی چیز میرے قریب کرتی وہ یہ ہے کہ میری طرف سے عائد

---

۲۴ الترمذی......حدیث (۲۴۵۳) ۲۵ سورۃ یونس (۶۲)

Marfat.com

فرائض کو ادا کرے میرا بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے اتنا قریب ہو جاتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاؤں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جنسے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ ۲۶

امام احمد بن حنبلؒ اور امام البیہقیؒ نے عبدالواحد بن میمون سے اور انھوں نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ (اس مذکورہ بالا حدیث میں ایک اور روایت کے حوالے سے اضافہ ہے) ''زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے''۔ ۲۷

وَمَنْ اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا وَيَدًا۔

''میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کے کان آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں''۔

یہ مجازاً اور کنایۃً الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی تائید و نصرت فرماتے ہیں۔

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کے حواس پر خصوصی رحمت نازل فرماتا ہے جن کی مدد سے وہ امور سرانجام دیتا ہے۔

اس حدیث قدسی کی علماء کرام نے تفسیر کی ہے کہ کثرت نوافل سے آدمی کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ان نوافل کی ادائیگی اس تسلسل سے کرتا ہے کہ وہ ان کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے لیکن اس محنت کا مقصد محض تقرب الٰہی ہوتا ہے اس طرح یہ بندہ ایک خاص عنایت اور لطیف رابطے کا مستحق بن جاتا ہے اس وقت سوائے ذکر الٰہی اور وہ کچھ نہیں سنتا اس کے پاک کلام ہی سے لطف اندوز ہوتا ہے اسی کی کتاب پڑھتا ہے اور اس کی

---

۲۶ البخاری شرح القسطلانی (۹۔ ۲۸۸۹۔ ۲۹۰   ۲۷ الطبرانی۔ شرح الاتحاف السنیہ بالاحادیث القدسیہ ۱۶۶

Marfat.com

مناجات میں مشغول رہتا ہے۔اس کی مملکت کے عجائب کو دیکھنا بھی اس کی عبادت بن جاتا ہے۔جس وقت بندے کو اس کی جناب میں ایک خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے تو اسے ایک خصوصی تعلق سے نوازا جاتا ہے پھر جب کوئی اس بندے کی طرف محبت و الفت کا ہاتھ بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر احسانات کی بارش فرماتے ہیں اور جب اللہ کے خصوصی بندے کی طرف کوئی دشمن ہاتھ بڑھاتا ہے تو اللہ رب العزت اس ہاتھ کو توڑ دیتے ہیں۔

اے انصاف پسند مسلمان! ذرا غور تو کر کہ شریعت کے احکام تو ہر عاقل بالغ پر لازم ہیں جو ان احکامات کو پورا کریں گے جنت کے حقدار ٹھہریں گے اس درجہ سے اوپر بھی کئی درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ مختص کر رکھا ہے وہ خاص اور کامل بندے اس روز اللہ تعالیٰ کی جناب میں خصوصی مقام پائیں گے اور رب العزت انہیں اپنی خاص الخاص رحمت سے نوازے گا اور وہ بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔

کتاب و سنت کی ان واضح دلیلوں سے ثابت ہوا کہ سب مسلمانوں میں قدر مشترک ہونے کے باوجود ان کے درجات میں تفاوت ہے۔اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ پہلی تین صدیاں سب سے بہتر ہیں جن میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور شامل ہے تین صدیوں کے اختتام پر آپ کی بات پوری ہوگئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ

اِنَّ مِثْلَ اُمَّتِیْ مَثَلَ الْمَطَرِ لَا یَدْرِیْ اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اَمْ آخِرُہٗ. ۲۸

"بے شک میری امت کی مثال بارش جیسی ہے کہ نہیں پتہ چلتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر"۔

معلوم ہوا رحمت کا دروازہ کھلا ہے جو آدمی اس میں اپنے اعمال کی بنیاد پر داخل ہونا چاہتا ہے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔واللہ الموفق۔

---

۲۸ مجمع الزوائد (۲۔۱۹۷۔۸۹)

Marfat.com

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ رب العزت تمام جہانوں سے غنی ہے اس نے جن وانس اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمائے ہیں تا کہ وہ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی عبادت کریں تا کہ انھیں اس کی معرفت حاصل ہو جب سے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو وجود بخشا ہے انھیں بے آسراء نہیں چھوڑا بلکہ اپنی رحمت سے رسالت کو اپنی معرفت کا وسیلہ بنایا اور اپنے تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْر ''. ۲۹

''کوئی ایسی امت نہیں گزری کہ جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو''۔

ایک اور جگہ یوں فرمایا۔

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّة'' بَعْدَ الرُّسُلِ. ۳۰

''(رسول خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجے) تا کہ نہ رہے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے کے) بعد''۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلاً. ۳۱

''ہم (کسی کو) عذاب نہیں دیتے جب تک ہم ان میں رسول نہ بھیج دیں''۔

پھر فرمایا۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰى. ۳۲

''پھر ہم بھیجتے رہے اپنے رسول یکے بعد دیگرے''۔

یعنی رسولوں کی آمد کا تسلسل ٹوٹا نہیں پے در پے ہم نے رسولوں کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔

انبیاء ورسل کے مبعوث کرنے کا انداز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو اپنے فضل اور وسیع رحمت سے مختص کر دیتا ہے اور نبوت ورسالت کے منصب جلیلہ پر

۲۹ سورہ فاطر (۲۴) ۳۰ سورہ النساء (۱۶۵) ۳۱ سورہ الاسراء (۱۵) ۳۲ سورہ المومنون (۴۴)

Marfat.com

ایسے بندے کو فائز کرتا ہے جو اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ براء ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَه‘. ۳۳؎

''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو''۔

اللہ تعالیٰ انہیں فیوض ربانیہ کا مظہر، وحی الٰہی کے نزول کا محل اور انوار و برکات کا سر چشمہ بنا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ نورانی سلسلہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ پر آ کر ختم ہو گیا ہے یہ نفوس قدسیہ معبود و عبد کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کر کے لوگوں کی راہنمائی فرماتے ہیں بارگاہ الٰہی سے استفادہ کر کے لوگوں کو مستفید کرتے ہیں۔

جب کسی کو رسالت کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے تو انوار الٰہی سے اس کے سینے کو بھر دیا جاتا ہے اور اس کی زبان، اعضا اور حواس بھی تجلیات الٰہی سے مستفید ہوتے ہیں بلکہ اس کے جسم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی مقدس عنایات سے منور ہو جاتا ہے اور وہ ذات اعتقاد عمل، اخلاق اور انوار کے لحاظ سے بھلائیوں کا سر چشمہ بن جاتی ہے۔

پس اللہ رب العزت کا رسول اپنے اقوال، افعال، تقریر اور انوار سے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلاتا ہے اور ہر عاقل بالغ کے لیے اس کا فیض عام ہوتا ہے اب مکلفین (عاقل، بالغ) کی صورت حال کیا ہے کہ ان میں سے جس نے سرکشی کی کافروں میں سے ہو گیا اور جس نے دعوت حق کو قبول کیا اسکا شمار مسلمانوں میں ہو گیا اور جس نے دعوت حق تو قبول کی مگر اچھے اور برے اعمال کرتا رہا تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔

ان میں سے بعض نے اطاعت کا حق ادا کر دیا اور اپنی طاقت کے مطابق خوب اطاعت کی ان عظیم المرتبت لوگوں کا شمار ان لوگوں میں ہوا جو ہر وقت مساجد میں ذکر الٰہی

۳۳؎ سورہ الانعام (۱۲۴)

Marfat.com

کرتے ہیں۔

اذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ ۳۴

''کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے نفس کی تربیت کی اور سنت نبوی کی مسلسل پیروی، ہر مسئلے میں آپ کی اقتداء اور آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی محبت کے حصول کے لیے کوشش کی اور بندگی کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو گئے پس وہ نبی کریم ﷺ کی محبت کے حقدار بن گئے۔ اور ان کی روح، دل اور جسم نے آپ علیہ السلام کی عمدہ صفات سے اپنے آپ کو سیراب کیا اور ان کے جسم کا ذرہ ذرہ آپ علیہ السلام کے جمال جہاں آراء سے روشن ہو گیا۔ انوار رسالت سے انھوں نے روشنی پائی اور ان کا سینہ منور ہو گیا اور اب حقیقت کو تسلیم کرنے میں انھیں کوئی تردد نہ رہا۔ گویا اب اس کا وجود حضور علیہ السلام کا عکس بن گیا اور اس کی صحبت وصول الی الحق کا ذریعہ بن گئی اور یہ تمام فیضان آقا علیہ السلام کی محبت اور صحبت کا ہے۔

پس ایسے نفوس قدسیہ کے سینے انوار و اسرار کا خزینہ بن جاتے ہیں اور یہی چیز انھیں سلوک کی طرف لے جاتی ہے جو حضور علیہ السلام کے مجاہدات کا راستہ ہے خواہ وہ راستہ جہاد بالنفس کا ہو یا جہاد بالجسم والمال کا ہو جس سے اسلام کو سربلندی ملتی ہے۔ یا پھر وہ اشاعت، تبلیغ دین کا رستہ ہو یا روحانی و جسمانی تفکیر کا راستہ ہو جس میں وہ اللہ رب العزت کے احسانات انعام و اکرام پر غور و فکر کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ ایسے مقامات تک پہنچ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں حضور علیہ السلام کی خلافت کا حقدار بنا دیتے ہیں۔

کیونکہ یہ لوگ حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ اور یہ مقام

---

۳۴ سورہ النور (۳۶)

Marfat.com

انہیں علم وعمل سے نہیں بلکہ حقیقت کو تسلیم کرنے اور آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کو اپنانے سے ملتا ہے۔ (مگر نبوت ورسالت کا مقام رفیع وہبی ہے کسبی نہیں ہے) اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ دین کی تبلیغ اور دین حق کی طرف راہنمائی کرنے کے لیے آقا دو جہاں ﷺ کی سیرت طیبہ سے اکتساب فیض کرتے رہتے ہیں۔

اہل علم مسلمانوں پر ابتدائی مسلمانوں (خواہ وہ انصار ہوں یا مہاجرین) اور خصوصاً خلفاء راشدین کے حالات مخفی نہیں ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے حالات سب کو معلوم ہیں کہ آپ نے یاد الٰہی کو اپنے دل میں جگہ دی اور اپنے پیارے نبی ﷺ کے دین متین پر اپنا تن، من، دھن قربان کر دیا۔

آپ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ عزت والے اور سب سے زیادہ انوار نبوت سے فیض حاصل کرنے والے تھے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کہ آپ نے کھلے عام عبادت کا آغاز کیا اور دن رات حق بات میں غور وفکر کیا اور علماء جانتے ہیں کہ آپ کے پاک دل اور مضبوط رائے کی وجہ سے کئی مواقع پر وحی آپ کی رائے کے مطابق اتاری گئی۔ اور حضور علیہ السلام نے آپ کی خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ آپ کو الہام ہوتا ہے اور آپ کی اعلیٰ صفات اور دین حق کی خدمت کی وجہ سے حق آپ کے ساتھ ہے اور شیطان آپ سے ڈرتا ہے اور جس راستے پر آپ چل رہے ہوں وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ آپ نے اپنا مال دین اسلام کے لیے قربان کیا اور آپ کو دو مرتبہ جنت کی خوشخبری سنائی گئی یعنی آپ کی خدمات جلیلہ کے بدلے آپ کو جنت کا مستحق ٹھہرایا گیا اور یہی وہ مقدس ذات ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا حال بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ اپنی صفات، ذہانت، علم

Marfat.com

اور فیصلوں میں یکتا تھے اسی طرح اپنے رب سے تعلق اس کی خوشنودی کے حصول اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔

مقصد یہ ہے کہ جو بھی تقرب الٰہی ، اتباع کتاب وسنت اور دعوت الی اللہ کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو اسے ان نفوس قدسیہ کے نقشِ قدم پر چلنا پڑے گا۔

کافی عرصہ تک مسلمان مذکورہ بالا طریقہ کار پر کاربند رہے۔ اور ہر دور میں متقی اور پرہیز گار بھی موجود رہے اور ان میں سے بعض کے احوال انہیں کے ساتھ خاص ہیں انھوں نے اپنے بعد آنے والوں کو وہی سبق سکھایا جو انھوں نے خود سیکھا تھا اور ایسے لوگوں کو اپنا جانشین بنایا جو اس کے اہل تھے۔ ہر ممکن طریقے سے دین کی خدمت کی اور اس فریضہ کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کی۔ ان میں سے ہر ایک کا مسلمانوں کی تربیت وراہنمائی کرنے دلوں کو منور کر کے کدورتوں سے پاک کرنے اور سلف صالحین سے راہنمائی حاصل کرنے کا ایک مخصوص انداز تھا۔

تیسری صدی کے بعد یہی مخصوص انداز ایک مخصوص نام سے مشہور ہو گیا مثلاً یہ کہا جانے لگا کہ یہ جنید بن محمد کا انداز یا طریقہ ہے۔ یا یہ فلاں کا طریقہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ روایت حدیث میں امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک راوی اور مروی عنہ کا ہم عصر ہونا اور ملاقات شرط ہے جب کہ امام مسلمؒ کے نزدیک ہم عصر ہونا اور ملاقات کا ممکن ہونا شرط ہے۔ اسی طرح باقی حضرات کا روایت حدیث میں اپنا اپنا انداز ہے۔

اسی طرح ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ الکوفی کا مسائل کو اخذ کرنے کا اندازہ امام مالکؒ کا سنت کو بیان کرنے میں اہل مدینہ کے عمل کو دلیل بنانا اور اسی طرح امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا طرز استدلال۔

اور قرآن کریم کی قرأت میں حفصؒ کا اور ورش کا طریقہ وغیرہ۔

یہ نام اور اصطلاحات ابتدائے اسلام میں مشہور و مذکور نہ تھیں۔ لیکن یہ تمام امور

Marfat.com

اسلام کے لیے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں اور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے لیے نفع بخش ہیں۔

جس آدمی کے نزدیک یہ بدعت ہیں تو اگر اسکا مقصد بدعت لغویہ ہے تو اس کا کلام واضح ہے لیکن یہاں پر لغت کو بیان کرنا بے محل ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَ سْمَاءَ كُلَّهَا. (سورہ بقرہ ۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اسما سکھا دیئے''۔

اور اگر اس کا مقصد و مدعا دین میں بدعت اور گمراہی ہے تو پھر اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل امور بھی بدعت کہلائیں گے۔

۱۔ قرآن کریم کا جمع کرنا۔

۲۔ قرآن مجید کو سات قرأتوں میں لکھنا اور مختلف اسلامی مما لک میں بھیجنا۔

۳۔ قرآن پاک پر نقطے اور اعراب لگانا۔

۴۔ احادیث مبارکہ کو مدون کرنا۔

۵۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کے لیے مدارس کھولنا۔

یہ تمام اہم ترین امور جو اسلام کی بقا کے لیے سرانجام دیئے گئے بدعت و گمراہی کے زمرے میں شمار ہوں گے۔

اور کوئی بھی باہوش مسلمان اس قسم کی بات نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

Marfat.com

اولیاء اللہ کی کرامات

گذشتہ باب کی بحث سے معلوم ہوا کہ ایمان راسخ، اعمال صالحہ اور مسلسل تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بعض مسلمانوں کے لیے اضافی درجات مختص فرمائے ہیں اور ان کی شان میں یوں فرمایا ہے۔

آلا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الآخِرَۃِ لاَ تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ[1]

"بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیز گاری کرتے رہے انھیں کے لیے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔ نہیں تبدیل ہوتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں "یہی بڑی کامیابی ہے"۔

بشارت سے مراد وہ خوشخبریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے متقین کے لئے اپنی کتاب اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرمائیں ہیں کہ انھیں سچے خواب دکھائی دیتے ہیں اور مکاشفات عطا فرمائے جاتے ہیں اور نزع کے عالم میں ملائکہ خوشخبری سناتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی عنایات فرمائی جاتیں ہیں۔ پس مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کرامات عطا فرماتے ہیں۔

کرامت کی تعریف:۔ کرامت سے مراد وہ خلاف عادت امر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایسے مخصوص بندوں سے وقوع پذیر ہوتے ہیں جو قرآن وسنت کے پیروکار ہوتے ہیں۔ اور یہ اعزاز اس وجہ سے بخشا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے۔

معجزہ اور کرامت میں فرق

اول:۔ جب معجزہ وقوع پذیر ہوتا ہے اس کے ساتھ دعویٰ رسالت بھی کیا جاتا ہے اور اس

[1] سورہ یونس ۶۲۔۶۸۔۶۴

Marfat.com

کی مثال لانے کے لیے چیلنج کیا جاتا ہے جب کہ کرامت ایک امتی سے سرزد ہوتی ہے اور اس میں چیلنج نہیں کیا جاتا۔

دوئم :۔ معجزہ کی مثل ومثال لانا ناممکن ہوتا ہے جب کہ کرامت کی مثال لانا جائز اور ممکن ہے یا یوں کہہ لیں کہ معجزہ خلاف عادت ہونے میں کرامت سے بہت بلند ہوتا ہے۔

سوئم :۔ انبیاء ورسل کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم ہوتا ہے جب کہ اولیاء کرام کی صورتحال ایسی نہیں ہے بلکہ یہ لوگ کرامت کو چھپانا زیادہ پسند کرتے ہیں ہاں مگر جب دین اسلام کی تائید اور اظہار شان مقصود ہو یا جب مخالفین اسلام میں سے کسی کو سزا دینا ہو تو اس وقت کرامت کا اظہار کرتے ہیں۔

کرامت کا ثبوت :۔ قرآن وسنت اور عقل کی روشنی میں کرامت کا وجود ثابت ہے پس قرآن کی رو سے حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ بطور ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ [۲]

"جب بھی جاتے مریم کے پاس زکریا (اس کی) عبادت گاہ میں (تو) موجود پاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں (ایک بار) بولے اے مریم! کہاں سے تمہارے لیے آتا ہے یہ (رزق) مریم بولیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہے بے حساب"۔

اس آیت مبارکہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس "رزق" کا آنا خلاف عادت امر تھا اور ہر وہ خلاف عادت کام جو کسی نیک شخصیت سے ظاہر ہو وہ کرامت کہلاتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ "رزق" کے خلاف عادت ہونے میں کون سی دلیل ہے۔

۲ سورہ آل عمران

Marfat.com

اس کے کئی جوابات ہیں۔

جواب الاوّل:۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس ''رزق'' کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ اس طرح کے خلاف عادت امر کے ظہور کو کرامت کہا جاتا ہے۔

جواب دوئم:۔ اس وقت حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کی امید یقین میں تبدیل ہوگئی جب انھوں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس یہ ''رزق'' دیکھا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اسی وقت دعا کی جب ان کی حالت بقول قرآن مجید یہ تھی۔

وَهُوَ شَيْخٌ" هَرَمٌ" وَاَهْلُهٗ عُجُوْزٌ".

''وہ بہت بوڑھے تھے اور ان کی اہلیہ بھی بوڑھی تھیں''۔

اے اللہ مجھے بچہ عطا فرما جو میرے لیے خلیفہ بنے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس موجود ''رزق'' کو اللہ تعالیٰ کا انھوں نے ایک اضافی احسان جانا اور ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ کرم عظیم دیکھ حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔

جواب سوئم:۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ''رزق'' کو نکرہ بیان فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ''رزق'' خلاف معمول اور خلاف عادت تھا۔

جواب چہارم:۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھے تھے یعنی موسم گرما میں موسم سرما کے پھل دیکھے اور موسم سرما میں موسم گرما کے پھل دیکھے جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت مریم سے سوال کیا۔

اعتراض:۔ آپ کا یہ کہنا کہ اس طرح کا ہر کام کرامت ہوتا ہے درست نہیں کیا یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا معجزہ نہیں ہوسکتا؟۔

جواب:۔ اگر یہ آپ کا معجزہ ہوتا تو آپ اسے جانتے ہوتے اور اس طرح رزق کے حصول

Marfat.com

اوراس کی کیفیت پر تعجب کا اظہار کرتے اور سوال نہ پوچھتے آیت مبارکہ کا سیاق بتا رہا ہے کہ حضرت زکریا کو اس کے بارے میں معلوم نہ تھا اسی وجہ سے آپ حیران و پریشان ہوئے اور آپ علیہا السلام کا جواب سن کر ان کا دل مطمئن ہو گیا اسی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو دیکھتے ہوئے اپنے لیے بچے کی دعا مانگی۔

اعتراض:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض مسلمانوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی خدمت میں یہ پھل بطور تحفہ پیش کیے ہوں؟۔

جواب:۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ان پھلوں کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے تعجب کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اگر یہ کسی نیک آدمی کی طرف سے تحفہ تھا تو اس میں پھر تعجب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

قرآن پاک کی رو سے کرامت کے ثبوت کے لیے دوسری دلیل

بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے مختص کر دیا ہوتا ہے جیسا کہ اصحاب۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کو دو سو نو سال تک بغیر کسی نقص اور خرابی کے محفوظ رکھا۔ حالانکہ عمومی طور پر انسانی جسم کا اتنی دیر تک محفوظ رہنا ناممکن ہے۔

جب کہ وہ رسول بھی نہ تھے اور نہ ہی اس کام میں انھوں نے چیلنج کیا یہ محض اس کا فضل اور احسان تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا کہ اہل بصیرت عبرت پکڑیں اور اہل اعتبار کے لیے ایک دلیل بن جائے۔

تیسری دلیل:۔ قرآن پاک میں مذکور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی کا قصہ بھی کرامت کے ثبوت کے لیے ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تخت بلقیس جس کا کافی حجم تھا اس کو آنکھ جھپکنے میں لے آئے اور یہ اس شخص کی کرامت تھی جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا کچھ علم تھا وہ اس تخت کو ہزاروں میل دور سے چند لمحوں میں لے آئے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس معروف مادی علم نہ تھا کہ وہ اسے کھینچ کر لے آئے ہوں۔ اور نہ ہی اس زمانے

Marfat.com

میں یہ ممکن تھا اور نہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے کیونکہ اُس جگہ پر آپ علیہ السلام نے اس کا دعویٰ نہیں کیا اور اگر یہ آپ کا معجزہ ہوتا تو تخت منگوانے کے لیے بات کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اور آیت مبارکہ کا سیاق بھی یہی بتا رہا ہیکہ یہ آپ کا عمل نہ تھا پس معلوم ہوا کہ یہ آپ کے صحابی کی کرامت تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کا کچھ علم دے کر اپنے فضل سے مختص فرما لیا تھا۔ اور ایک ایسی روحانی شان عطا فرمائی جو ابدی ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں کرامات کا ثبوت

پہلی دلیل :۔ صحیح مسلم و صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مبارکہ روایت کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

صرف تین نومولود بچوں نے گفتگو کی ہے ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، دوسرا بچہ جریج ناسک کے زمانے کا ہے اور ایک تیسرا بچہ بھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو جبکہ جریج بنی اسرائیل کا ایک عبادت گزار شخص تھا۔ اس کی ایک بوڑھی والدہ تھی ایک دن جب جریج عبادت کر رہا تھا۔ اس کی والدہ نے اسے بلانا چاہا اس نے آواز دی ''اے جریج'' جریج نے دل میں کہا یا الٰہی نماز بہتر ہے یا ماں کا دیدار؟ پھر اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ دوسری مرتبہ اس کی ماں نے اسے دوبارہ بلایا اس بار بھی یہی سوچا یہاں تک کہ تیسری بار اس کی ماں نے اسے بلایا۔ لیکن یہ نماز پڑھتا رہا اس پر اس کی ماں کو دکھ ہوا اور اس نے کہا۔

''یا الٰہی ! اس کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک یہ کسی بدکارہ کا منہ نہ دیکھ لے''۔

اس علاقے میں ایک زانیہ عورت رہتی تھی اس نے دعویٰ کیا کہ میں جریج کو گمراہ کروں گی یہاں تک کہ وہ مجھ سے بدکاری کرے گا۔ پس وہ اس کے پاس آئی۔ لیکن

Marfat.com

کامیاب نہ ہو سکی جریح کی عبادت گاہ میں ایک چرواہا رات کو سویا کرتا تھا۔ پس اس بدکارہ نے اس چرواہے کو اپنی طرف راغب کیا اس نے اس سے بدکاری کی اس طرح بدکارہ نے ایک بچہ جنا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ یہ جریح کا بچہ ہے پس بنی اسرائیل کے لوگ آئے اور انھوں نے اس کی عبادت گاہ کو توڑ دیا اور اسے گالی گلوچ دیں اس وقت جریح نے نماز پڑھی اور دعا مانگی پھر بچے پر انگلی رکھی۔

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں گویا میں دیکھ رہا ہوں جب کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک کے اشارے سے فرما رہے تھے''۔

یَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْکَ.

''اے بچے تیرا والد کون ہے''۔

فقال الراعی .

''اس نے کہا چرواہا''۔

پس بنی اسرائیل اس بات پر شرمندہ ہوئے، معذرت کی اور کہا کہ ہم آپ کی عبادت گاہ سونے سے بنوائیں گے جریح نے انکار کیا اور اس کو اسی طرح بنایا جس طرح پہلے تھی۔

جب کہ تیسرا بچہ وہ تھا کہ اس کی ماں اسے لے کر کھڑی تھی کہ سامنے سے ایک خوبصورت، سرو قد نوجوان گذرا۔ اس کی ماں نے کہا یا الٰہی میرے بچے کو اس نوجوان کی طرح بنا دے۔ بچے نے کہا یا الٰہی مجھے اس جیسا نہ کرنا۔

پھر ایک عورت گزری جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے چوری کی اور زنا کیا اور اسے سزا دی گئی ماں نے دعا کی یا الٰہی میرے بچے کو اس عورت جیسا نہ بنانا۔

بچہ بولا! یا الٰہی مجھے اس عورت جیسا کر دے اس کی ماں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ گزرنے والا نوجوان ایک ظالم انسان تھا میں نے اس جیسا بننا پسند نہیں کیا۔

Marfat.com

اور یہ گزرنے والی عورت جس پر الزام ہے کہ اس نے زنا کیا ہے حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا اور یہ بھی اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس نے چوری کی حالانکہ اس نے چوری نہیں کی میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ مجھے اس جیسا بنادے اور وہ کہتی ہے میرے لیے اللہ کافی ہے۔[۳]

دوسری دلیل:۔ یہ غار والوں کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے اور اس مشہور حدیث طیبہ کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

الزہری، سالم سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

گذشتہ زمانے کی بات ہے کہ تین آدمی ایک سفر پر روانہ ہوئے وہ دوران سفر رات گذارنے کے لیے ایک غار میں داخل ہو گئے اچانک پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑا پتھر گرا اور غار کا منہ بند ہو گیا انھوں نے آپس میں کہا کہ ہم اس غار سے اس وقت تک نہیں نکل سکتے جب تک ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعا نہ مانگ لیں۔

چنانچہ پہلا آدمی بولا میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے دودھ نہیں پیتا تھا پس ایک دن وہ ایک درخت کے سائے میں سو گئے میں نے ان کے لیے دودھ دوھا اور ان کے پاس آیا تو وہ ابھی تک سو رہے تھے میں نے ان کو جگانا مناسب خیال نہیں کیا اور اس بات کو بھی ناپسند کیا کہ ان سے پہلے دودھ پی لوں پس میں ہاتھ میں پیالہ لیے کھڑا رہا اور ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ فجر ہو گئی اب وہ دونوں جاگے اور انھوں نے اپنا دودھ پی لیا اے اللہ رب العزت! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمیں اس غار سے نکال لے۔

پس اس کی دعا سے پتھر تھوڑا سا سرکا لیکن ابھی نکل نہیں سکتے تھے۔

---

[۳] بخاری شریف۔ شرح القسطلانی (۵۔۴۱۱۔۴۱۲) مسلم شریف شرح النووی ۹۔۴۴۱)

Marfat.com

دوسرے آدمی نے کہا میری ایک چچا کی بیٹی تھی اور وہ مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی میں نے اسے بدکاری کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ کافی عرصہ گزر گیا تو وہ میرے پاس آئی میں نے اسے بہت سا مال دیا، کہ مجھے خلوت میں موقع فراہم کرے چنانچہ جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوگئی تو وہ بولی تیرے لیے بغیر حق کے ازار بند کھولنا جائز نہیں ہے" پس میں نے بدکاری کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ مال بھی اسی کے پاس رہنے دیا۔ یا الٰہی اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس غار سے نکال لے پس چٹان تھوڑی سی اپنی جگہ سے ہٹ گئی لیکن وہ اب بھی نکل نہیں سکتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر تیسرے آدمی نے یوں کہا کہ یا الٰہی! میں نے ایک دن کئی مزدور کام پر لگائے ان تمام کو مزدوری دی لیکن ایک آدمی کو مزدوری نہ دے سکا وہ چلا گیا پس میں نے اس کی مزدوری کو تجارت میں لگا دیا جس سے مجھے بہت زیادہ مال ملا کافی عرصہ بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے بندے مجھے میری مزدوری دو میں نے اس سے کہا یہ اونٹ، بکریاں اور غلام سب تیری مزدوری ہیں اس نے کہا کہ کیوں مذاق کرتے ہو میں نے کہا کہ میں تیرے سے مذاق نہیں کرتا بلکہ یہ تمام اشیاء تیری ہی ہیں اے اللہ تعالیٰ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمیں اس غار سے نکال لے۔ پس چٹان اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ [۴]

تیسری دلیل: ۔ حضرت سعید بن میسبؓ، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ایک آدمی گائے لے کر جا رہا تھا اور اس پر اس نے بوجھ لادا ہوا تھا۔ گائے اس کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا کہ میں اس کام کے لیے نہیں پیدا کی گئی میں تو ہل چلانے کے لیے

---

[۴] البخاری۔ شرح القسطلانی ۹۔۵) المسلم شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰۔۱۹۹)

Marfat.com

تخلیق کی گئی ہوں لوگوں نے کہا سبحان اللہ! گائے باتیں کر رہی ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔"اس بات پر ابو بکر اور عمر ایمان لے آئے"۔۵

چوتھی دلیل:۔ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ۔

"تم سے پہلے لوگوں میں محدث ہوا کرتے تھے میری امت کا محدث عمرؓ ہے"۔

المحدثون "مشدد دال کے فتح کے ساتھ" اس سے مراد وہ افراد ہیں جن کی طرف الہام ہوتا ہو اور ان کی کہی ہوئی بات کے بارے میں گمان ہے کہ شائد انھیں کسی نے بتایا ہو۔

پانچویں دلیل:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوران سفر ایک آدمی نے بجلی کی کڑک سنی اور ساتھ ہی آسمان سے یہ آواز بھی سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو وہ آدمی کہتا ہے کہ میں اس باغ کی طرف روانہ ہوا وہاں پر ایک آدمی کھڑا تھا میں نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے اپنا نام بتایا، میں نے اس سے کہا کہ جب باغ خشک ہو جائے تو کیا کرتے ہیں اس نے کہا اس سلسلے میں نہ پوچھیے تو بہتر ہے میں نے اس سے کہا کہ بادلوں میں ایک آواز سنی ہے کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو اس آدمی نے کہا کہ اگر تیرا اصرار ہے تو سن کہ اس باغ کی آمدن کے میں تین حصے کرتا ہوں ایک حصہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں ایک حصہ غرباء و مساکین کو دے دیتا ہوں اور ایک حصہ اسی باغ پر لگا دیتا ہوں۔۶

چھٹی دلیل:۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ۔

رُبَّ اَشْعَثٍ لَا یُوبَہ لَہ' لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَا بَرَّہ'. ۷

"بہت سے پراگندہ حال غبار آلود پھٹے کپڑوں والے جن کا (عام طور پر کوئی

---

۵ مسلم۔شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰۔۱۹۹) ۶ صحیح المسلم۔شرح النووی ہامش القسطلانی (۱۰۔۴۴۲)
۷ صحیح مسلم، شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰۔۵۴)

Marfat.com

خیال نہیں کرتا)۔ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کسی کام کے ہونے پر قسم کہہ بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرماتے ہیں"۔حضور علیہ السلام نے معمولی یا بڑے کام میں کوئی فرق نہیں کیا۔

ساتویں دلیل:۔امام بخاریؒ علامات نبوت میں حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

دو صحابہؓ رات کے اندھیرے میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے نکلے ان دونوں کے سامنے چراغوں کی طرح کوئی چیز تھی۔جب دونوں جدا ہوئے تو وہ روشنی دونوں کے ساتھ چل پڑی"یہاں تک کہ دونوں اپنے گھر پہنچ گئے"۔ ۸

یہ ان صحابہ کرام کی عزت وتوقیر کی خاطر تھا اور یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا ان دونوں صحابہ کے نام یہ ہیں۔

حضرت اسید بن حضیر اور حضر عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما۔

عقلی دلائل:۔جب ایک آدمی ولایت کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنا دوست بنا لیتا ہے اور جب عبد ومعبود کے درمیان دوستی پختہ ہو جاتی ہے تو پھر یہ یقین کامل رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوست کی عزت وعظمت کے لیے وہ کام کرتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اسے سرخروی حاصل ہو جاتی ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بندہ اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔

کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

آلاَ اِنَّ اَوْلِیاءَ اللّٰہِ لاَ خوفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْن.۹

"سنو!بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے"۔

اور یہ بھی فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی بندے کا دوست ہوتا ہے فرمایا۔

---

۸ صحیح المسلم۔شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۶۔۱۵۹،۱۶۰)۹ سورہ یونس ۶۲

Marfat.com

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوا. ١٠؎

''اللہ ان کا دوست ہے جو (صدق دل سے) ایمان لائے''۔

مزید فرمایا

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَی الَّذِیْنَ آمَنُوْا. ١١؎

''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے''۔

ایک اور جگہ پر یوں فرمان ہوا۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه' وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا. ١٢؎

''تمہارا مددگار تو صرف اللہ اور اس کا رسولؐ (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا یہ طریقہ بتایا کہ یوں کہو۔

اَنْتَ مَوْلَانَا. ١٣؎

اے اللہ! تو ہمارا آقا ہے''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بندے کے لیے حبیب ہوتے ہیں اور بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے حبیب ہوتا ہے اور محب اپنے محبوب کے لیے وہی کام کرتا ہے جس سے محبوب کی عزت اور عظمت میں اضافہ ہو فرمان الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا حبیب ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ. ١٤؎

''اور جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے''۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ خاص بھی محبوبیت کے درجے پر فائز ہوتا ہے فرمان ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ. ١٥؎

یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَه'. ١٦؎

١٠۔ سورہ بقرہ (٢٥٧) ١١؎ سورہ محمد (١١) ١٢؎ سورہ المائدہ (٥٥) ١٣؎ سورہ بقرہ (٢٨٦)

١٤؎ سورہ البقرہ (١٦٥) ١٥؎ سورہ البقرہ (٢٢) ١٦؎ سورہ المائدہ (٥٤)

Marfat.com

''یہ محبت جانبین سے ہوتی ہے کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

''وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے''۔

اس جگہ یہ بھی دلیل دی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ

لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. ١٧

''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں''۔

اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کا کام کرنے پر قادر ہے اور کوئی اسے عاجز نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو توفیق اطاعت اور ادائیگی فرض پر استقامت عطا فرمارکھی ہوتی ہے اور یہ توفیق اصل میں اس نے مطیع اور فرمان بردار بندوں کی عزت وعظمت کے اظہار کے لیے دی ہوتی ہے اور توفیق کے مطابق ان بندوں کی عزت وشان کے لیے انھیں کرامت کی نعمت عطا فرمائی جاتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ان کے تمام امور کا متولی ہوتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ. ١٨

''اور وہ (اللہ) حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی''۔

یہاں ایک اور بھی دلیل دی جاسکتی ہے کہ افعال کی متولی تو روح ہے بدن نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تمام ارواح کی روح ہے۔یعنی جب بھی ارواح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں ترقی کرتیں ہیں۔تو اسی مناسبت سے اطاعت اور اخلاص میں بھی ترقی کرتے ہیں اور جب بھی نسبت اور ربط الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے اسے اتنا ہی بارگاہ الٰہی سے نور اور فیض ملتا ہے اور جب روح فیوض الہیہ کا مظہر بن جائے تو

---

١٧ سورہ الشوریٰ (١٢)　　١٨ سورہ الاعراف (١٩٦)

Marfat.com

صاحب روح سے امداد غیبیہ اور کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پہلے بھی اس نعمت غیر مترقبہ سے نوازتا رہا ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً. ١٩

''اور تم اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار کو ہرگز تبدیل نہ پاؤ گے''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کو دوام ہے اور جب آدمی عالم ارواح میں چلا جائے تو بھی یہ فنا نہیں ہوتی۔اسی وجہ سے اہل معرفت ارواح کے طبعی اثرات ملاحظہ کرتے ہیں اور اہل صفاء زیارت کے وقت ارواح کے انوار کا ادراک کر لیتے ہیں جب کہ عقل ان انوار و فیوض کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔

١٩۔سورہ فاطر (٦٢)

Marfat.com

کرامات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

کراماتِ ابوبکرؓ

۱۔چشم بینا:۔عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنابہ عائشہ صدیقہؓ کو بیس وسق کھجوریں، جو درختوں پر لگی ہوئیں تھی ہبہ فرمادیں۔جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا بیٹی بے شک میں نے تجھے بیس وسق کھجور جو ہبہ کی تھیں اگر تم ان کو توڑ کر ان پر قبضہ کرلیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر آج تو اس میں میراث جاری ہیں اور وارث تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں بس اب اس کو احکام قرآن مجید کے موافق تقسیم کرنا اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی ابا جان!اگر اس سے زیادہ بھی ہوتیں تو میں ہبہ کر دیتی لیکن یہ تو فرمایئے کہ میری تو ایک بہن اسماء ہے دوسری کون ہے آپ نے فرمایا بنت خارجہ (آپ کی بیوی کا نام) کے پیٹ میں مجھے لڑکی نظر آرہی ہے۔

خیال رہے کہ جناب صدیق اکبرؓ کی اس میں دو کرامتیں ہیں ایک تو یہ خبر دینا کہ اس مرض میں میرا وصال ہو جائے گا دوسری یہ کہ امام حبیبہؓ بنت خارجہ کے ہاں جو اولاد بعداز وفات پیدا ہونی تھی وہ لڑکی ہے اور پھر ایسا ہی ہوا۔

۲۔کھانے میں برکت:۔امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز شام کو حضرت ابوبکرؓ نے تین مہمانوں کی دعوت کی ان کو گھر بیٹھا کر خود سرکار علیہ السلام کی خدمت میں بغرض حاضری چلے گئے کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے جب گھر واپس آئے تو مہمانوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا اور جب آپ کے فرمان پر مہمانوں نے کھانا شروع کیا تو ہر شخص یہ محسوس کر رہا تھا کہ بلکہ مشاہدہ میں آرہا تھا کہ ہر لقمہ اٹھانے کے بعد کھانا پہلے سے زیادہ ہو جاتا۔جناب صدیق اکبرؓ نے

Marfat.com

اپنی بیوی سے (جن کا تعلق قبیلہ بن فراس سے تھا) فرمایا بنی فراس ماہذا؟۔
اے بنی فراس کی بہن یہ کیا معاملہ ہے۔ تو انھوں نے جواباً عرض کیا۔

قالت قُرة عینی اِنھا الآ ن لَا کثرُ مِنھا قبل ذلک بِثلثِ مرَّاتِ.

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک اس وقت تو یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔
پس اس میں سے حضرت ابوبکر نے بھی کھایا۔ [۲۰]

یہ تو وہ کرامات تھیں جن کا ظہور حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں ہوا اس کے علاوہ بھی آپ کی کرامات کثرت سے منقول ہیں۔

حضرت عمرؓ کی کرامت یا ''ساریۃ الجبل''

حضرت عمر فاروقؓ نے ساریہ بن زنیم الخلجی کو ایک لشکر کا سالار بنا کر فارس بھیجا۔ نھاوندک مقام پر دشمن نے مسلمانوں کے لشکر محاصرہ کر لیا۔ ان کے تعداد بھی زیادہ تھی۔ قریب تھا کہ مسلمان شکست سے دو چار ہوتے اس وقت مدینہ طیبہ میں حضرت عمر منبر پر بیٹھے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور دوران خطبہ آپنے بلند آواز سے فرمایا۔

یا ساریۃ الجبل   یا ساریۃ الجبل .

''اے ساریہ پہاڑ کا خیال کر، اے ساریہ پہاڑ کا خیال کر''۔

یہ آواز اللہ تعالیٰ نے ساریہ اور لشکر اسلام کو سنادی اس وقت وہ نھاوند میں تھے ان سب نے کہا یہ کہ تو امیر المومنین حضرت عمرؓ کی آواز ہے چنانچہ انھوں نے پہاڑ کی طرف سے دشمن کو دیکھ لیا اور اس پر غلبہ پالیا۔

روایت میں ہے اس وقت حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے۔

جب حاضرین نے حضرت عمرؓ کی گفتگو سنی تو کہا یہ امیر المومنین کو کیا ہو گیا ہے ''ہمارے میں ساریہ موجود نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس بات کا علم تمہیں بعد میں ہو جائے گا۔

Marfat.com

فراستِ عثمانیؓ

حضرت عثمانؓ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا۔ جب وہ گھر سے آپ کی ملاقات کی نیت سے چلا تو راستے میں اسے ایک عورت ملی اسنے اسے خوب غور سے دیکھا جب وہ آپؓ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔

''تم میں سے کچھ لوگ آتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں''۔

اس آدمی نے کہا کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے؟

آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ فراست ہے حضرت عثمانؓ نے اس آدمی کی تربیت اور تعلیم کے لیے ایسا فرمایا۔

حضرت علیؓ کی کرامت

روایت کی جاتی ہے کہ ایک رات حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ نے ایک آدمی کو یوں کہتے ہوئے سنا اے وہ ذات پاک جو مظلوم اور پریشان حال آدمی کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

اے وہ ذات جو بیمار سے تکلیف اور مصیبت کو دور کر دیتی ہے۔ تیرے پاک گھر کے ارد گرد لوگ گروہ در گروہ جمع ہیں اور اس بات سے آگاہ ہیں کہ تیری سخاوت کی آنکھ سوتی نہیں ہے اے ازل سے قائم ذات!

مجھے اپنے کرم کے صدقے معاف فرما کیونکہ مخلوق محرومی کی صورت میں تیری ہی طرف دیکھتی ہے۔

اگر تیرا عفو و درگزر گناہ گاروں کے لیے نہ ہو تو پھر خطا کاروں پر کون نعمتوں کی بارش برسائے گا

حضرت علیؓ نے فرمایا اے بیٹا اس آدمی کو بلاؤ۔ وہ اسے آپ کے پاس لے کر آئے اور اسے کہا امیر المومنین کو جواب دو اور وہ اپنا جسم کا ایک حصہ گھسیٹے ہوئے آگے بڑھا

Marfat.com

اور آپ کے سامنے کھڑا ہوگا آپؓ نے فرمایا میں نے تیری بات سنی تیری کہانی کیا ہے اس نے کہا میں عیش وعشرت اور گناہ کی زندگی گزارتا تھا میری اس حالت کو دیکھ کر میرے والد صاحب نے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے بچو اور کوئی اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ لیکن میں نے اس کی اس وعظ ونصیحت کو درخوار اعتنا نہ سمجھا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ میں تیرے لیے بددعا کروں گا وہ مکہ المکرمہ آیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور میرے لیے بد دعا کی اس کی دعا ابھی ختم بھی نہ ہوئی کہ مجھے دائیں طرف فالج کا حملہ ہوگیا میں بہت شرمندہ ہوا میں نے اپنے والد صاحب کی منت سماجت کی اور اسے راضی کرلیا اور عرض کی کہ جہاں آپ نے میرے لیے بددعا کی ہے اسی جگہ جا کر میرے لیے دعا کریں۔ میں نیا نھیں اونٹنی پیش کی وہ اس پر سوار ہوئے وہ اونٹنی دوڑ پڑی اور میرے والد صاحب اس سے گر پڑے پتھروں پر گرنے کی وجہ سےان کی موت واقع ہوگئی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کیا تیرے والد صاحب تجھ سے راضی تھے کیونکہ فرمان الٰہی ہے

رَضِيتُ عَمَّنْ رَضِيَ عَنْهُ أَبُوهُ.

''میں اس سے راضی ہوتا ہوں جس سے اس کا والد راضی ہو''۔

اس نے عرض کی جی ہاں وہ راضی تھے۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور دو رکعات نماز نفل ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے اس سلسلے میں دعا کی پھر فرمایا۔

قم یا مبارک!

''اے خوش بخت کھڑا ہوجا''۔

پس وہ کھڑا ہوا اور چلنے لگا اور ایسا محسوس ہوتا تھا گویا کہ وہ بیمار تھا ہی نہیں، پھر فرمایا کہ اگر تو قسم اٹھا کر مجھے یقین نہ دلاتا تو میں تیرے لیے ہرگز دعا نہ کرتا۔

حضرت علیؓ کا ایک فالج زدہ کو یوں فرمانا کہ اے خوش بخت اٹھ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ نے نماز پڑھ کر جو دعا کی تھی آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ اب ٹھیک ہوگیا ہے اسی لیے آپ

Marfat.com

نے سائے کھڑا ہونے کے لیے فرمایا اور اللہ نے آپ کے یقین کو حقیقت کا رنگ دے دیا۔

سیدنا حضرت عباسؓ کی کرامت

حضرت عباسؓ نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں حضرت عمرؓ نے قحط سالی کے دور میں ان کو بارش کی دعا کے لیے کہا تھا۔

اسی انتہائی خشک سالی میں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور بارش نازل فرمائی اس میں کوئی شک نہیں کہ قربت ورشتہ داری دعا قبول ہونے کے لیے ایک وسیلہ ہے اسی لیے آپ کی عزت افزائی کے لیے بارش برسائی گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کرامت

آپ جنگ قادسیہ میں زخمی ہو گئے اور میدان جنگ میں جانے اور گھوڑے پر سوار ہونے کی بھی طاقت نہ رہی۔

کسی شاعر کا کلام آپ تک پہنچا جس سے آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور اس کے لیے بدعا کی عرض کی یاالٰہی اس کی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روک دے۔ پس وہ شاعر گونگا ہو گیا اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تھی کہ

اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ۔[۲۱]

''اے اللہ رب العزت سعد کا نشانہ درست فرما اور اس کی دعا قبول فرما''۔

پس جو بھی وہ دعا مانگتے تھے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما لیتے تھے۔ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس بات کا علم تھا حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کا والی بنایا تو آپ نے تحقیق کے لیے ایک آدمی بھی ساتھ روانہ کیا اس نے جس مسجد میں جا کر ان کے بارے میں پوچھا سب نے ان

[۲۱] البخاری۔ شرح القسطلانی (۲۔۵۸۳) المسلم شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۳۔۹۸۔۹۹)

Marfat.com

کی تعریف کی مگر جب وہ بنی علبس کی مسجد میں آیا تو ایک آدمی کھڑا ہو گیا اسے اسامہ بن قتادہ کہا جاتا تھا اور کنیت ابو سعدہ تھی کہنے لگا سفر سعدؓ خود لشکر میں نہیں چلتے برابر تقسیم نہیں کرتے فیصلے میں انصاف نہیں کرتے اس وقت حضرت سعدؓ نے اس کے لیے بددعا فرمائی۔

اے اللہ یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر دراز فرما دیجئے اور اس کی تنگدستی دراز کر دیجئے اور اس کو فتنوں میں ڈال دیجئے۔ اس حدیث کے ایک راوی عبدالملک بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا بڑی عمر ہونے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ فقیر ہو گیا تھا اس کے باوجود راہ گزرتی لڑکیوں کو وہ آنکھیں مارتا تھا جب اس سے اس حالت کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا مجھے سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے اس کے بعد عمرؓ نے آپؓ کو دوبارہ کوفہ کا والی بنانا چاہا مگر آپؓ نے انکار کر دیا،

ایک دفعہ حضرت سعدؓ جا رہے تھے کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بہت برا کہہ رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے اس سے فرمایا ''اے بدبخت تو ایسے لوگوں کو برا کہہ رہا ہے جو تجھ سے کہیں بہتر ہیں ان کو برا کہنا چھوڑ دو ورنہ میں تیرے لیے بددعا کروں گا اس آدمی نے کہا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جو مجھے ڈرا رہے ہیں حضرت سعدؓ نے اسی وقت وضو کیا اور مسجد میں چلے گئے اور یوں دعا کی!

اے اللہ! اگر یہ شخص ان لوگوں کو برا کہتا ہے جن کے حق میں آپ کا وہ وعدہ آچکا ہے جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا تھا تو اس کو آج لوگوں کیلئے نشان عبرت بنا دے،

پس ایک بختی اونٹنی آئی لوگ اس کی وجہ سے ہٹ گئے اس نیا اس بدبخت آدمی کو روند ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کرامت

ایک شیر نے لوگوں کا رستہ روک رکھا تھا آپ نے اسے کھڑکا تو وہ دم ہلاتا وہاں سے چلا گیا اسی طرح حضرت سلمان اور ابوالدرداءؓ کے ہاتھوں میں پیالہ تھا اس پیالے نے تسبیح کرنا شروع کر دی دونوں نے اس کی تسبیح کو سنا۔

Marfat.com

حضرت عمران بن حصینؓ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ فرشتوں کی تسبیح کو سن لیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے داغ لگوایا تو یہ سلسلہ بن ہو گیا پھر (توبہ کے بعد) اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس سلسلے کو جاری فرما دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سے کرامت کا ظہور ہوا کہ آپ نے زہر کا پیالہ پیا لیکن آپ پر اس نے اثر نہ کیا۔

اس کے علاوہ بھی کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کرامات کا ظہور ہوا تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور گزشتہ دور کے نیک پرہیز گار مسلمانوں سے کرامات ظاہر ہوئیں اس تواتر سے ان کو بیان کیا گیا ہے کہ یقین کا گمان ہوتا ہے۔

سوال:۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں اگر چہ کرامات کثرت سے ظاہر ہوئیں لیکن ان کے بعد اولیاء کرام سے کرامات کا ظہور پہلے کی بنسبت زیادہ ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟۔

جواب:۔ جب یہی سوال امام احمد بن حنبلؒ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس زمانے کے لوگوں کے ایمان بہت مضبوط تھے ان کو کسی ایسی بات کی بھی ضرورت نہ تھی کہ جس سے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی۔ لیکن اس کے بعد لوگوں کے ایمانوں میں ضعف واقع ہو گیا۔ اس لیے ان کے ایمانوں کو قوی کرنے کے واسطے کرامتوں کے اظہار کی ضرورت بہت زیادہ ہو گئی۔

ایک ضروری وضاحت

اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ معجزہ صرف انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھ خاص ہوتا ہے جب کہ کرامت، نیک، پرہیز گار اور سنت رسول کے پیروکار انسانوں سے واقع ہوتی ہے مثلاً صحابہ کرام، تابعین تابع تابعین اور امت محمدیہ کے دیگر نیک ومتقی افراد رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کسی فاسق، فاجر او سرکش آدمی سے کرامت کا صدور قطعاً نہیں ہو سکتا اور ان سے اگر بعض دفعہ خلاف عادت امور کا ظہور ہو تو بھی اسے کرامت شمار نہیں کرتے وہ خاص علوم

Marfat.com

میں مہارت کی وجہ سے یہ امور سرانجام دیتے ہیں مثلاً جادو، ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی وغیرہ۔ یا پھر علاج کے لیے مسلسل مشق کرتے ہیں۔

مثلاً ایک دن میں کئی مرتبہ زہریلے دانے چبالینا یا بلندی سے پستی کی طرف چھلانگ لگانا وغیرہ۔

اسی طرح اپنے آپ کو بھوکا پیاسا رکھ کر اور راتوں کو مسلسل جاگ کر بھی بعض لوگوں کو خفیہ رازوں سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

اور ان میں زیادہ تر ظن وتخمین سے کام لیا جاتا ہے اور بعض دفعہ تجربہ کی بنیاد پر نتیجہ اخذ کرلیا جاتا ہے۔

بسا اوقات کسی نیک آدمی کی دعا اثر دکھاتی ہے اور انسان کو غیر معمولی صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے اور دعا کے اثر کو آئندہ نسلوں میں بھی محسوس کیا گیا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے پیروکار افراد سے سرزد ہونے والے غیر معمولی افعال کو کرامت کہتے ہیں۔

دین اسلام کی خلاف ورزی کرنے والے اور سرکش افراد سے ایسے افعال کے وقوع کو ''استدراج'' کہتے ہیں۔ کیونکہ کرامت تو معجزہ رسول کی ایک کرن ہے اور یہ امداد الٰہی او فیوض ربانی کا ایک سنہری سلسلہ ہے۔ اور ان روحانی انوار کے حصول کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔

۱۔ اسلام کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قبول کرنا۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت وپیروی کرنا۔

Marfat.com

صالح، متقی اور سچے لوگوں کی صحبت

قرآن حکیم اور سنت نبویہ کے قطعی دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صالح متقی اور سچے لوگوں کی صحبت ضروری ہے ارشاد ربانی ہوا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا[1]

''اور روکے رکھیے اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام، طلبگار ہیں اسکی رضا کے اور نہ ہٹیں آپکی نگاہیں ان سے کیا آپ دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور نہ پیروی کرو اس (بدنصیب) کی غافل کر دیا ہم نے جسکے دل کو اپنی یاد سے اور وہ اتباع کرتا ہے اپنی خواہش کی۔ اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ اپنی ذات مقدسہ کو ان مومنین کی صحبت میں رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کریم کی خوشنودی کے لیے دعا مانگتے ہیں اور ان قدسی صفات لوگوں کے علاوہ دنیا پرست لوگوں کی طرف توجہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ جو ذکر الٰہی سے غافل، خواہشات نفسانی کے غلام اور دین الٰہی سے شرکش ہیں ان کی اطاعت و پیروی سے روکا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے دین کی ترویج میں تعاون ہوتا ہے اور اس سے دل کو جلا ملتی ہے اور اہل مسق وکفر کے پاس بیٹھنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جاتا ہے اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

---

[1] سورہ الکھف (۲۸)

Marfat.com

اول الذکر لوگوں کے پاس بیٹھنا عبادت اور سعادت ہے جب کہ آخر الذکر کی مجالس میں بیٹھنے سے آدمی اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اور بدبختی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور کوئی بھی ذی شعور آدمی سعادت کو شقاوت میں تبدیل ہوتے نہیں دیکھ سکتا قرب الٰہی سے شقاوت دور ہو جاتی ہے اور یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ اہل خیر کی مجالس سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے اور اہل شر سے شر ہی ملتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صحبت صالح پر ابھارا ہے فرمایا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ. [۲]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

اس آیت مبارکہ میں ساتھ ہونے سے مراد سچے لوگوں یک صحبت اور محبت ہے اس سے دل حق بات پر ڈٹ جاتا ہے اور کفر و بے ایمانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ گویا کہ تقویٰ کے حصول کے لیے صالحین کی صحبت ایک وسیلہ ہے با الفاظ دیگر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرما رہے ہیں۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تمہیں اللہ سے ڈرنے کا طریقہ معلوم نہیں تو پھر جان لو وہ طریقہ تمہیں صالحین کی صحبت سے ملے گا''۔

کیونکہ انسان جب اہل خیر اور اہل علم کے پاس بیٹھتا ہے تو ان سے بھلائی اور علم ہی حاصل کرتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذی شان راہنمائی کرتا ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِىْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. [۳]

''کہا اس بندے کو موسیٰؑ نے کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں بشرطیکہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے''۔

---

[۲] سورہ التوبہ ۱۹۹) [۳] سورہ الکھف (۶۶)

---

[۲] سورہ آل عمران (37)

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم ،احوال اور عمدہ صفات کے حصول کے لیے با صلاحیت لوگوں کی پیروی ضروری ہے اسی طرح نیک آدمی کا اہل خیر کے بارے میں معلومات دینا اور استفادہ کی کیفیت سے آگاہ کرنا ایک مرغوب و پسندیدہ امر ہے حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین کے لیے بھی اسی طرح ایک حدیث طیبہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحبت صالح کی دلکش انداز میں تشریح فرمائی ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدار عرب و عجم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اچھے اور برے ہم نشیں کی مثال ایسے ہے جیسے عطر فروش یا بھٹی گرم کرنے والا پس جب آپ عطر فروش کے پاس بیٹھیں گے تو آپ اس سے خوشبو خریدیں یا نہ خریدیں اس کے پاس بیٹھنے سے آپ کو خوشبو ضرور آئے گی لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے سے یا تو آپ کے کپڑے جلیں گے یا پھر اس سے بدبو آئے گی''۔ [۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے بہت کم مدت میں بہت کچھ سیکھ لیتا ہے وہ باتیں جو تنہائی میں کافی جدوجہد کے بعد حاصل ہوتیں ہیں صحبت میں چند دنوں کے اندر حاصل ہو جاتیں ہیں یہاں تک کہ دونوں ساتھی ایک دوسرے کے مذہب اور دین کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلرَّجُل عَلٰی دِینِ خَلِیلِهٖ فَلْیَنْظر اَحَدُ کم مَنْ یُخَالِلُ۔ [۵]

''ہر آدمی اپنے ساتھی کے مذہب پر ہوتا ہے پس تم کو غور کرنا چاہیے کہ کس کو دوست بنا رہے ہو''۔

اس حدیث کو ابو داؤد اور امام الترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام

---

[۴] البخاری۔شرح القسطلانی (۴۔۳۹)　[۵] البخاری شرح القسطلانی (۴۔۳۸)

Marfat.com

الترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے دنیاوی دوستی اور مصاحبت کے اثرات آخرت میں بھی دیکھنے ہوں گے۔ حدیث مبارکہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ ۶

''آدمی بروز قیامت اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوگی''۔

حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ ایک آدمی ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان لوگوں سے مل نہیں سکتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

۶ البخاری (۸-۴۹)

Marfat.com

زیارت صالحین

جب دوانسانوں میں محبت والفت کا رشتہ قائم ہو جائے اوران کی یہ محبت خالصتاً اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر ہو تو اگر وہ اکھٹے رہتے ہیں تو صورتحال واضح ہے اور اگر ان میں جدائی واقع ہو جائے تو وہ ان کے لیے تکلیف دہ امر ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک آدمی اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے اس کے گاؤں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بھیجا وہ فرشتہ اس آدمی سے آکر پوچھتا ہے کہ کہاں جا رہے ہو اس نے کہا قریبی گاؤں میں میرا ایک بھائی رہتا ہے اس کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں فرشتے نے کہا کیا اس پر تو نے کوئی احسان کرنا ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں تو اس سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہوں فرشتہ کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری طرف بھیجا گیا ہوں اور تیرے لیے یہ خوشخبری لایا ہوں کہ جس طرح تو اس سے محبت کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ [1]

اس حدیث طیبہ سے ثابت ہوا کہ نیک لوگوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ایک امر مستحب ہے اگر چہ وہ ایک ہی گاؤں میں رہتے ہوں یا الگ الگ علاقوں میں رہتے ہوں اور اگر اس ملاقات کا مقصد دین کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو کہ اس کے سوا کوئی نہ بتا سکتا ہو یا کسی روحانی مرض مثلاً حسد و کینہ وغیرہ کے علاج کے لیے اس کے پاس جانا ضروری ہو تو ایسی ملاقات مزید ضروری ہوتی ہے کیونکہ جس چیز پر واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے بے شک اپنے نفس کو رزائل اور امراض نفسانیہ سے بچانا کامیابی اور نجات کا سبب ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

---

[1] مسلم شریف۔ من الجاہرۃ شرح النووی بامش القسطلانی (۹۔۳۶۱)

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. ۲

''یقیناً فلاح پا گیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا''۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کی بارگاہ میں بیٹھنے سے دل کے امراض ختم ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آدمی صالحین کی زیارت سے روکتا ہے اور دلیل یہ دیتا ہے کہ۔

لاَ تَشُدُّ الرِّحَالَ اِلاَّ اِلٰی ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ. ۳

''کہ سفر نہ کرو مگر تین مساجد کی طرف''۔ تو اس کا جواب یہ ہے اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مذکورہ تین مساجد کے علاوہ زیادہ ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ بعض احادیث میں مذکورہ مساجد میں اضافی ثواب کے بارے میں فرمایا گیا ہے جب کہ اولیاء، صالحین اور عارفین کی زیارت اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ان سے ادب، علم، اخلاق حسنہ اور فضائل سیکھے جائیں اور کوئی بھی ذی شعور انسان کسی پر فقہ، عقائد، حکمت اور لغت عرب کو سیکھنے کے دروازے بند نہیں کر سکتا۔ اور حق کی ہدایت طلب کرنے والوں کی جن چیزوں کی طرف راہنمائی کی جاتی ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان علوم کے طبہ جو دلوں کی امراض کو دور کرنے والے ہیں متقی اور صوفی لوگوں کی پیروی کریں کیونکہ یہ لوگ دلوں کی بیماری کا نور سے علاج کرتے ہیں اور پاکی کے راستہ کی طرف اچھی راہنمائی کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ طلبہ بدنی امراض کے علاج کے لیے حاذق اطباء کی طرف رجوع کریں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دین انسانی زندگی کی روح ہے اور اس کے عمدہ تصورات، زکاوت نفس اور اس کی عمدگی اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے تمام رکاوٹوں سے چھٹکارا پانا یہ دین کی روح ہے۔

---

۲ سورہ الشمس (۹۔۱۰)   ۳ مسلم شریف۔ عن بریدہ من ابیہ شرح النووی فی ہامش القسطلانی ۴۔۳۱۵

Marfat.com

انسان جب بدنی امراض کی وجہ سے مرجاتا ہے تو اس کا مادی اشیاء سے لطف اندوز ہونا ممکن نہیں رہتا۔ اور جب آدمی روحانی امراض کی وجہ سے مرتا ہے تو اس کی سعادت ابدی کا اختتام ہو جاتا ہے اور ابدی شقاوت اس کا مقدر بن جاتی ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ صالحین کی اتباع کر کے نفس کے امراض کا علاج کرے کیونکہ تزکیہ نفس ضروری ہے اور پھر ہر وہ امر جس پر فرض کی ادائیگی موقوف ہو وہ کام بھی فرض ہو جاتا ہے۔

اعتراض :۔ ہر کام کے لیے شریعت کی اتباع ہی کافی ہے کیونکہ جن سعادتوں کا انسان محتاج ہے وہ تمام امور دین کی اتباع میں ہیں پس کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں۔

جواب :۔ ہم آپ کے موقف کی مخالفت نہیں کرتے لیکن آپ نے اتباع شریعت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا کیونکہ شریعت تو عبادت اور اخلاص کا حکم دیتی ہے عبادت کا علم تو دینی تعلیمات سے حاصل ہوتا ہے جب کہ اخلاص جس کا دارومدار نیت پر ہے اس پر عمل کرنا اسوقت تک ممکن نہیں جب تک اخلاق محمدیہ کو نہ اپنایا جائے اور اخلاق محمدیہ صرف اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب دین، اہل دین اور ان کی صحبت سے محبت کی جائے اور ان سے وہ آداب سیکھے جائیں جو قرب رسول ﷺ کا باعث ہوں۔ اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ.[۲]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ“۔

کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان یاد نہیں[۳] جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان حکایتاً بیان فرمایا گیا۔

---

[۲] سورۃ التوبہ (۱۱۹)

[۳] بخاری شریف۔ شرح القسطلانی (5-411-412) مسلم شریف۔ شرح النوی (9-441)

Marfat.com

هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا.۵

''کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں بشرطیکہ آپ سکھائیں مجھے رشد وہدایت کا وہ خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا''۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کا جواب یہ تھا کہ

اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَ کَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا.٦

''(اے موسیٰ) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں''۔

آپکو معلوم ہوگا کہ وہ بندہ خاص (حضرت خضر علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام کا حامل تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی سے نوازا تھا۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ ایک رسول کا کسی نبی سے بعض مخصوص علوم میں استفادہ کرنا جائز ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ولی تھے تو بھی بات واضح ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عظیم مرتبہ کے باوجود وہ خاص راز جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص تھے ان کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے جناب خضر علیہ السلام سے استفادہ کیا تو بات واضح ہوگئی کہ تمام لوگوں کے لیے اولیاء وعلماء حق سے استفادہ کرنا اور بھی ضروری ہے اگرچہ یہ سابقہ شریعتوں کا واقعہ ہے لیکن اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تقریراً اور ارتضاءً بیان فرمایا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں سے استفادہ کی اجازت دی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ ہے کہ اپنی رحمت سے جسے چاہے مختص فرمادے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دین خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ.

۵ سورۃ الکھف (٦٧-٦٨) ٦ سورہ الزمر (۳)

Marfat.com

''خبردار! صرف اللہ کیلئے ہے دین خالص''۔

جب اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ برے اعمال سے بچنے کی پر خلوص کوشش کی جائے تو دلوں میں صحیح عقائد راسخ ہو جاتے ہیں عقائد کی تعلیم سے ہی عقیدہ بنتا ہے اور فقہ کی تعلیم سے اعمال کرنے میں مدد ملتی ہے جب کہ خلوص صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے حاصل ہوتا ہے اور یہ اس کی خاص عنایت ہوتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی صحبت طیبہ، محبت اور پیروی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی حاصل ہوتی ہے اور یہ تو صدر اول میں ممکن تھا دوسرے طبقہ میں آپکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور صحبت ہے اسی طرح آنے والے دور میں بھی نیک صحبت اور محبت کا سلسلہ جاری رہا اور جاری ہے۔

Marfat.com

قبور صالحین (رحمہم اللہ علیہم) کی زیارت

مطلق فوت شدہ لوگوں کی قبور کی زیارت کا ایک جز فوت شدہ صالحین کے مقابر کی زیارت بھی ہے اسکی کئی وجوہات اور اقسام ہیں۔

پہلی وجہ :۔ فوت شدہ کوئی بھی ہو اسکی قبر کی زیارت کا حکم ہے اور یہ ایک پسندیدہ امر ہے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ رہتی ہے انسان پرفریب لذتوں کے زوال میں غوروفکر کرتا ہے اور اسے عبرت حاصل ہوتی ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے اسے ایک دن مرنا ہے۔ حدیث طیبہ ہے۔

• كُنْتُ نَهيتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبورِ فَزُورُوهَا فَاِنّهَا تذَكِّرَ الآخِرَةَ [1]

''میں تمہیں قبروں پر جانے سے منع کیا کرتا تھا پس اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اس سے آخرت کی یاد آتی ہے''۔

اور ایک روایت یوں بھی ہے۔

فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَزُوْرَ الْقُبورَ فَلْيَزُرْ فَاِنَّهَا تُذَكِرَة" بِا لاخِرةِ.

''پس تم میں سے جو قبروں پر جانا چاہے وہ ضرور جائے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے''۔

دوسری وجہ :۔ آغاز اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت کے تصورات ابھی باقی تھے جب قواعد اسلام مکمل ہو گئے اور احکام شرعیت واضح ہو گئے اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب اسلام کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی تو حضور علیہ السلام نے اپنے پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا کیونکہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ وہ حکم جو منع کرنے کے بعد دیا جائے وہ منسوخ شدہ حکم کے جواز پر دلالت کرتا ہے مزید برآں حضور علیہ السلام نے خود بھی کئی دفعہ قبور کی زیارت فرمائی۔

---

[1] مسلم شریف...... شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۴-۳۱۵)

Marfat.com

اسی وجہ سے بدعت اور مذہبی نفسانی خواہشات کی آمد سے پہلے تمام علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مردوں کے لیے مسلمانوں کی قبور کی زیارت کرنا مستحب ہے کیونکہ روح کا قبر کی جگہ سے یقیناً ایک تعلق رہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''نبی کریم ﷺ جب بھی رات کے آخری پہر جنت البقیع کی طرف جاتے تو یوں فرماتے تھے۔

''اے مسلمان قوم کے فوت شدہ افراد جس موت کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ تم کو مل چکی ہے، ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں''۔

اے اللہ، بقیع غرقد والوں کو معاف فرمادے۔[2]

حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام انھیں اس بات کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم لوگ قبرستان جاؤ تو یوں کہو۔

اَلسَّلامُ عَلیکُمْ اَھْلَ الدِیَارِ مِنْ اَلمومِنِیْنَ والمُسْلِمِینَ واِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لاَ حِقُونَ أسالُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمْ العَافِیَۃَ.[3]

''اے مومنین و مسلمین اہل قبور! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتا ہوں''۔

والدین کی قبروں کی زیارت: ۔ زیارت کی ایک قسم یہ ہے کہ حق والدین ادا کرنے کے لیے ان کی قبور کی زیارت کی جائے ابونعیم کی روایت کردہ ایک حدیث اس بات کی تائید کرتی ہے کہ

مَنْ زَارَ قَبر وَالِدَیْہِ اَوْ اَحد ھِمَا یَومَ الجُمعَۃِ کَانَ کَحَجَّۃٍ.

''جس نے بروز جمعہ والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کا شرف

---

[2] مسلم شریف۔ شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۴۔۳۰۶) [3] ایضاً ۴۔۳۱۲

Marfat.com

حاصل کیا تو یہ اس کے لیے حج کی طرح ہے''۔

اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں۔

غُفِرَ لَہٗ وَکُتِبَ لَہٗ بَرائۃ''۔ ؂۴

''اس کو معاف کر دیا گیا اور اس کے لیے برأت کو لکھ دیا گیا۔

تصدیق اور پہچان :۔قبر کی تصدیق یا پہچان کے لیے اس کے اوپر کوئی نشان لگانا ایک مستحب امر ہے اور یہ بات بھی حدیث طیبہ سے ثابت ہے کہ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور جب ان کے دفن کرنے کا وقت آیا تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے ایک پتھر لایا گیا اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی قبر کے سرہانے لگا دیا جب اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

أتعَلّمُ بِهَا قَبر أخِیُ عُثمان. ؂۵

''تاکہ اس کی وجہ سے میں اپنے بھائی عثمان کی قبر کو پہچان سکوں۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ مستقبل میں جب بھی آپ زیارت کے لیے آئیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ عثمان کی قبر ہے۔

اس حدیث طیبہ کی رو سے لوگوں نے عورت کی قبر پر دو پتھر (سر اور دوسرا ایک پاؤں کی طرف) رکھنے شروع کر دیئے اسی طرح مذکر کے لیے تین پتھر ایک ایک سر اور پاؤں کی طرف اور ایک درمیان میں۔

حصول برکت کا سبب :۔اہل خیر کا یہ طریقہ کار ہے کہ وہ حصول برکت کے لیے مقابر صالحین کی زیارت کرتے ہیں کیونکہ صالحین کی برزخی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ ان پر انوار و تجلیات کی بارش فرماتا ہے۔

سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم کی برزخی حیات کے بارے

؂۴ مجمع الزوائد (۳۔۵۹۔۶۰

؂۵ سنن ابی داؤد (۲۔۱۸۹۔۱۹۰

Marfat.com

میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ اولیاء وصالحین ،علماء عاملین اور ان سب سے بڑھکر صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور شہداء اسلام کی قبور کی زیارت اولاً تو مسلمان ہونے کے ناطے ''مستحب مطلق'' ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ''مستحب مؤکد'' بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی دین اسلام کے لیے قربانیاں بے مثال ہیں اور اس وجہ سے بھی ان کی قبور قابل زیارت ہیں کہ ان کی ارواح مقدسہ دنیا برزخ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انوار سے ہمیشہ منور رہتیں ہیں اور ان کا اپنے رب سے تعلق کبھی ختم نہیں ہوتا۔اور جمہور مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ روح لافانی ہے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ مذکورہ افراد کی ارواح پر انوار و برکات کی ہمیشہ بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔

پس ان کی پاک روح کی وجہ سے زیارت کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے اس سلسلے میں ایک حدیث طیبہ روایت کی گئی ہے۔

روی اَنّہ صَلی اللہ علیہ وَسلم قَالَ ''اَنسَ مَا یَکُونُ المیّتُ فِیْ قَبرِہٖ اِذَا رَایٰ مَنْ کَانَ یُحِبُّہٗ فِیْ الدُّنیَا۔[۶]

''جب قبر والا کسی ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا تو اسے سکون ملتا ہے''۔

یہ حدیث طیبہ دنیاوی دوستوں کی زیارت قبر کے سلسلے میں ہے اور ان نیک لوگوں کی زیارت کے بارے میں ہے جن کو وہ ذاتی طور پر جانتا تھا۔اور اس کے علاوہ جن لوگوں کو وہ ظاہری طور پر نہیں جانتا تھا۔لیکن روحانی طور پر صاحب قبر سے ان کا ایک تعارف تھا۔

کیونکہ مادی زندگی میں بھی روحانی تعارف ،ظاہری تعارف پر موقوف نہیں ہے۔اور یہ بات تمام اہل علم ویقین سے مخفی نہیں۔

---

[۶] مصنف فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی سند معلوم نہیں لیکن اس معنی ومفہوم کی اور بہت سی احادیث اس کی تائید کرتیں ہیں مثلاً ''یا من رحل یمر (جامع الصغیر ۲۔۲۵۵)

Marfat.com

بیانات اور وضاحتیں

گزشتہ باب سے متعلق کچھ ایسے وضاحت طالب اور جن کو بیان کرنا یقیناً مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔

الاول: کیا فوت شدہ افراد کو اس بات کا ادراک اور اطلاع ہوتی ہے کہ ان کی زیارت کے لئے آیا ہے اور کیا زائر کے احوال سے میت واقف ہوتا ہے؟

الثانی: کیا زیارت کے میت کو یا زائر کو فائدہ ہوتا ہے؟

الثالث: کیا بھلائی کے لئے حصول اور شر کو دور کرنے کے لئے زائر فوت شدہ افراد کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا سکتا ہے؟

پہلے سوال کی وضاحت

اگر فوت شدہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی ہو۔ تو ان کو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ زائر کون ہے۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں کہ اور زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھا سکتی، جیسا کہ امام نسائی نے اوس بن اوسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ'' [1] (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے''

ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے امام بیہقیؒ نے کتاب الانبیاء میں روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

''اَلْاَنْبِيَا اَحْيَاءٌ'' فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' [2]

---

[1] النسائی (3/91-92) رواہ احمد فی المسند (4/8) ابن ماجہ: حدیث نمبر 1637 ابو داؤد فی سننہ......(1/351)
[2] البیہقی ...... کتاب حیاۃ الانبیاء ص 4: نیل الاوطار (5/108)

Marfat.com

''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں''۔[2]

اسی طرح ابو یعلی اور بزار وابن عدی نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے حضرت موسی علیہ السلام کے فضائل میں لکھا ہے جسے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَةَ اُسْرٰی بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ'' یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ''[3]

''جس رات مجھے معراج کرائی گئی اس رات میں حضرت موسی علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ وہ ایک سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے''

ایک اور صحیح حدیث حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی گئی ہے فرمایا۔

''حَیَاتِیْ خَیْرٌ'' کُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدِّثُ لَکُمْ فَاِذَا رَایْتُ خَیْراً حَمِدْتُ اللّٰہُ وَاِنْ رَایْتُ شَراً اَسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ[4]

''میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ جو تم بیان کرتے ہو اور جو تمہارے لئے بیان کیا جاتا ہے پس جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اگر میں ان میں بھلائی دیکھوں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اور اگر کوئی برائی دیکھوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

اسی طرح شہداء بھی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں لیکن ان کی زندگیاں انبیاء کی طرح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

'' وَلَا تَقُوْلُوْ لِمَنْ یُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَات'' بَلْ اَحْیَاء'' وَلٰکِنْ لَا

---

[3] مسلم شریف......شرح النووی فی ہامش القسطلانی (231/9)

[4] الحافظ الھیثمی عن عبداللہ بن مسعود، رواہ البزار ورجالہ رجال صحیح مجمع الزوائد..........(24/9)

Marfat.com

تَشْعُرُوْنَ"۵

اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کا شعور نہیں ہے۔"

یعنی تمہیں ان کی زندگیوں کے بارے میں سمجھ نہیں ہے اور نہ ہی ان کی اس حالت کو ادراک اور حس سے محسوس کیا جاتا سکتا ہے کیونکہ یہ برزخ کے احوال ہیں جس پر مطلع ہونا مشکل ہے۔ صرف وحی اور الہام کی وجہ سے ان کے احوال کو معلوم کیا جا سکتا ہے لیکن بذریعہ علم ان کی زندگیوں کا شعور مشکل ہے اور نہ ہی ان معاملات میں عقل کو دخل ہے کیونکہ یہ امور اس کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔

جمہور سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شہداء کی زندگی حقیقی زندگی ہے اور روح اور بدن مرکب ہے لیکن وہ جسم دنیوی نہیں بلکہ برزخی ہے۔ ہم دنیاوی ماحول میں اسے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے البتہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بصیرت کی آنکھ سے اسے دیکھ سکتا ہے۔ اس موقف کی قائل درج ذیل عظیم ہستیاں ہیں۔

ابن عباس، قتادہ، مجاہد، الحسن، عمرو بن عبید، واصل بن عبید، واصل بن عطاء، الجبائی، رومانی اور مفسرین کی ایک جماعت (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

تمام فوت شدہ افراد کی ارواح کی عالم برزخ میں مصروفیات ہماری طرح نہیں ہوتی اور نہ ہی عالم محسوس کو عالم آخرت پر قیاس کیا جا سکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ مقام و مرتبہ کی رو سے ارواح کے ادراکات میں بھی فرق ہوتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب "کتاب الروح" میں ایک باب لکھا جس کا موضوع ہے "فوت شدہ افراد زندہ لوگوں کے بارے میں آپس میں پوچھتے ہیں اور ان کے اقوال وافعال کو جانتے ہیں"

---

۵ سورۃ البقرۃ..........154

Marfat.com

حافظ ابو محمد عبد الحق الاشبلی نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور اسی بات کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ ابو عمر بن عبد البرؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"مَا مِنَ رَجُلٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الْمُوْمَن کَانَ یَعْرِفُهٗ فَیَسلم عَلَیْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَرَدَّعَلَیْه" ۶

"جب کوئی آدمی اپنے اس بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ جانتا تھا پس وہ اس پر سلام بھیجتا ہے تو اہل قبر اسے جانتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ "اگر قبر والا اسے نہ بھی جانتا ہو تو بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔"

مزید بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتیں ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

" مَا مِنْ رَجَل یَزُوْرُ قَبْرَ اَخِیْهِ فَیَجْلِسُ عِندهٗ اِلَّا اِسْتَا نَس بِهٖ حَتّٰی یَقُوْمَ" ۷

جب کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر کے پاس جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے قبر والے کا دل اس سے مانوس رہتا ہے۔"

حافظ ابو محمد نے اس سلسلے میں سنن ابوداؤد کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

" مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدُّ عَلَیْهِ السَّلَامَ " ۸

"جب کوئی بھی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس کر دیتے ہیں پھر میں

---

۶ الخطیب فی تاریخ بغداد......الجامع الصغیر (255/2)

۷ ابن ابی عبد البر......التمھید......الاحیا (4-475)

۸ ابوداؤد فی سننہ (470/1) امام نووی اسے "الاذکار" اور ریاض الصالحین میں صحیح لکھا ہے۔

Marfat.com

اس کا جواب دیتا ہوں"

حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کو اس بات کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو یوں کہا کرو۔

السلام علیکم اہل الدیار (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ میت سلام کرنے والے کو جانتی ہے اور اس کے لئے دعا بھی کرتی ہے جو اس کے لئے دعا کرے حضرت عمرو بن دینارؓ سے ایک صحیح حدیث مروی ہے فرماتے ہیں۔مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ اِلَّا وَهُوَ يَعْلَمُ مَا يَكُوْنُ فِيْ اَهْلِهٖ بَعْدَهٗ وَاَنَّهُمْ يُغَسِّلُوْنَهٗ يُكَفِّنُوْنَهٗ وَاَنَّهٗ لَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ "[9]

ترجمہ: جب کوئی مرتا ہے تو وہ اپنے بعد گھر والوں کو جانتا ہے۔

اور یہ بھی جانتا ہے وہ اسے غسل دے رہے ہیں کفن پہنا رہے ہیں اور ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے" اور موتی کے سننے اور سنانے کے بارے اللہ تعالیٰ کے ارشادات واضح ہیں لیکن بعض لوگوں کو اس سلسلے میں کچھ غلط فہمیاں ہیں۔فرمان ہوا۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (سورہ روم)

"پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں۔اپنی پکار، (خصوصا) جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں" ایک اور فرمان عالی شان ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ)[10]

اور نہ ایک جیسے ہیں زندے اور مردے بیشک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں"

---

[9] مسند امام احمد بن حنبل......تخریج الاحادیث الاحیاء 482/4)

[10] سورہ فاطر..........22

Marfat.com

مذکورہ بالا ارشادات گرامی کی وضاحت ضروری ہے۔

الاول: بے شک سماع سے مراد میت کے جسم کا آلہ سماعت کی مدد سے سننا ہے اور یہ عادتاً ناممکن ہے۔ کیونکہ میت میں کسی شے کو محسوس کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے اس لئے اس کا سننا بھی ممکن نہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ طاقت عطا فرمائے وہ سن بھی سکتا ہے۔

الثانی: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی جائے کہ وہ انسان جو اپنی زندگی میں کفر پر ڈٹ جائے اس کو رسول کی وعظ، نصیحت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ وہ تو ایک جامد اور فنا پذیر میت کی طرح ہے۔ اس لئے اسے آپ کی ہدایت و راہنمائی مفید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو اس خالق کائنات کی ہی قدرت ہے جو ان جمادات کو بھی سننے اور حیوانات کو بھی بولنے کی طاقت عطا فرماتا ہے جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں۔ مذکورہ آیتوں میں ارواح موتی کا روحانی طور پر بالقوت ادارک اور سننے کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ عالم برزخ میں ارواح کو اشیاء کا اور آوازوں کو سننے کا ادراک ہوتا ہے اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے۔

مزید براں ارواح کا سننا برزخی انداز کا ہوتا ہے اس کو ہم عالم محسوس پر قیاس نہیں کر سکتے جیسا کہ ہم میں سے کوئی خواب میں باتیں کرنے والے کو دیکھتا اور سنتا ہے۔

الثالث: اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد لوگوں کی راہنمائی کرنا، حقیقت میں انہیں فائدہ دینا اور وفات کے بعد مردوں کو سنانا یہ تمام امور زندگی کی مروجہ قانون سے ہٹ کر ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے کرنے ہوں وہ ہو کے رہتے ہیں اور جس چیز نے ختم ہونا ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتی ہے اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت سے سر انجام پاتے ہیں اس میں کسی آدمی کی مروجہ محنت کا ہاتھ نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی بھی مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکتا اس وجہ سے یا رسول اللہ ﷺ آپ فکر مند نہ ہوں اور ان کی غلط سوچ پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں آپ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ہیں اور آپ کا کام ہے کہ ارشادات الٰہیہ کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیں اور جہاں تک ہدایت کا تعلق

Marfat.com

ہے تو وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے فرمایا۔

(اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ) ۱۲

بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں۔

مزید فرمایا

(وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) ۱۳

"بلاشبہ آپ رہنمائی فرماتے ہیں صراط مستقیم کی طرف۔

مذکورہ آیات مبارکہ اور اس جیسی مزید آیات میں ارواح کے ادراک کی نفی نہیں ہے اور نہ ہی برزخی سماع کی نفی ہے کیونکہ اگر یہ معنی مراد لیا جائے تو کثیر صحیح احادیث کے مفہوم کی مخالفت ہو جائے گی۔

دلیل کے طور پر ایک متفق علیہ حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام مقتولین بدر کے گڑھے پر کھڑے تھے تو آپ نے یوں فرمایا۔

(هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا)

"کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پالیا"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا مردے سنتے ہیں آپ نے فرمایا۔

(وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ لِمَا اَقُوْلُ غَیْرَ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَرُدُّوْا عَلَیَّ شَیْئًا) ۱۴

"اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ مگر یہ کہ وہ مجھے جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔"

یعنی وہ مشرک تھے اور اپنی زندگی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی

---

۱۲ سورہ القصص......56 ۱۳ سورہ الشوریٰ......52

صحیح مسلم......شرح النووی فی ہامش القسطلانی (223/10) صحیح بخاری......شرح القسطلانی (254/25)

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْأَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا اِلَیْکَ فَاِنِّی لَمْ أَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِیَاءً لَا سُمْعَةً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِکَ وَاِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ فَاسْأَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ لَهٗ اِلَّا اَنْتَ اقبل اللّٰهُ بِوَجْهِهٖ علیه والستغفر لَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْف" ملک.[3]

"یاالٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں میرا تیری طرف چل کے آنے کے صدقے، میرے نکلنے کا مقصد شر، غرور، ریاکاری یا شہرت نہیں میں صرف تیری ناراضگی سے ڈرتے ہوئے نکلا اور تیری رضا کا طلب گار رہا۔ میں تجھ سے آگ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تو میرے گناہ معاف فرمادے تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا"۔

"اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں" اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے جامع الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اسی حدیث کو ابن السنی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت بلالؓ (جو موذن رسول ﷺ تھے) سے روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نماز کے لیے نکلا کرتے تو یوں فرماتے۔

بسم اللّٰه اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِیْ هٰذَا فَاِنِّی لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا وَلَا شَرًا وَلَا رِیَا وَلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَاِتِّقَاءَ سُخْطِکَ اَسْأَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَتُدْخِلَنِی الْجَنَّةَ.[4]

"اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ پر ایمان لایا میں نے اسی پر بھروسہ

---

[3] مسند امام احمد آلایة (۳-۱۲۱) [4] لاذکار میں نوری نے کیا روایت کیا اور اسے ضعیف کہا ہے ص ۳۲ ابن السنی۔ عمل الیوم واللیلة حدیث نمبر ۸۳

Marfat.com

کیا اللہ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے میرے اس نکلنے کے صدقے میں غرور، شر، ریاکاری یا شہرت کے لیے نہیں نکلا میں تیری رضا کے لیے نکلا ہوں۔ تیری ناراضگی سے ڈرتے ہوئے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آگ سے مجھ بچا اور جنت میں مجھ داخل فرمادے۔

اس حدیث کو البیھقی نے کتاب الدعوات میں اس حدیث کو ابی سعید سے روایت کیا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ذی شان ''بحق السائلین علیک'' اس بات پر نص ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں کے حق سے سوال کرنا جائز ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ اسی طرح متوسل کا اپنی ذات کے صدقے اور اعمال کے صدقے سے اپنے رب سے عرض کرنا جائز ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

اَسْأَلُکَ بِحَقِ مَمْشَایَ هٰذا اِلَیکَ.

''یا الٰہی تیرے راستے میں اٹھتے ہوئے میں اپنے ان قدموں کے صدقے تجھ سے سوال کرتا ہوں''۔

جب حق بمعنی عزت، مقام اور مرتبہ ہوا تو ان سے توسل کرنا بھی جائز ہو گیا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کثیر طرق سے روایت کی گئی ہے جو زندہ وفوت اولیاء کرام کے حق عزت ومقام کے صدقے سے سوال کرنے کے جواز پر دلالت کر رہی ہے اسی طرح اپنے عمل سے بھی توسل جائز ہوا۔ تابعین تبع تابعین اور بعد میں آنے والے لوگ حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق نماز کے لیے نکلتے ہوئے اس دعا کو پڑھتے رہے ہیں۔

اسی طرح کے توسل کے بارے میں طبرانی نے ''الکبری اور الاوسط'' میں اور ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ان تمام نے اس کو صحیح حدیث فرمایا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے جب حضرت فاطمہ بنت اسدؓ وفات

Marfat.com

چٹان ان کی غار سے دور کردی اور وہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ نیک اعمال اور نیک لوگوں سے توسل کرنا ایک جائز عمل ہے کیونکہ اس توسل کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ کے ذریعے اس کی اطاعت اللہ کو بڑی پسند ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ ''دو یتیم بچوں کی دیوار سیدھی کر دو جن کا باپ نیک تھا'' یہ اس کریم ذات کا اس نیک آدمی اور اس کی اولاد کے ساتھ کرم کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا ذکر یوں کیا۔

وھو یتولی الصالحین.[۲]

''اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی''۔

اس سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ بندہ مومن کے لیے برکت اور عزت کا سبب ہیں یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب متوسل عرض کرتا ہے یا الٰہی میری حاجت کو حضور علیہ السلام کے اخلاص کے صدقے پورا فرما۔ یا اس شہید کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوئی قربانی کے صدقے کرم فرما ۔ یا قرآن پاک کے پڑھنے والوں اور حفاظ کی کوششوں کے صدقے مہربانی فرما۔ یا احادیث طیبہ کی خدمت کرنے والوں کی برکت سے یا مجتہدین کی شرعی احکام کی وضاحت کے لیے کوشش کے صدقے یا ان سچے لوگوں کے صدقے جنہوں نے اپنے وعدے پورے کیے۔

اس قسم کے توسل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے کیا اس طرح کا وسیلہ پکڑنے والا خائب و خاسر رہتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ متوسل پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کی حاجت کو پورا فرما دیتے ہیں۔

یہ کوئی انوکھا طریقہ کار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ سنت ہے اللہ تعالیٰ ہمارا حشر ایسی نیک ہستیوں کے ساتھ کرے اور ان کے نیک اعمال اور قوت اخلاص کے صدقے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔

---

[۲] سورہ الاعراف.............. آلایۃ (۱۹۶)

Marfat.com

توسل کی پانچویں صورت

اللہ تعالیٰ کے جناب میں انبیاء ومرسلین اور اولیاء کے ''حق'' سے توسل کرنا

توسل کی یہ قسم زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کے حق سے توسل کرنے اور ان کے حق سے شفاعت کے طلب کرنے پر مشتمل ہے۔یاد رہے کہ یہاں حق اس مفہوم میں نہیں جو عموماً سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے ذمہ کسی کا حق دینا واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا کوئی حق واجب ہے وہ ہر کام میں خودمختار ہے یہاں حق سے مراد وہ عزوعظمت ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل ومہربانی سے کسی کو عطا فرماتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [1]

''لازم کرلیا ہے تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے آپ پر رحمت فرمانا''۔

اس طرح فرمایا۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ [2]

''اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے اہل ایمان کی امداد فرمانا''۔

یہ توسل نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کرام کو اس کا حکم بھی ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ.

''یاالٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے''۔

ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

جو گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور یوں کہا۔

---

[1] سورہ الانعام.........آلایۃ (۵۴) [2] سورہ الروم...........آلایۃ (۴۷)

Marfat.com

ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ اپنا چہرہ ان کی طرف پھیر اور انسے شفاعت کا طلب گار بن تب اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَو اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُ وكَ فَاسْتَغْفَرُو اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَابًا رَحِيْمًا.

''اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا پاتے''۔

اس واقعہ کو قاضی عیاض نے الشفا شریف میں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام سبکی نے اسے اپنی کتاب ''شفاء السقام فی زیادۃ خیر الانام'' میں ذکر کیا ہے۔

السید السمہودی نے ''خلاصہ الوفا'' میں روایت کیا ہے۔

علامہ القسطلانی اسے ''المواہب اللدنیہ'' میں بیان کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے ''تحفۃ الزوار'' اور الجوہر المنظم باالمنتظم'' میں اسے بیان فرمایا کہ یہ روایت امام مالکؒ سے روایات صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ جس میں کوئی طعن نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے مواہب کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن فہد نے اس روایت کو عمدہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے قاضی عیاض نے الشفاء میں جن اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے وہ تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں کوئی جھوٹا نہیں ہے۔ اس گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کا رد کیا جائے جسے اس روایت پر یقین نہ ہو اور اس کا بھی رد ایت کیا جائے جس آدمی نے یہ کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک قبر انور کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے اس کی یہ بات بھی غلط ہے۔

توسل کی چھٹی صورت

اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات کو وسیلہ بنانا

Marfat.com

آپ ﷺ کے تبرکات کا وسیلہ جائز اور درست ہے کیونکہ آپ کے سامنے یہ عمل ہوا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور اسی طرح آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی یہ عمل جاری رہا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی نشانیوں کو مخصوص فرمادیا ہے۔ جس کو آپ نے چھولیا از راہ کرم کسی کے ساتھ خاص برتاؤ کیا ان سے تبرک اور نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ اسماء بنت ابو بکرؓ نے ایک طیالسی جبہ نکالا اور فرمایا نبی کریم ﷺ یہ جبہ پہنا کرتے تھے پس ہم اس کو دھوتے ہیں اور اس کا دھون مریض کو پلاتے ہیں۔ جس سے وہ شفایاب ہو جاتے ہیں بعد میں ایسا ہی ہوتا رہا اور لوگ شفایاب ہوتے رہے''۔

قاسم بن مامون کے غلام کے پاس نبی کریم ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا وہ اس میں پانی ڈال کر مریضوں کو پلاتے جس سے وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب وضو فرماتے تو صحابہ کرامؓ وضو کے پانی پر جھپٹ پڑتے اور آپس میں ایک دوسرے سے پانی کے حصول کے لیے جھگڑتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کا کوئی بال نیچے نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اس کو تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ لیے بلکہ حضور علیہ السلام نے خود صحابہ کرام میں سے حضرت ابو طلحہ کی ڈیوٹی لگادی کہ جب میں بال کٹوایا کروں تو میرے بال صحابہ کرام میں تقسیم کر دینا تا کہ وہ ان سے تبرک حاصل کریں۔[1]

ابو جحیفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بطحاء کی طرف نکلے آپ نے وہاں وضو فرمایا پھر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ادا فرمائی لوگ کھڑے ہوئے اور آپ علیہ السلام سے ہاتھ ملا کر انھیں اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر ملنے لگے ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کے دست مبارک پر اپنا چہرہ رکھ دیا میں نے محسوس کیا کہ وہ

---

[1] صحیح البخاری...... شرح القسطلانی (٦-٢٩)

Marfat.com

پا گئیں انھوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پرورش کی تھی اور انہیں آپکی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا یہ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ تھی۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے میری ماں (آمنہ) کے بعد آپ علیہ السلام نے ان کے محاسن بیان فرمائے اور کفن کے لیے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور قبر کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا جب لحد تک پہنچ گئی تو اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے گڑھا کھودا۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ اس قبر میں لیٹ گئے اور یہ فرمایا۔

اَللّٰـه الـذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وھُوَحَیٌّ " لَا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِامی فَاطِمَه بِنْتِ اَسَد وَسِعْ عَلَیْهَا مَدْ خَلهَا بِحَقِ نَبِیکَ وَالاَنْبِیَاءِ اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ ۵

" اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ خود زندہ ہے موت اس کے اوپر نہیں آئے گی یا الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو معاف فرما۔ اس پر اس کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی کے صدقے اور میرے سے پہلے انبیاء کے صدقے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے"۔

اور ابن عبد البر نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا۔ اور ابو نعیم نے "الحیلۃ" میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ جسے جلال الدین سیوطیؒ نے جامع الکبیر میں بیان فرمایا ہے دلائل النبوت میں امام بیہقیؒ نے صحیح اسناد کے ساتھ ایک روایت بیان فرمائی ہے دلائل النبوت کے بارے میں حافظ ذہبی کا یہ قول پیش نظر رہے انھوں نے فرمایا اس میں "ہدایت اور نور" ہے حضرت عمرؓ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔

---

۵ اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ دیکھئے مجمع الدوائد (۹۔۲۵۶۔۲۵۷) اخرجہ ابو نعیم الحلیلۃ (۳۔۱۲۱)

Marfat.com

یَا رَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِ مُحَمَّدٍ اِلَّا مَاغَفَرْتَ لِیْ.

''یارب العزت میں تجھ سے محمد ﷺ کے صدقے معافی کا طلب گار ہوں''۔

یَا آدَمُ کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّداً وَلَمْ اَخْلُقْهُ.

''اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جب کہ میں نے انھیں پیدا ابھی نہیں کیا''۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر یہ لکھا دیکھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحمد رَسُوْلُ اللّٰهِ.

میں نے جان لیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام سے لکھا ہے یقیناً وہ تیرا سب سے پسندیدہ بندہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا۔ وہ مجھ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے جب تو نے اس کے صدقے سوال کیا ہے تو میں تجھے معاف کرتا ہوں اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ [٦]

اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اسے صحیح حدیث کہا ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

وَهُوَ آخِرُ الا نبیاءِ مِنْ ذُرِّیتِکَ.

''وہ تیری نسل میں آخری نبی ہوگا''۔

اور اسی قسم کے توسل کی طرف اشارہ کیا ہے امام مالکؒ نے بنو عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کو جب وہ حج کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آیا۔ اس نے امام مالک سے سوال کیا جب آپ مسجد نبوی میں حاضر تھے اے ابو عبداللہ یہ تو بتائیے میں قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا حضور علیہ السلام کی طرف منہ کر کے مانگوں امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے منہ کو مت پھیرو کیونکہ یہ تیرا وسیلہ

٦۔ المستدرک کم .... (٢۔٦١٥) تاریخ دمشق لابن عساکر

Marfat.com

اور دوسری کتب احادیث سے اس بات کی طرف راہنمائی ملتی ہے کہ سورہ فاتحہ اور معوذتین کو پڑھ کر دم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ دم کرنا جائز ہے اسی طرح سے ان دعائے ماثورہ کو بطور دم پڑھنا جائز ہے جو حضور ﷺ سے منقول ہیں اس کے علاوہ وہ دعائیں اور دم جو صالحین امت سے منقول ہیں اگر وہ شرک سے پاک کلمات ہیں تو ان کا پڑھنا اور دم کرنا جائز ہے۔[1]

وہ حدیث طیبہ جو شرعی دم اور غیر شرعی دم کی وضاحت کرتی ہے۔ وہ خارجہ بن الصلت سے روایت ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جب واپس اپنے قبیلے کی طرف جارہے تھے تو آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ اس میں ایک پاگل آدمی تھا جسے انھوں نے لوہے کی زنجیروں سے باندھ رکھا تھا انھوں نے ان سے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (حضرت محمد ﷺ) بھلائی کو پھیلانے والے ہیں کیا تمہارے پاس کوئی ایسی شے ہے جس سے اس پاگل کا علاج کیا جا سکے۔ یہ کہتے ہیں میں نے اسے سورہ فاتحہ کا دم کیا اور تین دن تک صبح شام اسے دم کرتا رہا پس وہ آدمی ٹھیک ہو گیا۔ قبیلے والوں نے مجھے دو سو بکریاں دیں میں ان بکریوں کو لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور تمام صورتحال سے آپ کو آگاہ کیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

خُذْهَا فَلَعُمْرِیْ مَنْ اَکَلَ رُقْیَۃ بَاطِلٍ " فَقَدْ اَکَلْتَ رُقْیَۃِ حَقٍ.[2]

"اس معاوضے کو لے لو مجھے اپنی عمر کی قسم جس نے (باطل شرکیہ) کا معاوضہ کھایا وہ حرام ہے تو نے جو معاوضہ کھایا ہے وہ حلال دم کا کھایا ہے جو جائز ہے اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

لہ ابوداؤدؒ کے الفاظ کچھ یوں ہیں "تین دن اور رات صبح و شام جب بھی وہ دم

---

[1] نیل الاوطار..........(۸۔۲۳۹) [2] ابوداؤد..........(۲۔۳۳۹۔۳۴۱)

Marfat.com

کو ختم کرتا وہ اپنی تھوک اکٹھی کرتا پھر اس کے اوپر پھیلا دیتا'' ابن ابی حرہ نے کہا کہ تھوک کو دم کرنے کے بعد پھیلاتا تھا تا کہ اعضا میں بھی تلاوت کے مبارک اثرات سرایت کر جائیں۔

اور حضور علیہ السلام کا یہ قول کہ ''برقیۃ باطل'' اس کا مفہوم یہ ہے وہ کلام جس میں شرکیہ کلمات استعمال کیے گئے ہوں وہ حرام اور مکروہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ کلام جو شرکیہ کلمات سے پاک ہو اس سے دم کرنا جائز ہے۔

اسی بات کی تائید حضرت ابو سعید الخدریؓ کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ سفر کی حالت میں تھے ہماری تعداد 30 کے قریب تھی جب وہ ایک عرب قبیلے کے پاس سے گزرے تو انھوں نے اس قبیلے سے کھانے کو کچھ مانگا لیکن انھوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ جب رات ہوئی تو وادی میں پڑاؤ کرنا پڑا۔ رات کو اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ انھوں نے اسے بہت سی ادویات دیں لیکن آفاقہ نہ ہوا ان میں سے کسی نے کہا کہ آج جو قبیلہ آیا ہے اس سے پوچھ لو ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی اس کا علاج کر سکے پس وہ آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارے میں کوئی دم کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ انھوں نے کہا ہاں ہمارے میں دم کرنے والا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک نہ ہوگا جس وقت تک تم جرمانہ ادا نہ کرو۔ کیونکہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے۔ پس انہوں نے 30 بھیڑیں ہمیں دیں۔ اور ہم آدمی بھی 30 ہی تھے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس ڈسے ہوئے سردار پر تین بار سورہ فاتحہ پڑھی وہ اس قدر ٹھیک ہو گیا گویا اس کے پاؤں کی بیڑی کھل گئی ہو۔

حضرت ابو سعیدؓ نے اس پر صرف سورہ فاتحہ پڑھی کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔

فَاتِحةُ الكِتَابِ شِفاءٌ مِن كُلِ دَاءٍ. [۳]

''سورہ فاتحہ میں ہر مرض کا علاج ہے''۔

مذکورہ صحابہ کرامؓ نے ان بھیڑوں کو نہیں کھایا اور کہا کہ ہم کتاب اللہ کے اوپر اجر

---

[۳] جامع الصغیر (۲۔۱۲۲)

Marfat.com

برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا اسے امام بخاریؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کیا ہے حدیث کے الفاظ۔

یَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ.

''کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھر لیا''۔اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فضیلت بزرگ اور اولیاء کرام کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شرعاً جائز ہے ورنہ آپ منع فرما دیتے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس آدمی کا علاج فرماتے جس کو پھوڑا یا زخم وغیرہ ہوتا۔اس طرح کہ آپ علیہ السلام اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھ دیتے پھر اسے یوں ارشاد فرماتے ہوئے اٹھا لیتے تھے۔

بسم اللّٰہ تُربَة'' ارضِنا بِرِيْقَة'' بَعْضِنا يَشفى سَقيمَنا بِاذْنِ رَبِّنَا. ٢

''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں ہماری زمین کی مٹی، ہمارے بعض کے تھوک سے ہمارے بیماروں کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء ہوتی ہے''۔

یعنی ہماری زمین کی مٹی ہم سے بعض کے تھوک سے گوندھی ہوئی ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی انگلی مبارک پر تھوک مبارک لگاتے پھر اسے زمین پر رکھ دیتے تا کہ مٹی اس کے ساتھ لگ جائے۔پس آپ اس مٹی والی انگلی کو اس مرض والی جگہ پر لگاتے اور پھر یہ ارشاد فرماتے جب آپ علیہم السلام اس مریض پر مسح کر رہے ہوتے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے نام مبارک سے برکت حاصل ہو۔مزید تفصیلات کے لیے مشکوۃ کی شرح ملاحظہ ہو۔

سیرت رسول عربی ﷺ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ آپ کے تبرکات اور نشانیوں سے دم کیا گیا۔آپ علیہ السلام کا پسینہ،خون ،لعاب، کپڑے اور آپ کی رہائش

---

٢ مسلم شریف..........شرح النووی (٩_٦٢) سنن ابی داؤد......(٢_٣٣٩)

Marfat.com

گاہیں جن کو آپ نے مشرف فرمایا ان تمام اشیاء سے امت کے صالحین نے بطور تبرک استفادہ کیا۔

آپ ﷺ کی ریش مبارک کے بال مسلمان حکمرانوں کے پاس بطور تبرک محفوظ رہے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے بادشاہ اکثر انہیں اپنے خزانوں میں رکھتے تھے۔

بعض موئے مبارک کردستان میں اب بھی موجود ہیں ہمارے سامنے کئی دفعہ قحط پڑا اور بارشیں کم ہو گئیں تو ان موئے مبارک کو خاص صندوق سے نکالا گیا ہم سب اس کے گرد اکٹھے ہوتے اور حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھتے اور ان موئے مبارک سے وسیلہ پکڑتے پس بارش نازل ہوتی تھی۔

بعض اوقات جب مسلمانوں کے قریبی علاقوں میں دشمن کا خوف بڑھ جاتا تھا تو وہ ان موئے مبارک کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کے تبرکات سے توسل کرنے سے مسائل اللہ کے فضل سے حل ہو جاتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ تو آپ نے پڑھی ہوگی۔

اِذْ هَبُوا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا. [۳]

"(حضرت یوسف علی السلام نے بھائیوں سے فرمایا) میری یہ قمیض لے جاؤ پس اسے میرے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے"۔

توسل کی ساتویں صورت

دم اور تعویذ سے توسل کرنا

شرعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ دم کا پڑھنا اور تعویذ کا لکھنا نفع دیتا ہے اور یہ ان عمومی اسباب میں سے ایک سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ بخاری شریف

۳۔ سورہ یوسف .... آلایۃ (۹۳)

Marfat.com

سے دعا کرتے ہیں انہیں الفاظ کے ساتھ آپ حضور علیہ السلام کو یاد کریں۔ یہ ناجائز ہوگا۔

اگر چہ پکارنے والا آپ علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہی کو پکار رہا ہے مگر جہاں ابہام پیدا ہو جائے اس چیز کو ترک کرنا واجب ہوتا ہے مصنف فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی کسی عقلمند مسلمان کو ایسے الفاظ سے دعا مانگتے نہیں سنا اور وہ مسلمان جو جاہل یا ایسا دیہاتی ہو جو احکامات دین سے ناواقف ہو تو وہ ایسے الفاظ سے پرہیز کرے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حضور کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہیں جن میں آپ علیہ السلام کو دعا کرنے والا یا مراد تک پہنچنے کا وسیلا کہا گیا ہو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مسلمان کبھی ایسے الفاظ نہیں بولتا جو ابہام پیدا کریں اور مندرجہ ذیل الفاظ بھی ایسے مفہوم سے پاک ہیں مثلاً کوئی یہ کہے کہ اِشْفَعْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ''یارسول اللہ میری سفارش فرمائیے''۔

اَسْأَلُکَ الشَّفَاعَۃَ لِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃَ " میں آپ سے بروز قیامت شفاعت کا طلب گار ہوں''۔

اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے آپ علیہ السلام عرض کریں کہ وہ میری مغفرت فرمائیں اور مجھے جنت میں داخل فرمائیں۔ یا کوئی یوں کہے یارسول اللہ میرے لیے آپ میری اس مشکل سے نجات کا وسیلہ بن جائیے''۔

یا یوں عرض کرے۔

اُدْعُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یَشْفِیَنِیْ اَوْ یُعِیْنِیْ عَلٰی حُصُوْلِ مَقْصُوْدِیْ.

''آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے شفاعطا فرمائے اور یا میرے مقصد کے حصول کے لیے میری مدد فرمائے''۔

مذکورہ بالا تمام عبارات کا مقصد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے اسی سے مدد طلب کرنا ہے اسی کی بارگاہ میں التجاء کرنا ہے اور حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا مقصد ہے اور یہ ایک جائز

Marfat.com

عمل ہے کیونکہ آپ ﷺ کا شفاعت کرنا ثابت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

مَنْ ذَاالَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ [1]

''کون ہے جو اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے مگر اس کی اجازت سے''۔

ولا یشفعون الا لمن ارتضی [2]

''اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر جس کیلئے وہ راضی ہوگا''

لا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہٗ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلاً [3]

''اس دن نہیں نفع دیگی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمٰن نے اجازت دی اور پسند فرمایا اس کے قول کو''۔

ان آیات میں انبیاء کرام اور دیگر افراد کی شفاعت کا ذکر ہے اور شفاعت کے ثبوت کے لیے یہ بڑی دلیلیں ہیں اس کا انکار عقلمندی نہیں ہے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے بارے میں احادیث حد تواتر کے قریب ہیں۔

اسی طرح حضور ﷺ سے معروف لغوی معنی میں یا عرف عام کے اعتبار سے مدد مانگنا درست ہے آپ عمومی وسائل اور معروف و مروجہ اسباب کے ذریعے فریاد کرنے والے کی امداد فرماتے ہیں اسی طرح معروف معنی میں بھی آپ علیہ السلام سے مدد طلب کرنا منع نہیں ہے۔

اس میں آپ ﷺ حسب وسعت وطاقت اکتسابیہ مدد طلب کرنے والے کی امداد فرماتے ہیں جس سے وہ مصائب ومشکلات سے چھٹکارا پاتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت عالیہ سے ہر شے کا سبب پیدا فرمایا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

---

[1] سورہ البقرۃ..................آلایۃ (۲۵۵) [2] سورہ الانبیاء..................آلایۃ (۲۸)

[3] سورہ طہٰ..................آلایۃ (۱۰۹)

Marfat.com

کیسے لے سکتے ہیں۔

جب مدینہ المنورہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ کہہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اَحَقُّ وفی روایة اَنَّ اَحْسَنَ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْه اَجْرًا کِتاب اللّٰه تعالیٰ۔[۴]

"بے شک درست ہے ایک روایت ہے اچھا ہے جو کچھ تم نے کتاب اللہ پر اجر لیا ہے"۔

آپ ﷺ نے سہل بن حنیف کو دم فرمایا انھیں عامر بن ربیع کی نظر لگ گئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے عامر ابن ربیع سے فرمایا کہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے اور ازار بند کے نیچے سے ان تمام کو دھوڈالو۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ پانی سہل بن حنیف پر انڈیل دو۔ ایسا ہی کیا گیا تو وہ فوراً صحیح ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نظر لگانے والے کو یہی حکم فرمایا کرتے تھے۔

دم کرنے کے سلسلے میں آپ علیہ السلام کے علاوہ جس آدمی کو بھی یہ صورت حال درپیش ہو۔ اگر چہ حضور علیہ السلام کے دم میں اور آپ کے امتی کے دم کرنے میں فرق ہے کیونکہ دونوں کے مقام و مرتبہ میں فرق ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اور جو بھی آدمی یہ عمل صالح کرے۔ گا اور اس ذریعے سے وسیلہ پکڑے گا اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور ثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔

احادیث مبارکہ میں دم کرنے اور تعویز وغیرہ سے منع بھی کیا گیا ہے لیکن وہ ان لوگوں کو منع ہے جو اس بات کا اعتقاد رکھیں کہ دم یا تعویز بنفسہ نفع دیتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا کہ وہ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ اشیاء نفع و نقصان دے سکتی ہیں۔

یا وہ دم اور تعویز منع ہیں جن میں شرکیہ یا مکروہ کلمات پڑھے یا لکھے گئے ہوں۔ لیکن حضور علیہ السلام کا دم فرمانا سنت متواترہ سے ثابت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

---

[۴] سنن ابی داؤد (۲۔۳۴۰)

Marfat.com

توسل کی آٹھویں صورت

نبی کریم ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست توسل

یارسول اللہ ﷺ کہنا یا اس طرح کہنا کہ "اے میرے آقا یا مرشد مجھے اس دنیاوی مشکل سے نجات دلوائیے۔ مثلاً کسی سے دشمنی ہو جانا۔ یا کوئی روحانی مشکل ہو جیسے نفسانی وسوسے وغیرہ اس قسم کا وسیلہ اگر مجازی معنٰی میں ہو تو جائز ہے مثلاً متوسل کی نیت یہ ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیے یا میرے لیے سفارش فرمائیے تا کہ میں اس مشکل سے چھٹکارا پاؤں۔

اس طرح کے وسیلے میں مطلوب تک رسائی ممکن اور آسان ہو جاتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

فَكَمْ شَفِيَ مَرِيْض" بِتَوجُّهَا تِهِمْ

وَكَمْ قُضِيَتْ حَاجَات" بِاِرْشَادَ اتِهِمْ

"کتنے ہی مریض ہیں جو صرف آپ کی توجہ سے شفایاب ہو گئے اور کتنے ہی مسائل ہیں جو آپکے حکم سے حل ہو گئے"۔

اور یہ روایت بھی درست ہے کہ جب حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا آپ علیہ السلام نے اسے اس کی جگہ پر رکھ کر ہاتھ پھیر دیا تو حضرت قتادہ فرماتے ہیں مجھے بعد میں یاد ہی نہ رہا کہ کون سی آنکھ نکلی تھی۔

ابن ملاعب نے استقاء کے مرض سے اس وقت چھٹکارا پایا جب وہ اس کے علاج سے مایوس ہو چکے تھے آپ علیہ السلام نے مٹی کے ایک ڈھیلے پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اس سے تندرست ہو گئے۔

مگر یہ بات درست نہیں کہ جن الفاظ سے آپ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں یا اس

Marfat.com

جناب محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیہ والثناء کی ذات ستودہ صفات سے بڑھ کر اور افضل کوئی رسول نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ سب سے مضبوط تر تعلق آپ ﷺ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سب سے قوی اور پختہ توکل آپ ﷺ کا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ علیہ السلام کے شب و روز اس طرح گزرے کہ آپ مسلسل جہاد، لوگوں سے ملاقات دعوت و ارشاد، اصلاح احوال اور دشمن کے مقابلے کے لئے افرادی قوت اور اسلحہ کی تیاری جیسے کاموں میں مصروف اور کوشاں رہے اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ دنوں کے روزے راتوں کا قیام ذکر و فکر اور اوراد و وظائف قرآن کریم کی تلاوت اور شیطان لعین کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے جیسے امور میں مکمل طور پر قائم رہے۔ یہ سب کچھ کس وجہ سے تھا ؟ حالانکہ یہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم میں تھا

جسے توفیق دی گئی ہے۔ وہ مکلّف اور پابند ہے اور اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر اس میں طاقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا مکلّف نہ بناتا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتا ہے اور مسلسل عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں جہاں کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو کر کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔

" ربنا اتنا فی الدنیاء حسنة وفی الاخره حسنة"

" ربنا اتنا من لدنک رحمته وهي لنا من امرنا رشدا"

Marfat.com

موت کی حقیقت

اسلام کے نور کی ایک کرن یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ موت ایک بار ہی آئے گی جب کوئی انسان بچھو کے کاٹنے سے، یا بوڑھا اپنے بڑھاپے میں مرتا ہے تو وہ اپنے وقت پر ہی موت کی آغوش میں جاتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی آدمی میدان جنگ میں قتل ہوتا ہے یا کسی ظالم کے تیر مارنے کی وجہ سے مر جاتا ہے یا نوجوان آدمی عام حالات میں مرتا ہے تو ان سب کی موت اپنے اپنے اوقات میں ہوتی ہے موت کا معنی ہے زندگی کا آخری وقت اور کسی بھی آدمی کی زندگی کے آخری لمحات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق اس انتہا کی کسی عمومی شے سے ہو یا خصوصی شے سے ہو۔

فلاسفہ کا قول ہے کہ موت دو طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) طبعی موت: اس موت سے مراد یہ ہے کہ زندہ آدمی کی حرارت عریزیہ ختم ہو جائے اور زندگی کی طاقت اور قابلیت سے وہ خالی ہو جائے تو یہ طبعی موت ہے۔

(۲) حادثاتی موت: اچانک کسی حادثہ کی وجہ سے موت کا واقع ہونا۔ مگر فلاسفہ کی یہ بات درست نہیں۔ لیکن اس بات سے بھی ہم انکار نہیں کرتے کہ بدن کے جزاء میں طاقتیں ہوتی ہیں اور حادثات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ان تمام امور کے سرانجام پانے سے پہلے فیصل ہو چکا ہے اس لئے کسی تخیل اور مفروضے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو اس طرح ہی ہے کہ کوئی یوں کہے۔

''اگر وہ اس اعلیٰ ترین یونیورسٹی میں پڑھتا اور اس کا تمام نصاب مکمل کرتا ہے تو وہ ڈاکٹر بن جاتا اور اگر اس نے نہ پڑھا ہوتا تو جاہل رہتا''

لیکن دوسری بات حقیقت کا روپ دھار گئی اور وہ جاہل ہی رہا۔

Marfat.com

فلاسفہ کی طرح "الکعبی" کا بھی ایک قول ہے۔

کہ موت کی کئی اقسام ہیں جیسا کہ فلاسفہ کا تخیل ہم نے پیش کیا ہے جب کہ جمہور معتزلہ کا قول یہ ہے کہ

"موت ایک ہی بار آئے گی لیکن آدمی کی مدت حیات ختم ہو جاتی ہے اور مقتول کی موت کا سبب مدت کا ختم ہو جانا نہیں بلکہ قاتل کا قتل کرنا ہے"۔

لیکن موت کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا کہ اس کی موت سو سال ہوگی تو کسی کے لئے کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں خلل ڈالے۔

یہ تخیل بھی فلاسفہ کے نظریے سے اخذ کیا گیا ہے کہ قاتل کے قتل کرنے سے زندگی کا خاتمہ مقرر کیا گیا تھا اور اگر کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تو اس کی زندگی بڑھ سکتی تھی"

ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ نظریہ کارآمد نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے مقتول کی زندگی کا خاتمہ قاتل کے قتل سے مقررہ وقت میں کر دیا تھا تو پھر کسی اور موت کا معنیٰ و مفہوم باقی نہیں رہتا کیونکہ مقتول اپنے مقررہ وقت پر مر چکا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس کی موت کا وقت کیا ہے اور اس بات میں قطعاً کوئی تغیر و تبدل نہیں تو پھر ہمیں آگ سے جلنے، پانی میں غرق ہونے کا ڈر کیوں رہتا ہے اس طرح جنگ میں زخمی ہونے کا ڈر کیا معنیٰ رکھتا ہے؟۔

اس کا ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ ہمارے خوف کی وجہ یہ ہے کہ ہم غیب نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں اس کیفیت کا علم ہے کہ جس میں ہماری زندگی کی بقا ہے ہوسکتا ہے زندگی کا خاتمہ آگ میں جلنے سے ہو یا کسی دریا میں غرق ہونے/سے موت لکھی ہو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میدان جنگ میں موت آئے یا کسی کے زخم لگانے کی وجہ سے یہ جہان فانی چھوڑنا پڑے۔ یہ تمام امور ہمارے لئے غیب ہیں۔ دوسری طرف سنت الٰہیہ جاری ہو کر ہی رہتی ہے کہ آگ جلانے والی ہے۔ پانی غرق کرنے والا ہے زخم سے تکلیف

Marfat.com

ہوتی ہے تلوار زندگی کا خاتمہ کرتی ہے۔ پس ہم ان اشیاء سے خوف کھاتے ہیں کہ ان اشیاء سے بچا جائے اس تصور کے ساتھ کہ موت کا وقت پوشیدہ ہے۔ اور فیصلہ ہو چکا ہے۔

ھادی حقیقی

اسلام کے انوار کی ایک کرن یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ حقیقی ہدایت دینے والا اور راہ ہدایت سے دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یعنی جس کو چاہے ہدایت سے نوازے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔

ہدایت و گمراہی سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ بھلائی کے لئے مطلوبہ کام تک پہنچا جائے اس سے مراد سعادت دارین ہے۔ اور گمراہی اس کا متضاد ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ راہنمائی کرنے سے انسان ہدایت پاتا ہے اور گمراہ کرنے سے ہی انسان گمراہ ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں وصف ہیں اور ان دونوں اوصاف کے لئے بہت سے اسباب ہوتے ہیں مثلاً ممکنات محسوسہ اور ممکنات معقولہ۔

ہدایت کے اسباب

(۱) سچے لوگوں سے گفتگو کرنا۔

(۲) وعظ کرنے والوں کا وعظ سننا۔

(۳) راہنمائی کرنے والوں کی بات ماننا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنا۔

(۵) نفس کی تربیت کرنا اور اسے مسلسل آداب سکھانا۔

(۶) نفس کے سرکش گھوڑے کو لگام دینا۔

(۷) نفس کو برائیوں اور شہوات سے دور رکھنا ہدایت کے اہم ترین اسباب یہ ہیں۔

(۱) اہل تقوی اور اہل یقین کی صحبت۔

Marfat.com

(۲) عارفین کی مجالس میں بیٹھنا اور انکی عزت کرنا۔

(۳) ان سے آداب سیکھنا اوران سے دعا کے لئے عرض کرنا۔

(۴) اہل تصوف کی کتب کا مطالعہ کرنا۔ اوران کی سیرت کو اپنانا۔

اوراگر مذکورہ اسباب کے الٹ کام کیا جائے تو وہ گمراہی کے اسباب ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ جن کی مدد سے وہ حقائق اور باریکیوں کو سمجھ سکتا ہے۔ پس جس نے اشیاء کا حقیقی علم حاصل کرنے کے لئے عقل وشعور سے کام لیا اوران سے جائز طریقے پر نفع اٹھایا اور جس نے اچھے طریقے سے اس کی پیروی کی۔ تو ایسا توفیق یافتہ آدمی دونوں جہانوں میں سعادت مند ہے اور جس نے اپنے عقل وشعور سے مذکورہ امر کے خلاف کام لیا وہ ذلیل رسوا ہوا اور راہ حیات میں تن تنہا رہ گیا۔ پس ایسے آدمی پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو ملامت کرے۔ کیونکہ اس نے خود ہی اپنی استعداد، حواس، عقل اور ادراک کو تباہ وبرباد کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے گمراہی پیدا فرمائی۔

فرمان الٰہی ہے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ[۱]

''اورنہ تھا اللہ (کا دستور) کہ ظلم کرتا ان پر بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے

''توفیق یافتہ پر لازم ہے کہ اپنے رب کریم کی حمد وثناء کرے۔ جس نے اسے نیکیاں کرنے کی فرصت اور طاقت عطا فرمائی، پس وہ یوں کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ[۲]

''تمام تعریفین اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس بات کی توفیق دی اور ہم ہدایت نہ پا سکتے اگر ہمیں اللہ ہدایت نہ دیتا''

---

۱ سورہ توبہ......70 ۲ سورۃ الاعراف......43

Marfat.com

جی ہاں! اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ تمام لوگوں کو راہ ہدایت سے دور کریں یا کرم فرماتے ہوئے ہدایت کی نعمت عظمیٰ سے نواز دیں اگرچہ وہ اس سے پہلے کفار اور شریر ہی کیوں نہ ہوں۔

لَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ [۳] ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم سب کو ہدایت عطا فرما دیتے''

لیکن اس سلسلے میں رب کریم پر کسی کو ناراض ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں خود مختار ہے۔ اس نے ہر انسان میں خیر و شر کی صلاحیت رکھی ہے۔

پس جب اس کا فضل و کرم زیادہ ہوتا ہے اور وہ بھلائی کی طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے تو یہ محض اس کا کرم اور رحمت ہے اور اگر وہ بھلائی کی طرف توجہ نہ دے اور مہربانی نہ کرے تو یہ اس کا حکم اور حکمت ہے۔ اور اس پاک ذات کے تمام افعال اچھے ہیں۔

اور یہ بات جاننا ضروری ہے کہ ایک بندہ جزاء کا مستحق اسی وقت بنتا ہے جب وہ زندگی کے امتحانات میں صبر کا مظاہرہ کرنے اور واجبات کی ادائیگی میں انتہائی کوشش کرے۔ اور محرمات سے اپنے آپ کو روکے بصورت دیگر اگر اللہ تعالیٰ اسے حرام سے روکیں اور اس کے لئے حرام کے ارتکاب کی صلاحیت ہی ختم کر دیں تو پھر بندگی کے اظہار کے لئے کون سا ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ اندھے کی تعریف اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ وہ ارد گرد نہیں دیکھتا اور بہرے کی تعریف اس بنا پر نہیں ہوتی کہ وہ بری باتیں نہیں سنتا۔ بلکہ تعریف اس کی ہوتی ہے جو دیکھتے اور سنتے ہوئے بھی اپنے فرائض اچھی طرح ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھے اور حرام افعال کو اس وجہ سے ترک کرے کہ اس پر بڑا عذاب ہوگا یا اللہ تعالیٰ کی جلالت و عظمت اور وسیع قدرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے برائی سے بچ جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى [۴]

اور جو ڈرتا رہا ہوگا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے اور (اپنے نفس کو روکتا رہا ہوگا (ہر

---

[۳] سورۃ النحل......9 [۴] سورۃ النازعات......۴۰

Marfat.com

بری) خواہش سے یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا''

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور رضا طلب کرتے ہوئے اس سے روز جزاء میں کامیابی کا سوال کرتے ہیں کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں خود مختار ہے

نور اسلام کی ایک کرن یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا یا پیدا کرے گا اس میں وہ خود مختار ہے۔

اور تمام اشیاء کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا علم کامل ارادہ، قدرت اور حکمت شامل ہے۔

دنیا کے کسی کام کو کرنے میں اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی چیز لازم ہے تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کی مملکت ہے اور اسی کی نگرانی اور نگہبانی میں ہے۔ جو چاہتا ہے وہی کام ہو کے رہتا ہے اور جو کام کرنے کا حکم فرمائے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ جب وہ اعمال صالحہ پر ثواب عطا فرماتا ہے۔ تو یہ محض اس کا فضل ہوتا ہے اور جب کسی کو سزا دیتا ہے تو اس وقت وہ عدل فرما رہا ہوتا ہے۔

سوائے کفر کے جس کو چاہے معاف فرمادے۔ کفر و شرک کی معافی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ

"لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِه"[1]

"(اللہ) نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ"

اس وجہ سے معافی توبہ سے مشروط نہیں ہے بلکہ سوائے کفر و شرک کے گناہ گاروں کے لئے معافی ہے خواہ کوئی توبہ کرے یا نہ کرے اور اگر کوئی صحیح توبہ کرے تو اس کا وعدہ ہے کہ معافی مل جائے گی۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں ہے۔ کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کی جنت اور اس کی ابدی نعمتوں کا اپنے عمل کی وجہ سے مستحق

---

[1] سورۃ النساء..........48

Marfat.com

نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نعمتیں اعمال صالحہ کے مقابلے میں زیادہ ہیں یہ تو محض اس کا فضل، احسان، کرم اور رحمت بے کراں ہے۔

اس کے باوجود کہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ارادے سے ہوتیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات پر راضی نہیں کہ اس کے بندے کفر وعصیان کے اندھیروں میں دھکے کھاتے پھریں۔ انسان کا فسق وفجور میں مبتلا ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ارادہ! محبت اور رضامندی کے علاوہ ایک امر بھی ہے۔

آپ نے بعض دفعہ دیکھا ہوگا کہ بعض امور میں آپ کسی کی دعوت کو قبول کرنے کا ارادہ کرتے ہیں باوجود اس بات کے آپ اس دعوت میں جانے کو ناپسند کرتے ہیں اور وہاں جانے پر راضی نہیں ہوتے۔

بعض دفعہ آپ کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں مگر اس کام کو پسند نہیں کرتے مثلاً ایسا مزیدار کھانا جس کو ڈاکٹر نے کھانے سے منع کر دیا ہو۔

یوں بھی ہوتا ہے کہ آپ کسی شی کو پسند کرتے لیکن ارادہ نہیں کر پاتے مثلاً آپ حج کے لئے سفر پسند کرتے ہیں لیکن بعض رکاوٹوں کی وجہ سے عملی سفر کا ارادہ نہیں کر پاتے کیونکہ مختار حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے۔

بروز قیامت دیدار الٰہی

اسلام کے انوار کی ایک کرن یہ بھی ہے کہ مومنین قیامت کے دن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنے سر کی آنکھوں سے کریں گے اور اس کے لئے قرآن وسنت میں دلائل موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

(وُجُوہٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ) [۲]

"کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ

---

[۲] سورۃ القیامۃ.........23

Marfat.com

رہے ہوں گے"

جب کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث طیبہ ہے فرمایا

(اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ)[3]

"تم اپنے رب کریم کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کو ماہ کامل کا دیدار کرتے ہو"

جب کہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے جو ارشاد ہوا کہ

لَنْ تَرَانِیْ)[4]

ترجمہ: "(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے"

تو یہ دنیا کے دیدار کی نفی ہے۔ آخرت میں دیدار کے وقوع کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ دنیاوی اعضا میں یہ طاقت نہیں کہ دیدار کر سکیں۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

"لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ"[5]

"آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔"

یا اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آنکھیں مکمل طور پر دیدار نہیں کر سکتیں۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس دن کفار کی آنکھوں کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوگی۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ[6]

"یقیناً انہیں اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن روک دیا جائے گا۔"

جب کہ یہ اعتراض کہ دیدار الٰہی کے لئے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ جن کے بغیر دیدار نامکمل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ "قیاس الغائب علی الشاہد" ہے یعنی

---

[3] متفق علیہ ، [4] سورۃ الاعراف.....143

[5] سورۃ الانعام.......103 [6] سورۃ المطففین..........15

Marfat.com

موجودہ چیز پر غائب کو قیاس کرنا۔ تو ایسا قیاس فاسد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے جب کہ ہماری زندگی ڈھانچے اور مزاج کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کی زندگی اس طرح نہیں ہے وہ بلند ذات اقدس علیم ہے جب کہ ہمارا علم دل و دماغ اور کچھ دوسری اشیاء کا محتاج ہے پس اللہ تعالیٰ کا علم ہماری طرح نہیں ہے۔

وہ متکلم ہے جب کہ ہم کلام کرنے کے لئے نفسانی اعضاء اور بعض حسی اعضاء کے محتاج ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام امور سے پاک ہے پس جو کچھ قرآن وسنت میں آیا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور دیدار کی حقیقت و کیفیت کو اللہ علیم وخبیر پر چھوڑ دینا چاہیے۔

Marfat.com

برزخی زندگی

اسلام کے انوار میں سے یہ بھی ہے کہ برزخی زندگی کی دونوں حالتوں (جزاوسزا) پر ایمان لایا جائے۔ یعنی اس بات کی تصدیق کرنا کہ مرنے کے بعد سے روزمحشر تک قبر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے راحت وسکون ہے یا پھر عذاب ہے پس مکلّف انسان مرنے کے بعد خواہ وہ جل کر مرا ہو یا غرق ہوا ہو۔ قبر میں ہو یا کسی بھی حالت میں، موت کے وقت سے بعث وقیامت کے دن تک وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وہ راحت وآرام میں ہوتا ہے یا عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ، اچھی یا بری حیات قبر اور دو فرشتوں کے سوالات کے سلسلے میں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور ان احادیث کی قدر مشترک حد تواتر تک پہنچی ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک حدیث مبارکہ خبر واحد ہے اس سلسلے میں اہل بدعت واہل ھواء کی مخالفت کے ظہور سے پہلے سلف وصالحین کا اس بات پر اتفاق ہے۔

کتاب اللہ سے دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ نے قوم نوح علیہ السلام کے سلسلے میں یوں ارشاد فرمایا۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا [1]

"اپنی خطاؤں کے باعث انہیں غرق کر دیا گیا پھر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا"

کلام الٰہی میں "فا" استعمال ہوا ہے (فادخلوا) جو کہ بغیر مہلت کے ایک کے بعد دوسرے کام کے لئے آتا ہے۔ پس اس کا معنی یہ ہوا کہ انہیں غرق کرنے کے بعد فوراً آگ میں داخل کیا گیا۔

(۲) اللہ رب العزت نے فرمایا۔

"فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ

---

[1] سورہ نوح.........25

Marfat.com

يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ"۲

"پس بچالیا اسے اللہ تعالیٰ نے ان اذیتوں سے جن کے پہنچانے کا انہوں نے حیلہ کیا اور ہر طرف سے گھیر لیا فرعونیوں کو سخت عذاب نے۔ دوزخ کی آگ ہے پیش کیا جاتا ہے انہیں اس پر صبح و شام اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) داخل کر دو فرعونیوں کو سخت تر عذاب میں"

پس اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہراً (النار یعرضون علیہا) دوزخ کی آگ میں پیش کیا جاتا ہے ان پر سے ثابت ہوا کہ ان پر آگ برزخ میں پیش کی جاتی ہے اس کے لئے قرینہ یہ ہے کہ قیامت کے عذاب کا ذکر الگ ہے (وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا الآیۃ)

۳ حبیب نجار کی شان میں یوں ارشاد ہوا۔

(قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ)۳

"حکم ہوا (جا) جنت میں داخل ہو جا وہ بولا کاش! میری قوم بھی جان لیتی کہ بخش دیا ہے مجھے میرے رب نے اور شامل کر دیا ہے مجھے باعزت لوگوں میں"

آیت سے ظاہر ہوا کہ جنت اور مغفرت کی خوشخبری وفات کے فوراً بعد ہے اور دیگر تمام برزخی نعمتوں کی خوشخبری ہے۔

۴ اللہ رب العزت نے ارشاد فرماتے ہیں۔

(يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ)۴

"ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس پختہ قول (کی برکت) سے دنیوی زندگی

---

۲ سورۃ غافر.........46 ۳ سورۃ یٰسین.........26

۴ سورۃ ابراہیم.........27

Marfat.com

میں بھی اور آخرت میں بھی''

امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حیات قبر کے سلسلے میں اتری ۵ پس اہل قبر سے سوال کیا جائے گا۔ مَنْ رَبُّکَ: تیرا رب کون ہے۔ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ: پس وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے۔ اور میرا دین، دین محمدی ہے۔ اسی وجہ سے مذکورہ بالا آیات اتری۔ بعض طرق میں یہ حدیث موقوفا امام مسلم نے حضرت البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ جب کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ مرفوع بیان کی ہے۔ جسے صحیح مسلم سنن النسائی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت البراء رضی اللہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جعفر بن عمر نے بتایا کہ ہمیں شعبہ نے علقمہ بن مرثد سے اور انہوں نے سعد بن عبیدہ سے اور انہوں نے براء بن عازب سے انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں ''جب مومن کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں پھر وہ قبر والا شہادت دیتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں'' پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

''یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ بِا لْقَوْلِ الثَّا بِتِ فِیْ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِیْ الاٰ خِرَۃِ''۶

تفسیر قرطبی میں اس آیت مبارکہ کے نزول کے سبب یہ بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ منکر نکیر کے مسئلے کو بیان فرما رہے تھے اور میت کے جوابات کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا مرنے کے بعد میرا عقل وشعور میرا ساتھ دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر اس

---

۵ دیکھئے تفسیر القرطبی (9/363-364)

۶ صحیح بخاری...... فی ھامش القسطلانی (2/461) ☆ رواہ النسائی ابن 4269 ماجہ وابوداؤد 4750

Marfat.com

معاملے میں میں کافی ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ ۷

احادیث طیبہ سے دلائل

۱ ایک متفق علیہ حدیث طیبہ ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ ارشاد فرمایا۔

"ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے لیکن جس گناہ کے سبب عذاب دیا جارہا ہے وہ لوگوں کے ہاں اتنا بڑا گناہ نہیں ہے"

امام بخاری نے اس بات کا اضافہ فرمایا ہے کہ

"بلیٰ اِنَّہٗ کَبِیْر" ...... یعنی عِندَ اللّٰہِ"

مگر بے شک وہ گناہ...... اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہے۔

ایک ان میں سے چغل خوری کیا کرتا تھا جب کہ دوسرا دوران پیشاب پردے کا اہتمام نہیں کرتا تھا۔ ایک روایت میں "لَا یَسْتَبْرِئُ" کے الفاظ ہیں جس کا معنی ہے وہ پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا۔ ۸

۲ نبی آخرالزمان فخر دو جہاں ﷺ سے منقول دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَاءِ وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال ۹

"اے اللہ میں تجھ سے عذاب قبر کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے آگ کے عذاب کی پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی اور موت کے فتنوں کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور مسیح دجال کے فتنے کی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں"

---

۷ تفسیر القرطبی (363/9) القسطلانی (327/9)

۸ صحیح بخاری فی باب عذاب قبر القسطلانی (467/6)

۹ صحیح بخاری...... فی باب عذاب القبر ...... القسطلانی (466/2)

Marfat.com

۳ رُوِیَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا فَرِغَ مِنْ دَفْنِ مَیِّتٍ وَقَفَ عَلَیہِ وَقَالَ" اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَسَلُوْا لَہُ التَّثْبِیْتَ فَاِنَّہُ الْاٰنَ یُسْئَالُ" [10]

"نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب آپ میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اب اس سے سوالات پوچھے جا رہے ہیں"

۴ امام مسلمؒ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا،

"اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ یُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ اِلَیہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" [11]

"جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ اہل النار میں سے ہے تو جہنم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اٹھائیں گے"

5 ایک اور روایت جو امام مسلم ہی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے اور انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے اس حدیث کے بارے میں حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود آپ علیہ السلام سے یہ حدیث نہیں سنی لیکن مجھے حضرت زید بن ثابتؓ نے بتایا ہے۔

"رسول خدا ﷺ بنی نجار کے باغ میں اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا

---

[10] ابوداؤد حدیث 3221 [11] متفق علیہ

Marfat.com

رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب کہ آپ ﷺ کی سواری بدک کر ایک جانب ہٹی اور قریب تھا کہ آپ ﷺ کو زمین پر پہنچا دے اچانک پانچ، چھ یا چار قبریں نظر آئیں آپ ﷺ نے پوچھا۔

"مَنْ یَعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ"

"ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے" تو ایک آدمی نے عرض کی میں ان سے واقف ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ لوگ کب مرے؟ اس نے عرض کی زمانہ شرک میں آپ نے فرمایا۔ یہ لوگ ان قبروں میں عذاب دیئے جا رہے ہیں۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم عذاب قبر کو سننے کے بعد اپنے میتوں کو دفن کرنا ترک کر دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنوا دے جیسا میں سن رہا ہوں۔"

پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا

"تَعُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ"

"اللہ تعالیٰ سے آگ کے عذاب سے پناہ مانگو"

سب نے کہا

"نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ"

"ہم اللہ سے عذاب آگ کی پناہ مانگتے ہیں"

پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

"تَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ"

"اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کی پناہ مانگو"

سب نے کہا۔

"نَعُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ"

"ہم اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کی پناہ مانگتے ہیں"

Marfat.com

پھر آپ نے فرمایا۔

تَعُوذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"

"اللہ تعالیٰ سے ظاہر اور باطن فتنوں سے پناہ مانگو"

سب نے کہا۔

"نَعُوذُ بِا اللّٰهِ مِنَ الفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"

"ہم اللہ تعالیٰ سے ظاہر اور پوشیدہ فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں"

پھر فرمایا

"تَعُوذُوا بِا للّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ" اللہ تعالیٰ سے فتنہ دجال سے پناہ مانگو

"سب نے کہا "نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الرجال"[12]

٦ امام مسلم نے ہی حضرت انس بن ارفعہ مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اِنَّ الْعَبْدَ اِذَ وضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهُ اِنَّهُ يَسْمَعُ قَرْعَ نَعَا لِهِمْ...... الخ

"جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جانے لگتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے" مزید فرمایا تو فرشتے اس میت کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں۔ اور اسے کہتے ہیں۔

"مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ"

"تو اس عظیم الشان آدمی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔"

پس اگر وہ مومن ہوگا تو کہے گا۔

" اِنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ"

---

[12] صحیح مسلم..... شرح النووی فی ہامش القسطلانی (320/10)

Marfat.com

''وہ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں''

آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے کہا جائے گا اگر تو پہچاننے سے انکار کرتا تو اپنا ٹھکانہ آگ دیکھ لے۔ اور تو نے اب ان کو پہچان لیا ہے اس لئے تیرا ٹھکانہ جنت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ دونوں ٹھکانے اکٹھے دکھائے جاتے ہیں۔

حضرت قتادہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا کہ کامیاب ہونے والے کے لئے اس کی قبر ستر گز کھول دی جاتی ہے۔ اور قیامت تک کے لئے اسے سرسبز وشاداب رکھا جاتا ہے[۱۳]

۷ امام مسلم نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

"اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ اِنَّہٗ یَسْمَعُ خَفقَ نِعَالِھِمْ اِذَا انْصَرَفُوْا "[۱۴]

''جب میت کو قبروں مین رکھا جاتا ہے تو وہ واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے۔''

۸ مسلم شریف میں حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تین دن تک مقتولین بدر کو ایسا ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ﷺ ان کے قریب آئے اور ان کو پکارا۔ اے ابوجہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف اے عتبہ بن ربیعۃ، اے شیبۃ بن ربیعۃ کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا ہے میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کی۔

" یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَسْمَعُوْنَ وَاَنّٰی یُجِیْبُوْنَ وَقَدْ جِیْفُوْا ؟

''اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیسے سن سکتے ہیں، کیسے جواب دے سکتے ہیں حالانکہ وہ مردار بن چکے ہیں''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

---

۱۳ ایضا اور امام بخاری نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے شرح القسطلانی (464/2)

۱۴ مسلم شریف، فی شرح النووی فی ہامش القسطلانی (322/10)

Marfat.com

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ وَلٰکِنَّھُمْ لَا یَقْدِرُوْنَ اَنْ یُجِیْبُوْا"

"مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔تم ان مرداروں سے زیادہ نہیں سن سکتے جو کچھ کہہ رہا ہوں۔لیکن وہ مردے جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔"

پھر آپ ﷺ نے انہیں گھسیٹ کر میدان بدر کے ایک گڑھے میں پھینکنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[۱۵]

۹ امام بیہقی اور ابن دنیا نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً ایک حدیث روایت کی ہے۔

اَلْقَبْرُ حُضْرَۃٌ" مِنْ حُضَرِ جَھَنَّمَ اَوْ رَوْضَۃٌ" مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ[۱۶]

"قبر جہنم کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ۔"

۱۰ ابن عمرؓ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوْ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا وَقَاہُ اللّٰہُ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ"[۱۷]

"جو مسلمان بھی جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ سے بچا لیتے ہیں۔"

صحیح بات یہ ہے کہ اکثر آئمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔لیکن جسم برزخی ہوتا ہے۔یہ مادی اور نظر آنے والا جسد خاکی نہیں ہوتا۔کیونکہ بعض دفعہ جسم انسانی جل کر یا قبر میں پڑے پڑے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔برزخی جسم سے مراد یہ ہے کہ انعام یافتہ یا عذاب یافتہ روح کے لئے ایک لطیف جسم پیدا کیا جاتا ہے۔جیسا کہ ملائکہ کا جسم ہوتا ہے۔جسے چھوٹی اور بڑی جگہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور ثواب یا عذاب کی تاثیر قبول کرنے میں اسے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

جو انسان بھی وحی و رسالت کے مفہوم کو سمجھتا ہے اس کے لئے اس تصور کو سمجھنا

---

۱۵ متفق علیہ

۱۶ الترمذی......حدیث 2578۔شرح عقائد للنسفی۔فیض القدیر (445/5)

۱۷ ذکرہ السیوطی فی الجامع وحسنہ......فیض القدیر للمناوی (449/6)

Marfat.com

آسمان ہے اور جو آدمی زمین اور آسمان کے عجائبات اور اللہ رب العزت کی تخلیق میں غور وفکر کرتا ہے۔ وہ اس طرح کی چیزوں کو ماننے سے انکار نہیں کرسکتا۔

بے شک نفس کے کئی حصے ہیں۔ اور اس کے ہر حصے کے اپنے تقاضے ہیں۔ مثلاً ہمیں جو تصویریں اور شکلیں نیند میں نظر آتیں ہیں ان کو بیداری کی شکل میں دیکھنا ہمارے لئے اکثر مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح بدن سے روح کے نکلتے وقت جو کچھ ہم مشاہدہ کرتے ہیں زندگی میں ایسے مشاہدات کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی بات کی طرف ایک صاحب بصیرت نے یوں اشارہ کیا۔

"اَلنَّاسُ نِیَام" فَاِذَا مَا تُوْا اَنْتَبِهُوْا "

''لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مرتے ہیں تو جاگ جاتے ہیں''

ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اگر مرنے والا اہل سعادت میں سے ہو تو اس پر قبر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشادہ کردی جاتی ہے اور اس کی یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق باقی رہتی ہے۔

اسی طرح ہم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ اگر میت اہل شقاوت میں سے ہو تو اسے سانپ ڈس رہے ہوتے ہیں۔ جن کا ہم مشاہدہ نہیں کرسکتے کیونکہ امور ملکوتیہ کو دیکھنے کی ہمارے میں ہمت وصلاحیت نہیں ہے اور اسی طرح باقی وہ تمام امور جن کا تعلق عالم ملکوت سے ہے۔ ہماری گفتگو نہ سفسطی طرز کی ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کے دھوکے کا شائبہ ہے۔ بلکہ یہ عقیدہ علم اور حقیقت واقعیہ پر مبنی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت جرائیل علیہ السلام کے نبی کریم ﷺ پر وحی لانے کو مان لیتے تھے۔ حالانکہ وہ اس بات کا اکثر مشاہدہ نہیں کرتے تھے۔

لیکن وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت جرائیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

ہم پر لازم ہے کہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان لائے تھے۔

اسی طرح بدر و حنین میں ملائکہ کے نزول پر بھی وہ ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ان فرشتوں کو دیکھا نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح کے باقی اور غیبیہ امور جن کا تعلق عالم برزخ سے ہے ان پر بھی وہ ایمان رکھتے تھے۔

اسی طرح ہم انبیاء علیہم السلام کی قبور میں زندگی پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب میں ہم نے ذکر کیا اور یہ برزخی امور ہیں جن کو ہم اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔

☆ پس جو مذکورہ امور کا انکار کرے گا تو کیا وہ انبیاء و مرسلین پر نزول وحی کا بھی انکار کریگا۔؟

☆ کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نار نمرود سے رہائی کا بھی انکار کرے گا۔؟

☆ o وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب بغیر باپ کے پیدائش۔

o آپ کا گود میں گفتگو کرنا۔

o مٹی سے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارنا اور باذن اللہ ان کا اڑ جانا۔

o آپ کا کوڑھیوں اور برص کے مریضوں کو بحکم الٰہی ٹھیک کر دینا۔

o باذن اللہ مردوں کو زندہ کرنا۔

کیا کوئی اہل ایمان مذکورہ امور سے انکار کی طاقت رکھتا ہے۔ جو آدمی بھی ان امور کو عجیب سمجھے گا تو یقیناً اس میں ادراک کی کمی ہے۔ بے شک اس جہاں میں کچھ ایسی کائناتی، مادی اور علمی نشانیاں ہیں جن کو سمجھنے کے لئے مادی علوم کا وسیلہ ضروری ہے اور کچھ ایسی علمی معنوی اور غیبی نشانیاں بھی ہیں جن تک پہنچنے کے لئے حکیم و علیم اور خبیر رب کی طرف سے علم لدنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ اس نعمت کے ساتھ جس کو چاہے خاص فرمادے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اتنی ایمان بالغیب میں کاملیت عطا فرمائے کہ ہم اس کی توفیق سے اس کی مقدس بارگاہ میں باعزت حاضر ہوں۔ بے شک وہی توفیق عطا فرمانے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

Marfat.com

ایمان بالآخرت

نوراسلام کا ایک جزیہ بھی ہے کہ آخرت پر یقین رکھا جائے۔آخرت کے بارے میں ایمان سے مراد یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ یہ عالم محسوس اپنے آسمان، ستارے، چانداور سورج سمیت تباہ ہو جائے گا۔ پہاڑ اور میدان وغیرہ فنا ہو جائیں گے۔ ایک نیا جہاں معرض وجود میں آئے گا اور مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اوران سب کو ایک میدان میں جمع کیا جائے۔عدل وانصاف کے مطابق فیصلے ہوں گے۔ اگر کسی کا تعلق کفار سے ہوگا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اگر کوئی مومن گناہ گار ہوا تو اسے یا تو معاف کر دیا جائے گا یا اس کے گناہ کے مطابق سزا کے طور پر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔اس کے بعد وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا۔اور نیک، متقی اور پرہیزگار مسلمان کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا اوراس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

اس دنیا کے فنا ہو جانے کو قیامت کا نام دیا جاتا ہے اور قیامت کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے اس کی علامات کے بارے میں لکھنا ضروری ہے۔ بے شک قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے لئے غیر محدود وقت ہے۔یعنی ہم اس کی تعین نہیں کر سکتے اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

"یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرۡسٰٮهَا فِيۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِكۡرٰٮهَا اِلٰى رَبِّكَ مُنۡتَهٰٮهَا"[1]

"یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق ہے۔آپ کے رب تک اس کی انتہا ہے۔

مزید ارشاد ہوا۔

---

1 سورۃ النازعات.........42

Marfat.com

اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡهَا لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا تَسۡعٰی[2]

"بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنیوالی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تا کہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کام کا جس کے لئے وہ کوشاں ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ قیامت حق ہے لیکن اس کا وقت امور غیبیہ میں سے ہے ہر اہم ترین امر سے قیامت کا وقوع سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

"وَمَا اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ"[3]

"اور نہیں قیات برپا ہونے کا معاملہ مگر جیسے آنکھ تیزی سے جھپکتی ہے یا اس سے بھی جلد"

قیامت کی نشانیوں کا ذکر بہت طویل ہے جو اس مضمون سے مختص کتب میں پڑھی جاسکتی ہیں مگر ہم یہاں صرف چند نشانیوں کو ہی بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

۱ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو بڑی بڑی جماعتیں آپس میں بڑی جنگ نہ کرلیں گی۔ دونوں کا دعوی ایک ہی ہوگا۔

۲ تیس کے قریب دجال ظاہر ہوں گے اور وہ تمام جھوٹے ہوں گے جب کہ ان میں سے ہر ایک کا یہ گمان ہوگا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

۳ علم ختم ہو جائے گا۔

۴ زلزلے زیادہ آئیں گے۔

۵ وقت سمٹ جائے گا۔

۶ فتنے ظاہر ہوں گے اور لوگ کثرت سے مارے جائیں گے۔

۷ دولت کی فراوانی اس قدر ہوگی کہ صاحب مال کو سوچنا پڑے گا کہ کون اس کا

---

۲ سورہ طہ۔۔۔۔۔۔۔۔15

۳ سورہ النحل۔۔۔۔۔۔۔۔77

Marfat.com

صدقہ قبول کرے گا یہاں تک کہ جب وہ کسی کو صدقہ پیش کرے گا تو وہ کہے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

۸ یہاں تک کہ لوگ بڑی بڑی تعمیرات کریں گے۔

۹ انسان اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا ہائے کاش! میں اس قبر میں ہوتا۔

۱۰ سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور تمام لوگ اسے دیکھیں گے تو اس وقت لوگوں کا ایمان لانا ان کے لئے مفید نہ ہوگا۔ یا ایمان دار کو اس وقت نیکی فائدہ نہ دے گی۔

قیامت اتنی تیزی سے وقوع پذیر ہوگی کہ دو آدمیوں نے اگر آپس میں کپڑا اچھیلا رکھا ہے تو اس کو لپٹنے سے پہلے قیامت واقع ہو جائے گی۔

اونٹنی کا دودھ دوہنے کے بعد اور اسے پینے سے پہلے قیامت واقع ہو جائے گی۔

ایک آدمی کا پانی کے حوض کو درست کرنے کے بعد اور اس میں جانوروں کے پانی پینے سے پہلے قیامت واقع ہو جائے گی۔

کھانا کھانے والا منہ میں لقمہ ڈالنے ہی والا ہوگا کہ قیامت وقوع پذیر ہو جائے گی۔[4]

اس حدیث مبارکہ میں قیامت کی ظاہری علامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حدیث مبارکہ "سورج کے مغرب سے طلوع ہونے" تک کی نشانی تک ہی ہے اس کے بعد جو کچھ ہے یہ بعد میں تبع وتابعین کے دور کا اضافہ ہے۔ لیکن یہ اضافہ بھی بلاوجہ نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث مبارکہ ہے۔ آپ قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بتاتے ہیں کہ

بِعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ[5]

---

[4] صحیح البخاری..... شرح القسطلانی (10/204-208) مسلم النووی فی ہامش القسطلانی (10-339)

[5] متفق علیہ

Marfat.com

''میں اور قیامت اس طرح مبعوث کیے گئے ہیں'' اور آپ نے اس بات کی مزید وضاحت کے لئے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ بھی فرمایا۔

حضرت حدیفہ الغفاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم آپس میں قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے۔ ہم نے عرض کی قیامت کے بارے میں ہم بات چیت کر رہے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا، قیامت دس نشانیوں کی تکمیل سے پہلے نہیں آئے گی اور وہ یہ ہیں۔

(۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابتہ الارض کا ظہور

(۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

(۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا تین جگہوں پر چاند گرہن کا ہونا

(۷) مشرق میں (۸) مغرب میں (۹) جزیرہ عرب میں

(۱۰) یمن سے آگ کا ظاہر ہونا جو تمام لوگوں کو انکے انجام تک پہنچا دے گی۔ ۶

اس حدیث طیبہ میں قرب قیامت کی اہم نشانیوں کو ذکر کیا گیا ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

''جب اس دنیا کے فنا ہونے میں ایک دن رہ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ مجھ سے یا میرے اہل بیت سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا جو میرا ہم نام ہوگا۔ اس کے والد کا نام میرے والد محترم کی طرح ہوگا۔ وہ شخص زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے زمین ظلم و جبر سے بھری ہوئی تھی۔ ۷

---

۶ مسلم شریف......شرح النووی حاشہ القسطلانی......(9-292) سنن ابوداؤد......(2-449)

۷ سنن ابوداؤد......(422-421/2)

Marfat.com

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام مہدی اس امت میں سے ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو وہ بھی ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا ہے۔

امام شوکانی نے اپنے رسالہ ''التوضیح فی تواتر'' اس میں امام مہدی، دجال اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں 29 احادیث تسلسل کے ساتھ بیان کیں تھیں۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں جو کچھ روایات ہمیں پہنچی ہیں وہ حد تواتر کو پہنچتی ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ احادیث طیبہ کی تعداد اگرچہ حد تواتر تک نہیں پہنچتی لیکن ان کا معنی مشترک حد تواتر کا فائدہ دیتا ہے۔ اور مطلوبہ مقصد کے حصول کے لئے یہ گواہی کافی ہے۔

قیامت کے بارے میں سوال پوچھنے والے کو حضور علیہ السلام نے ایک نشانی یہ بھی بتلائی ہے کہ۔

'' اَنْ تَلِدُ الامۃُ رَبَّتَھَا''

''یعنی لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے گی''

ایک روایت میں ہے اپنے مالک کو جنم دے گی اور تو دیکھے گا کہ عرب کے ننگے پاؤں چرواہے آپس میں بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں مقابلہ کریں گے۔[8]

علماء کرام نے دونوں جملوں کی مشہور معنی میں تفسیر کی ہے اور ان کا اس سلسلے میں یقین ہے کہ پہلے فقرے کا معنی یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں والدین کی کثرت سے نافرمانی کریں گے۔ کیونکہ ان صحیح انداز میں تربیت نہیں کی گئی ہوگی۔ اور ان میں حیاء کا مادہ مفقود ہو گا اور وہ معاشرے کی روایات سے انحراف کریں گے اور اپنے اردگرد کے ماحول سے جلد اثر

---

8 یہ ایک طویل حدیث ہے جسے مسلم شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ (36/1)
مسند امام احمد بن حنبلؒ...... (333/4)

Marfat.com

پکڑیں گے۔ اور اصل ہونے کے باوجود ان کے نسلی احوال تبدیل ہو جائیں گے پس پوری نسل عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال سے عاری ہو جائے گی۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے حقوق پامال ہو جائیں گے۔

دوسرے فقرے کا معنی یہ ہے کہ شہر خوبصورت ہو جائیں گے ان کی سجاوٹ دیکھنے والوں کو حیران کر دے گی جب شہروں میں ظاہری خوبصورتی بڑھ جائے گی تو لوگ وادیوں، دیہاتوں اور قصبوں کو چھوڑ کر شہروں کا رخ کریں گے۔ ظاہری سجاوٹ اور مال و دولت باعث فخر ہو جائے گا۔ مال و متاع کے مقابلے میں لوگ اپنے خاندانی رسم و رواج کو ترجیح دیں گے پس وہ مال و دولت کو پا لینے کے بعد آپس میں مضبوط اور عالی شان عمارتیں بنانے میں مقابلہ کریں گے اور دنیاوی امور میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں۔

قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ نا اہل لوگ لیڈر بن جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کسی موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے ایک اعرابی آیا اور عرض کی۔

مَتى السَاعَةُ؟

یارسول اللہ "قیامت کب آئے گی"؟

آپ علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور سلسلہ کلام جاری رکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بعض نے اس کی اس دخل اندازی کو ناپسند کیا بعض نے کہا ہو سکتا ہے نبی کریم ﷺ نے اس بات کو سنا ہی نہ ہو یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی بات کو مکمل فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا۔

" این السائل عن الساعة؟"

"قیامت سے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے"؟

Marfat.com

عرض کی یہ ہے اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے فرمایا۔

" اِذَا ضُیِعَتِ الامَا نَۃُ فَا نتَظِر السَّاعَۃ" قَالَ کَیفَ اَضا عَتُھَا ؟

قَالَ " اِذَا وُسِدَ الامْرُ اِلٰی غَیرِ اَھلِہٖ فَانتَظِرُ السَا عَۃَ

''جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا اظہار کرو' عرض کی امانت کے ضائع ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا

''جب معاملہ نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو اس وقت قیامت کا انتظار کرو۔ ۹

فیض القدیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اوامر ونواہی کے سلسلے میں عموماً ایک دوسرے کو دھوکا دیا جائے گا۔ دین اسلام کمزور ہو جائے گا۔ جہالت کا غلبہ ہوگا، علم اٹھ جائے گا۔ اور اہل حق اس سلسلے میں مدد کرنے سے عاجز رہیں گے۔

مضبوط ترین حکمران بھی مسند حکمؒ وقضاء اور الافتاء پر نااہل لوگوں کو تعینات کریں گے اسی طرح تدریس امامت اور خطابت کے عہدوں پر نالائق لوگ براجمان ہو جائیں گے۔ عہدے لینے والے اور عہدے دینے والے دونوں قلت علم کے مرض میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم دے کر چھین نہیں لیتا مگر علماء کرام پر موت طاری کر کے علم کو چھین لیتا ہے۔ پس جب کوئی عالم نہیں رہتا تو لوگ جہلاء کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں پس لوگ جب ان سے سوالات پوچھتے ہیں تو وہ بغیر علم کے فتوے دیتے ہیں پس وہ خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ۱۰

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمائی

---

۹ الصحیح البخاری......شرح القسطلانی (284/9)

۱۰ ۔ مسلم شریف......شرح النووی فی حامش القسطلانی (106/10) بخاری شریف......شرح

Marfat.com

تھی۔ ابوامامہ سے منقول احادیث میں بھی اسے ذکر کیا گیا ہے۔ اوران الفاظ کا اضافہ ہے۔

اعرابی نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! علم کیسے اٹھ جائے گا جب کہ ہمارے پاس قرآن مجید ہوگا اس سے ہم سیکھیں گے اور اپنے بچوں، گھر والوں اور خدام کو سکھائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے غصے کی حالت میں سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔

''اس سے مراد یہودی، ونصاری ہیں جو کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیں گے اور جو الفاظ انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے ان سے لاتعلق ہو جائیں گے۔[1]

اس حدیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ علماء کی موت کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد کتابوں کی بقا مفید نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے جاننے والے ہی نہ رہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہشام کی روایات میں یہ حدیث مبارکہ مشہور ہے 70 سے زیادہ روایات تو صرف اسی کی ہمارے پاس موجود ہیں۔

---

[1] الامام احمد فی المسند (266/5) سنن ابن ماجہ.........حدیث نمبر 4048

Marfat.com

الزلزلة (والنفخة الاولی)

قرآن مجید کی بہت سی آیات مبارکہ قیامت کے بالفعل وقوع پذیر ہونے اور بالفعل واقع ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ قیامت کا وقوع بہت تیزی سے ہوگا۔

"وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ"[1]

"اور نہیں قیامت برپا ہونے کا معاملہ مگر جیسے آنکھ تیزی سے جھپکتی ہے یا اس سے بھی جلدی"

ہم نے بہت سی احادیث مبارکہ بھی ذکر کی ہیں جو اس بات کی طرف ہماری راہنمائی کرتیں ہیں کہ لوگوں پر قیامت کا وقوع بہت اچانک ہوگا۔ جب کہ وہ اپنے معاملات اور زندگی کے کاروبار میں مشغول ہوں گے۔قیامت کی آمد اتنی اچانک ہوگی کہ کسی میں فرار کی طاقت نہ ہوگی۔قیامت کا آغاز زلزلے سے ہوگا جس سے زمین کانپ اٹھے گی اور تباہ و برباد ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ"[2]

"اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار کی ناراضگی سے بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے جس روز تم اس کی (ہولناکیوں) کو دیکھو گے تو غافل ہو جائے گی ہر دودھ پلانے والی (ماں) اس (لخت جگر) سے جس کو اس نے دودھ پلایا اور گرا دے گی ہر حاملہ اپنے حمل کو اور تجھے نظر آئیں گے لوگ جیسے نشہ میں مست ہوں حالانکہ وہ نشہ میں مست نہیں ہوں گے بلکہ عذاب الٰہی بڑا سخت ہوگا"

---

1. سورۃ النحل............77
2. سورۃ الحج............1......2

Marfat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا

" اِذَ زُلْزِلَتِ الْاَرْض و زِلْزَا لَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاَنْسَانُ مَا لَهَا يَوْ مَئِذٍ تُحَدِّثُ اَ خْبَارَهَا o بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا o يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَا تًا لِيُرَوْا اَعْمَا لَهُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهٗ o وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَراً يَرَهٗ o[۳]

"پھر تھرتھرانے لگے گی زمین پوری شدت سے۔ اور باہر پھینک دے گی زمین اپنے بوجھوں (یعنی دفینوں) کو اور انسان (حیران ہو کر) کہے گا اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس روز وہ بیان کر دے گی اپنے سارے حالات، کیونکہ آپ کے رب نے اسے (یونہی) حکم بھیجا ہے۔ اس روز پلٹ کر آئیں گے لوگ گروہ در گروہ۔ تا کہ انہیں دکھائے جائیں ان کے اعمال۔ پس جسے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا"

زمین کے ہلنے اور لرزنے کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین برابر ہو جائے گی اس کے اوپر کوئی چوٹی اور ٹیلہ نہ رہے گا۔ فرمان الٰہی ہے۔

" وَيَسْأَ لُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا o فَيَذَرُهَا قَا عًا صَفْصَفًا o لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا[۴]

"اور وہ آپ سے پہاڑوں کے انجام کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمائیے میرا رب انہیں جڑوں سے اکھیڑ دے گا پس بنا چھوڑے گا اس پہاڑی علاقے کو کھلا میدان نہ نظر آئے گا تجھے اس میں کوئی موڑ اور نہ ٹیلہ"۔

اللہ رب العزت نے فرمایا۔

---

[۳] سورۃ الزلزلۃ ......1......8

[۴] سورۃ طٰہٰ......105

Marfat.com

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ٥ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا"۵

"جب زمین تھرتھر کانپے گی اور ٹوٹ پھوٹ کر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے۔"

مزید ارشاد ہوا۔

"یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۶

"جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے"

جب کہ ہم جس زمین پر رہ رہے ہیں اس کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ہماری زمین باقی رہے گی اور اس میں اضافہ ہوگا۔ اور اس کی وسعت کا اندازہ مشکل ہے اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ۷

"اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور باہر پھینک دے گی جو کچھ اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی"

اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زمین کو تباہ و برباد فرما دیں گے اور اس کی جگہ ایک اور زمین لے گی جو صاف ستھری اور سفید رنگ کی ہوگی۔ اس کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ دلیل ہے۔

"یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ۸

---

۵ سورۃ الواقعہ......5 — سورۃ القارعہ......5

۶ سورۃ القارعہ......5 — ۷ سورۃ الانشقاق......3

۸ سورۃ ابراہیم......48

Marfat.com

"(یاد کرو) اس جگہ کو جبکہ بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری (قسم کی) زمین سے"

اس آیت مبارکہ کا ظاہراً یہ مفہوم ہے کہ ذات اور وصف کے اعتبار سے یہ زمین تبدیل ہو جائے گی۔ جب کہ آسمان، ستارے، سورج اور چاند سب فنا ہو جائیں گے کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

" یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ "۹

" یاد کرو جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹ دیئے جاتے ہیں طومار میں کاغذات جیسے ہم نے آغاز کیا تھا ابتدائے آفرینش کا اسی طرح ہم اسے لٹائیں گے۔ یہ وعدہ ہم پر لازم ہے یقیناً ہم ایسا کرنے والے ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا۔

" اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ "۱۰

"(یاد کرو) جس وقت سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔"

ایک جگہ پر یوں ارشاد فرمایا۔

" اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ "۱۱

"جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔"

مزید ارشاد ہوا۔

اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۱۲

(یاد کرو) جب آسمان پھٹ جائے گا اور کان لگا کرسنے گا اپنے رب عزوجل کا فرمان اور اس پر بھی فرض بھی یہی ہے۔

---

۹ سورۃ انبیاء...... 104 ۱۰ سورۃ تکویر...... 1-2

۱۱ سورۃ الانفطار...... 1 ۱۲ سورۃ الانفطار...... 1

Marfat.com

فرمان الٰہی ہے۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ'' [۱۳]

''پھر جب آنکھ خیرہ ہو جائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور (بے نوری میں) سورج اور چاند یکساں ہو جائیں گے (اس روز) انسان کہے گا بھاگنے کی جگہ کہاں ہے''۔

ارشاد رب العزت ہے۔

'' فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ'' [۱۴]

''پھر جب پھٹ جائے گا آسمان تو سرخ ہو جائے گا جیسے رنگا ہو سرخ چمڑا''۔

اس کی تفسیر میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ کہ آسمان انگارے کی طرح سرخ ہو جائے گا اور پھر پگل کر بہہ نکلے گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جو آسمانوں کے فنا ہونے اور شمس و قمر اور ستارے کے مٹ جانے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

---

[۱۳] سورۃ القیامۃ...... 9 [۱۴] سورۃ الرحمٰن...... 37

Marfat.com

النفخة الثانیہ

گزشتہ باب میں ذکر کیئے گئے حوادثات کی وجہ یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ کردہ فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اس کی وجہ سے خشکی تری اور فضہ کی ہر زندہ چیز فنا ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ صور پھونکنے تک تمام اشیاء پر موت طاری رہے گی۔ دوبارہ صور پھونکنے پر تمام مکلّف مخلوق زندہ ہو جائے گی۔

ارشاد رب العزت ہے۔

" وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ " [1]

"اور پھونکا جائے گا صور پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے"

دونوں دفعہ صور پھونکنے کا درمیانی وقفہ چالیس سال ہوگا اور مردوں کے زندہ کیئے جانے کے بارے میں کئی آیات مبارکہ بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور بعد از وفات زندگی پر ایمان رکھنا ایمان کا اہم ترین رکن ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مردہ اپنے موجودہ جسم کے ساتھ ہی زندہ ہوگا یا اس کی مثل جسم ہوگا؟ تو اس سوال کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس سلسلے میں احادیث طیبہ سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے آخر میں ایک عجیب قسم کا دانہ ہے.................. اور وہ دانہ بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر کوئی چیز اثر انداز ہو سکتی ہے۔ موت کے بعد انسانی جسم کے تمام ذرات باقی رہتے ہیں۔ برابر ہے کہ وہ مٹی کی صورت میں ہوں یا پانی اور ہوا کی شکل میں اگر اللہ رب العزت چاہیں تو ان تمام ذرات کو سابقہ شکل دینا کوئی مشکل نہیں۔

---

[1] سورۃ الزمر.........68

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَاہُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاہُ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا ھُوَ خَصم مبین oوضرب لنا مثلا ونسی خلقه قال من یحی العظام وھی رمیم oقل یحیھا الذی انشاھا اول مرة وھو بکل خلق علیمo(الی آخر السورة[۲])

''کیا انسان (اس حقیقت کو) نہیں جانتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے پس وہ اب ہمارا دشمن بن بیٹھا ہے۔اور بیان کرنے لگا ہے ہمارے لئے (عجیب وغریب) مثالیں اور اس نے فراموش کر دیا ہے اپنی پیدائش کو (گستاخ) نے کہا ہے اجی! کون زندہ کر سکتا ہے ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں آپ فرمایئے۔

(اے گستاخ سن) زندہ فرمائے گا انہیں وہ ہی جس نے انہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے۔جس نے (اپنی حکمت سے) رکھ دی تمہارے لئے سبز درختوں میں آگ پھر تم اس سے اور آگ سلگاتے ہو کیا وہ (قادر مطلق) جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی (چھوٹی سی) مخلوق۔بے شک (وہ ایسا کر سکتا ہے)......آخر سورت تک اسی طرح ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَاءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ وَلَہُ المثلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم[۳]

''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر (فنا کرنے کے بعد) اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ آسان تر ہے اور اسی کے لئے ہے برتر شان آسمانوں اور زمین میں اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے۔''

مزید ارشاد ہوا۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰہ سَمِیْع'' بَصِیْر''[۴]

---

[۲] سورہ یٰسین......77 تا آخر [۳] سورہ الروم.........27

[۴] سورۃ لقمان......28

Marfat.com

''نہیں ہے تم سب کو پیدا کرنا اور مارنے کے بعد پھر وہ زندہ کرنا (اللہ کے نزدیک) مگر ایک نفس کی مانند، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ جن وانس کے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے بعد اور قبروں سے نکالنے کے بعد ان تمام کو میدان حشر کی طرف لے جایا جائے گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ'' لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ''۵

''اور حاضر ہو گیا ہر شخص اس طرح کہ اس کے ہمراہ ایک (اسے) ہانکنے والا اور ایک گواہ ہو گا۔ تو عمر (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے۔ پس ہم نے اٹھا دیا تیری آنکھوں سے تیرا پردہ، سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے۔''

قرآن کریم کی نص اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ تمام امتیں اپنے اپنے سرداروں اور پیشواؤں کے نام سے پکاری جائیں خواہ ان کے سردار اچھے تھے یا برے تھے خواہ ان کی اچھائی کی طرف راہنمائی کی ہو یا برائی کی طرف۔ فرمان الٰہی ہے۔

''يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ''۶

''وہ دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ''

پس دنیا میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کو کھولا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کی امت کی قبروں کو ان کے مراتب و درجات کے اعتبار سے کھولا جائے گا۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دین میں بھی ہر جماعت اپنے اپنے امام کے ساتھ ہو گی۔ جب کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ تمام اماموں کے بھی امام اور تمام انسانوں کے سردار ہیں اس وقت تمام زمین اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ نور سے روشن ہو جائے گی اس

---

۵ سورۃ ق......22-21 ۶ سورۃ الاسراء......71

Marfat.com

وقت کوئی سورج اور چاند نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

"ثُم نُفِخَ فِيهِ اُخریٰ فِا ذَا هُمْ قِيَام" يَنْظُرُوْنَ وَاَشرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيْئَى بِالنَّبِيِّنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِا لْحقِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ

"اور پھونکا جائے گا صور پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بجز ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو اچانک کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور جگمگا اٹھے گی زمین اپنے رب عزوجل کے نور سے اور رکھ دیا جائے گا دفتر عمل اور حاضر کیے جائیں گے انبیاء اور (دوسرے) گواہ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان انصاف سے اور ان پر (رتی بھر) ظلم بھی نہیں کیا جائے گا اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کام لوگ کرتے ہیں۔"

ے سورۃ الزمر............68

Marfat.com

حشر کے خوفناک احوال

ارشادرب العزت ہے۔

" وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الا جْداثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْ قَدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ "[1]

" اور دوبارہ جب صور پھونکا جائے گا تو فوراً وہ اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے جانے لگیں گے۔ اس وقت کہیں گے ہم برباد ہو گئے! کس نے ہمیں اٹھا کھڑا کیا ہے ہماری خوابگاہ سے (آواز آئے گی) یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا اور سچ کہا تھا رسولوں نے پس لوگوں کو جب میدان حشر میں جمع کیا جائے گا تو ان کے احوال دنیاوی زندگی کے مطابق ہوں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" سَمِعْتُ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم يَقُوْلُ " يُبْعَثُ كُلُ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ "[2]

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

" ہر آدمی جس صورت حال پر مرا تھا اس کو اسی حالت (ایمان یا کفر) پر اٹھایا جائے گا"

حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو آدمی نیکی اور اچھائی کی حالت میں فوت ہوا تو اس روز بھی وہ اچھی صورتِ حال میں ہوگا اور جو آدمی برائی کی حالت میں مرا تو اس کو انتہائی بری حالت میں اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے آمین۔

جب حشر کے لئے لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو اس وقت ان پر ہیبت اور خوف طاری ہوگا۔ مگر جو لوگ ایمان والے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے اور ان کا حشر ان اصحاب شریعت یا امت کے بزرگ افراد کے ساتھ ہوگا جن کو یہ پسند کریں گے۔

1۔ سورۃ یٰسین 51-52

2۔ مسلم شریف ....شرح النووی فی ہامش القسطلانی ....(328/10)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

"یحشر الناس علی ثلاث طرائق راغبین راھبین و اثنان علی بعیر و ثلاثة علی بعیر و اربعة علی بعیر وعسرة علی بعیر و تحشر بقیتھم النار تبیت معھم حیث باتوا وتقیل معھم حیث قالوا وتصبح معھم حیث اصبحو و تمسیٰ معھم حیث امسوا" [3]

"لوگوں کو بروز قیامت تین طرز پر لایا جائے گا (ان میں) رغبت رکھنے والے، اللہ سے ڈرنے والے اور اونٹ پر دو دو یا تین تین یا چار چار اور دس دس کی تعداد میں سوار ہوں گے۔ اور اس کے علاوہ لوگوں کو جہنم کی طرف لایا جائے گا۔ پس وہ وہاں ان کے ساتھ رات گزاریں گے جیسے دنیا میں گزارتے تھے اور اسی طرح قیلولہ، صبح اور شام بھی اسی طرح گزاریں گے جیسے دنیا میں گزارتے تھے۔"

حضرت بھز بن حکیمؒ اپنے باپؒ سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" انکم محشرون رجالا ورکبانا وتجرون علی وجوھکم" [4]

"بے شک تمہارا حشر اس انداز میں ہوگا کہ بعض پیدل ہوں گے تو بعض سوار ہوں گے اور بعض کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا"

بعض صحیح احادیث میں حشر کے دن کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ پس اس دن لوگوں کے احوال و اعمال کے لحاظ سے مختلف ہوں گے کہ کچھ کے حالات اچھے تو کچھ کے بہت اچھے بعض لوگوں کے حالات برے تو بعض کے بہت برے ہوں گے اسی طرح اور بھی بہت سے احوال ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اہل بعث وحشر کے اجمالی طور پر تین گروپ ہوں گے

---

[3] متفق علیہ

[4] ترمذی شریف...... کتاب الذھد حدیث نمبر 2541

Marfat.com

(۱) السابقون ۲ اصحاب المیمنة ۳ اصحاب المشمہ

پس سابقون سے مراد وہ ہمایوں بخت افراد ہوں گے جو جنت نعیم میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہوں گے۔

اصحاب المیمنہ سے مراد دائیں ہاتھ والے ہیں یعنی وہ لوگ جو بے خار بیریوں کیلے کے گچھوں، لمبے لمبے سایوں اور پانی کے آبشاروں میں ہوں گے اس طرح ان کے اور بھی کئی اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔

اور اصحاب المشمہ سے مراد وہ بدنصیب ہیں جو جھلتی لو اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے جن وانس کی شروع سے لیکر آخر تک یہی تین اقسام بیان کی گئی ہیں باقی ان کی تفصیلات علام الغیوب کے علم میں ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارا حشر سابقین اور مقربین کے ساتھ کرے یا ان لوگوں کے ساتھ جو جو اصحاب الیمین میں شمار ہوتے ہیں۔

میدان حشر کے لئے نئی زمین بنائی جائے گی کیونکہ فرمان الٰہی ہے یوم تبدل الارض غیر الارض ۵

''(اور یاد کرو) اس دن کو جب بدل جائے گی یہ زمین دوسری (قسم کی) زمین سے

''اور یہ سفید صاف ستھری زمین ہوگی جس پر گناہ نہ ہوگا'' ۶

یا پھر زمین تو یہی ہوگی لیکن اس کی حالت اور کیفیت تبدیل ہو جائے گی پہاڑ میدان اور وادیاں سب تبدیل ہو جائیں گے جیسا کہ آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

---

۵ سورۃ ابراہیم..........48 ۶ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا''

یحشر الناس القیامة علی ارض بیضاء عضرا کقرصة النقی''

Marfat.com

قصاص

نور اسلام کی ایک روشن کرن یہ ہے کہ قصاص کو تسلیم کیا جائے۔ قصاص کا معنی ہے ظالم سے انتقام لینا اور مظلوم کو اس کا حق دلانا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ

مَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ مَظْلِمَۃٌ" لِاَ خِیْہِ فَلْیَتَ حِلَّلْہُ مِنْھَا فَاِنَّہٗ لَیْسَ ثَمَّ دِیْنَارٌ " وَلَا دِرْھَمٌ" مِنْ قَبْلُ اَنْ یُؤْخَذَ لِاَ خِیْہِ مِنْ حَسَنَاتِہٖ ، فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ حَسَنَاتٌ" اُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَخِیْہِ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ۔(۱) متفق علیہ

"تم میں سے اگر کسی نے دوسرے پر ظلم کیا تو اس سے معافی مانگ لو اس سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوں گے اور نہ درہم، اگر ظالم کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار اس سے چھین لیں جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس پر مظلوم کے گناہ لا دیے جائیں گے۔"

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو جہاں کے والی حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

" یُخْلِصُ المومنونَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُوْنَ عَلٰی قَنْطَرَۃِ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیُقْتَصُّ لِبَعْضِھِمْ مِنْ بَعْضٍ مُظَالِمَ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا ھُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَھُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لِاَ حَدِھِمْ اَھْدٰی بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّۃِ مِنْہُ بِمَنْزِلِہٖ کَانَ فِی الدُّنْیَا۲

"مومنین جب آگ سے نجات پائیں گے تو ان کو پل صراط پر روک دیا جائے گا، جو جنت اور جہنم کے اوپر ہے وہاں دنیا میں کئے گئے مظالم کا قصاص لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ

---

۱ بخاری شریف.....شرح القسطلانی (254/4) ۲ بخاری شریف (332-331/9)

Marfat.com

گناہوں سے پاک ہو جائیں گے اس کے بعد ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے دنیا کے مقابلے میں آخرت (جنت) میں زیادہ آرام ہے"

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو تمام مخلوق میں قصاص کو قائم کیا جائے گا جیسا کہ حدیث طیبہ ہے فرمایا۔

" لَتُودَنَّ الْحُقُوقُ حَتّٰی یُقَادُ لِلشَاۃِ الجَلْحَاء مِنْ الشَاۃِ القَرْنَاء "[3]

" حقوق دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔"

اور اس نوعیت کے قصاص کی طرف یہ آیت کریمہ بھی راہنمائی فرمائی ہے۔

" وَمَا مِنْ دَابَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّا اُمَم " اَمْثَا لُکُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیءٍ [4]

" اور نہیں کوئی (جانور) چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں سے، مگر وہ امتیں ہیں تمہاری مانند نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو"

لیکن جنت اور دوزخ میں ثواب وعذاب کا معاملہ صرف جن وانس کے ساتھ ہی پیش آئے گا۔ اس کے علاوہ کسی مخلوق کے ثواب وعذاب پر کوئی دلیل نہیں۔ اللہ علم بالصواب

---

[3] مسلم شریف.....شرح النووی فی ہامش القسطلانی.....(14/10)

[4] سورہ الانعام..........(38)

Marfat.com

میدان حشر

نور اسلام کا ایک حصہ ہے کہ حشر کی سختیوں پر ایمان لایا جائے اور یہ حشر کی ہولنا کی سب لوگوں کے لئے ہوگی مگر جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہوگی وہ نجات پا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"یَعْرِقُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ ذِرَاعًا وَیُلْجِمُهُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ آذَانَهُمْ"[1]

"قیامت کے دن لوگ پسینے میں اس قدر غرق ہوں گے کہ ان کا پسینہ 35 گز زمین میں چلا جائے گا اور زمین کے اوپر پسینہ اس قدر ہوگا کہ کانوں تک پہنچ جائے گا۔ متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ یَقُوْمُ اَحَدُهُمْ فِیْ رَشْحِهٖ (ای عرقه) الی اَنْصَافِ اُذُنَیْهِ"[2]

"جس دن لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے فرمایا ان میں سے بعض ایسے بھی ہوں گے کہ وہ کان کے آدھے حصے تک پسینے میں غرق ہوں گے" حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو یوں فرماتے سنا۔

"قیامت کے روز سورج لوگوں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ پس لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے، بعض ٹخنوں تک بعض گھٹنوں تک بعض کمر تک اور بعض منہ تک پسینے میں غرق ہوں گے" حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک

---

1. بخاری شریف..........شرح القسطلانی......(310/9)
2. ایضا......وسلم شریف......شرح النووی (313/10)

Marfat.com

سے اپنے منہ پاک کی طرف اشارہ فرمایا۳

اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

علماء کرام نے احادیث طیبہ کی نصوص سے یہ بات اخذ کی ہے کہ روز محشر کا یہ ہولناک عذاب کفار و مشرکین اور گناہ گار مسلمان کے لئے اعمال کے لحاظ سے مختلف ہو گا۔ جب کہ بندہ مومن کے لئے روز محشر کی یہ سخت گھڑی ایک فرض نماز ادا کرنے کی مقدار ہو گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان سات کامیاب افراد میں سے کرے جو اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے۔ آمین

پس بندہ مومن کو جاننا چاہے کہ اس دن سورج کے بارے میں جو کچھ احادیث میں ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ)۴

''جب سورج کو لپیٹا جائے گا''

یعنی سورج اس وقت اپنی کیفیت کے مطابق بجھ جائے گا یا عرش میں داخل ہو جائے گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن عباس میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ''تکویر'' یعنی لپیٹنا تو زلزلے اور پہلی دفعہ صور پھونکنے کے وقت ہو گا۔ جب کہ اٹھائے جانے اور حشر میں اکٹھا کئے جانے کا معاملہ دوسری دفعہ صور پھونکنے کے بعد ہو گا۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِیۡهِ اُخۡرٰی فَاِذَا هُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ۵

''پھر دوبارہ جب پھونکا جائے گا اس میں تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے

---

۳ مسلم شریف.........شرح النووی.........فی ہامش القسطلانی.........(314-313/10)

۴ سورۃ التکویر.........آیت ا ۵ سورۃ الزمر.........68

Marfat.com

لگ جائیں گے"

اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے سورج پلٹ آئے گا اور وہ مخلوق کے سروں کے قریب ہو جائے گا تا کہ کفار و مشرکین اور سرکش لوگوں کو اس کے ذریعے سے عذاب دیا جا سکے۔ اس کے بعد سورج اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بجھ جائے گا۔ یا فنا ہو جائے گا اس کے بعد چاند اور ستارے بھی نہیں رہیں گے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

" وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا " ۶

"اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی"

یعنی میدان حشر اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ نور سے روشن ہو جائے گا۔ اور وہاں مخلوق کا محاسبہ اور اعمال کا وزن ہوگا۔

یہ اس لئے ذکر کیا گیا کہ سورج کا مخلوق کے سروں کے قریب ہونا حدیث طیبہ سے ثابت ہے جسے مسلم شریف اور ترمذی شریف میں ذکر کیا گیا ہے جب کہ سورج کے لپیٹنے کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس طرح قرآن و سنت کے درمیان تطبیق ہوگئی۔

---

۶ سورۃ الزمر............69

Marfat.com

بروز قیامت محاسبہ اعمال

اس بات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ رب العزت بروز قیامت اپنی تمام مکلّف مخلوق سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا اور ان کے اعمال کا محاسبہ فرمائے گا اور ہر آدمی کو اس کا اعمال نامہ ملے گا۔ ارشاد ہوا

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَا ذَا اُجِبْتُم قَالُوْ لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [1]

"جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا (ان سے) کیا جواب ملا تمہیں؟۔ عرض کریں گے کوئی علم نہیں ہمیں۔ بے شک تو ہی خوب جاننے والا ہے سب غیبوں گا"

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"تم میں سے ہر ایک کے ساتھ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں گے۔ اور خالق ومخلوق کے درمیان کسی ترجمان کی ضرورت نہ ہوگی دائیں نظر کرے گا تو اس طرف وہ ہی کچھ دیکھے گا جو اس نے آگے بھیجا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ نہ دیکھے گا تو تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کی قاش ہو [2] متفق علیہ

حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لا تزول قدما عبد حتى يسال عن عمره فيم افناه وعن عمله فيم فعل و عن ماله من اين اكتسبه وفيم انفقه وعن جسمه فيم ابلاه [3]

"بروز قیامت آدمی کے پاؤں لرزہ رہے ہوں گے کہ اس سے اس کی زندگی کے بارے سوال کیا جائے گا کہ زندگی کس سلسلے میں فنا کی۔ اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا مال کے بارے سوال پوچھا جائے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اس کے جسم کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس کو تو نے کس سلسلے میں بوڑھا کیا۔

---

1. سورۃ المائدہ.........109 — 2. بخاری شریف.........شرح القسطلانی (314/9)
3. ترمذی شریف.........حدیث نمبر 2532

Marfat.com

نامہ اعمال

نور اسلام کی ایک کرن یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ بروز قیامت اعمال نامہ ملے گا۔

ارشاد رب العزت ہے۔

"فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ o اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ" o فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ o فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ o قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ" o كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ o وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ o وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ o يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ o مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِيَهْ . هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ o "[1]

"پس جس کو دیا گیا اس کا نامہ عمل دائیں ہاتھ میں تو وہ (فرط مسرت سے) کہے گا تو پڑھو میرا نامہ عمل۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔ پس یہ (خوش نصیب) پسندیدہ زندگی بسر کرے گا۔ عالیشان جنت میں۔ جس کے خوشے جھکے ہوں گے (اذن ملے گا) کھاؤ پیو مزے اڑاؤ یہ ان اعمال کا اجر ہے جو تم نے آگے بھیج دیئے گذشتہ دنوں میں اور جس کو دیا جائے گا اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں وہ کہے گا اے کاش! مجھے نہ دیا جاتا میرا نامہ عمل اور نہ میں جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش! موت نے ہی (میرا) قصہ پاک کر دیا ہوتا آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی بھی فنا ہو گئی۔"

احادیث صحیحہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انسان کے تمام اعمال نامے اس کے سامنے کر دیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اسے عذر پیش کرنے کا موقع عطا فرمائیں گے تو اس وقت وہ کہے گا یا الٰہی میں اس اعمال نامے کو نہیں مانتا جب تک کوئی میرے خلاف گواہی نہ دے۔ پس اللہ تعالیٰ اس وقت اس کے اعضا کو بولنے کی طاقت عطا فرمائیں گے۔ حضرت

---

[1] سورۃ الحاقۃ.........19......28

Marfat.com

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارہ گاہ میں بیٹھے تھے کہ آپ نے تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا انسان کا اپنے رب سے مخاطب ہونے کے انداز پر میں مسکرا دیا۔

انسان عرض کرے گا کیا یا الٰہی تو نے مجھے ظلم کرنے کی صلاحیت نہیں دی تھی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیونکہ نہیں۔

بندہ کہے گا کہ میں اپنے اوپر کسی سزا کو روا نہیں سمجھتا جب تک کہ میں کسی گواہی کو نہ سن لوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اس کام کے لئے تو تیری ذات ہی کافی ہے۔ خواہ وہ تیرے حق میں گواہی دے یا تیری مخالفت میں پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء کو بولنے کی اجازت ہوگی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر اس کے اعضا بولیں گے" اس کے بعد اسے اپنے اعضاء سے بھی بات کرنے کی اجازت ہوگی تو وہ شرمندگی چھپاتے ہوئے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اعضاء سے کہے گا تمہارے لئے ہی تو میں گمراہ ہوا تھا"[2]

---

[2] مسلم شریف.........شرح النووی.....فی حاشی القسطلانی (434-433/10)

Marfat.com

میزان

میزان کی حقیقت کو ماننا بھی ایمان کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ؎

"اور ہم رکھ دیں گے صحیح تولنے والا ترازو قیامت کے دن پس ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر، اور اگر (کسی کا کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے۔ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے"

پس وزن کی ایک حقیقت ہے، جسے ماننا ضروری ہے لیکن اس کی کیفیت کیا ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ ہماری اس دنیا میں حرارت ٹھنڈک، وزن (زیادہ یا کم)، بلڈ پریشر اور فضا کی نمی کو جانچنے کے لئے آلات ہیں۔

اسی طرح بروز قیامت بھی میزان پر وزن ہو گا۔ یا تو اعمال کے صحائف تولے جائیں گے یا نیک اعمال کو نورانی اور بد اعمال کو ظلمانی جسم عطا کیا جائے گا۔ پھر ان کا وزن ہو گا۔

حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میزان کے دو پلڑے ہوں گے ایک میں نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے میں گناہ رکھے جائیں گے اور ممکن ہے کہ یہی اس کی ظاہری شکل میں ہو۔ کیونکہ یہ امر ممکن ہے جس کی خبر دنیا میں سب سے سچے انسان نے دی۔ جس سے انکار کی مجال نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللہ یستخلص رجُلًا مِن اُمتی علی رُؤسِ الخلائِقِ یوم القیٰمةِ فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا کُلُّ سِجلٍ مثلُ مَدِّ البصر .... آلی آخر الحدیث

؎ سورة الانبیاء............47

ترجمہ: حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے لائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کھولیں گے۔ ہر دفتر اعمال اتنا بڑا ہوگا کہ اس کی لمبائی حد نگاہ ہوگی۔ اس کے بعد اس سے سوال کیا جائے گا کہ ان اعمال ناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا یا کرنے سے زیادہ لکھ دیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں پھر ارشاد ہوگا۔ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا۔ کوئی عذر بھی نہیں۔

ارشاد ہوا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس میں اشھد اَن لَا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ و اشھد اَنَّ محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ لکھا ہوگا۔ ارشاد ہوگا۔

''جا اسے وزن کروالے''

وہ عرض کرے گا یا الٰہی اتنے دفتروں کے مقابلے میں یہ پرزہ کیا کام کرے گا ارشاد ہوگا آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ان سب دفتروں (رجسٹروں) کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اوپر اٹھنے لگے گا اور پرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا پس بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔[1]

---

[1] سنن ترمذی حدیث 2777 طبعۃ القاہرۃ ، سنن ابن ماجہ...... حدیث 4300

Marfat.com

پل صراط

اس بات کو بھی ماننا کہ پل صراط کی بھی ایک اپنی حقیقت ہے، نور اسلام کا ایک حصہ ہے پل صراط سے مراد وہ لمبا سا پل ہے جو جہنم کی آگ کے بالکل اوپر ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ثُم یُضرَبُ بَینَ ظَھر انیُ جھنم فَاکُونُ اَوّلُ مَن یَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمتِہٖ وَلَا یَتکلمُ اَحَد" یو مَئذِ اِلَّا الرُّسُل وَ کَلَامَ الرُّسُلِ یَومَئِذِ اَللّٰھُمَّ سَلِم سَلِمُ"[1] متفق علیہ

"پھر جہنم کے اوپر پل صراط کو رکھا جائے گا پس رسولوں میں سے سب سے پہلے میں اپنی امت کے ساتھ اس کو پار کروں گا اور اس دن کوئی گفتگو نہ کرے گا ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول بولیں گے مگر اسی دن ان کا کلام بھی صرف اتنا ہی ہو گا۔ "اے اللہ بچالے" "اے اللہ بچالے"

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

"امانت اور صلہ رحمی دونوں کو مجسم شکل دی جائے گی اور انہیں پل صراط کے دونوں طرف کھڑا کر دیا جائے گا۔ تم میں سے سب سے پہلے گزرنے والے بجلی کی سی رفتار سے گزریں گے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان! بجلی کی طرح گزرنا کس طرح ہو گا۔ فرمایا کیا تم نے بجلی کو چمکتے دیکھا ہے کیسے آنکھ جھپکتے میں آتی اور جاتی ہے۔ پھر لوگ ہوا کی رفتار سے گزریں گے پھر پرندوں کی سی تیزی سے گزریں گے۔ اس کے بعد لوگ پیدل ہوں گے اور ان کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق ہو گی۔ تمہارا نبی (ﷺ) پل صراط پر کھڑا یہ کہہ رہا ہوں گا۔

"رَبِّ سَلِمُ. رَبِّ سَلِمُ"

"اے میرے رب میری امت کو بچالے" "اے میرے رب میری امت کو بچالے"

یہاں تک کہ لوگ اپنے اعمال کے کم ہونے کی وجہ سے پل کو پار کرنے عاجز آ جائیں گے حتیٰ کہ ایک آدمی کی کیفیت یہ ہو گی کہ وہ چلنے سے قاصر ہو گا اور اپنے آپ کو سے گھسیٹتا ہوا آگے لے جا رہا ہو گا۔"

---

[1] البخاری.........شرح القسطلانی......(312-311/9)

Marfat.com

مزید فرمایا،

پل صراط کے دونوں طرف شکنجے لگے ہوئے ہوں گے۔ جس کو پکڑنے کا حکم ہوگا اسے وہ پکڑلیں گے۔ بعض زخمی ہونے کے باوجود پل صراط پار کرنے پر نجات پا جائیں گے جب کہ بعض آگ میں ہاتھ بندھے ہوئے جہنم رسید ہو جائیں گے، حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ رب العزت کی قسم جہنم کی گہرائی 70 خریف (سال) ہے۔"[۲]

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس حدیث طیبہ میں امانت اور صلہ رحمی کے بارے میں ہے کہ ان دونوں کو انسانی شکل دی جائے گی جو آدمی دنیا میں ان کے حق کو ادا کرتا رہا ہوگا ان کے حق میں یہ گواہی دیں گے جس نے ان کے حق کو ادا نہ کیا ہوگا۔ اس کے خلاف یہ گواہی دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں معاملات بڑے اہم ہیں۔

پل صراط کو جہنم کے اوپر قائم کیا گیا ہے میدان حشر کے بعد لوگوں کو اس کی طرف چلنے کا حکم ہوگا اہل جنت اس پر سے گزر جائیں گے اور اہل جہنم اس میں گر پڑیں گے۔ اور اہل جنت کا اپنے درجات کے لحاظ سے گزرنے کا انداز مختلف ہوگا۔ بعض کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سختیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ پس متقی، پرہیزگار مومنین میں سے وہ بھی ہوں گے جو آنکھ جھپکنے کی طرح گزر جائیں گے، جیسا کہ بجلی، ہوا وغیرہ کچھ گھڑ سواروں کی طرح گزریں گے لیکن جو جہنم میں گر جائیں گے تو وہ ہی ان کا ٹھکانہ ہوگا۔"

اس بحث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام جن وانس اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

"یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَہ"[۳]

"وہ دن جب تم پیش کیے جاؤ گے تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔"

دہشت اور خوب کی مناسبت سے میدان حشر کی صورت حال لحہ بہ لحہ مختلف ہوگی شروع شروع میں تمام مخلوق خاموش خوف زدہ اور دہشت زدہ ہوگی اور یہ شدید ترین

---

[۲] مسلم شریف......شرح النووی......فی ہامش القسطلانی......(173-171/1)

[۳] سورۃ الحاقۃ......18

Marfat.com

صورتحال ہوگی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی سے معلوم ہوتا ہے۔

"وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا"ؔ[4]

"اور خاموش ہو جائینگی سب آوازیں رحمٰن کے خوف سے پس تو نہ سنے گا (اس روز) مگر مدھم سی آہٹ"

مزید فرمایا۔

"وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا"[5]

"اور (فرط نیاز سے) جھک جائیں گے سب (لوگوں کے) چہرے حی و قیوم کے سامنے اور نامراد ہوا جس نے لادا اپنے (سر) پر ظلم (کا ربار گراں)"

اس شدید ترین صورتحال میں نبی اکرم شفیع امم ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور شدت میں کمی آ جائے گی سوالات، حساب اور نامہ اعمال کا معاملہ شروع ہو جائے گا۔ اعمال نامے دائیں بائیں اور پیچھے سے پکڑے جائیں گے، اعمال کا وزن ہوگا اور مکلف مخلوق کا محاسبہ ہوگا۔ جب گناہ گاروں کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور اس سے اس سلسلے میں بات چیت ہوگی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں اس کے بعد جہنم پر پل صراط رکھا جائے گا۔ اور اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا۔

سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پل صراط سے گزرے گی۔ پس جو کامیاب ہوگا اور محفوظ رہا اور جو گر پڑا وہ جہنم رسید ہوگا۔ پس کافر جہنم میں ہمیشہ رہیں گے جب کہ مومن اپنے جرم کی سزا کاٹنے کے بعد نجات پا جائیں گے۔ یا عذاب سے پہلے بذریعہ شفاعت نجات پانے والوں میں سے ہو جائیں گے اور وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ

"اے اللہ تیری صفت رؤف و رحیم ہے ہم سے فضل و احسان کا معاملہ فرما۔ اور ہمارا حشر سید المرسلین ﷺ کے جھنڈے کے نیچے فرما۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

---

4 سورۃ طٰہٰ......108

5 سورۃ طٰہٰ......111

Marfat.com

الحوض المورود (حوض کوثر)

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ایک حوض مبارک ہے جسے حوض المورود کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام پل صراط عبور کر کے اس حوض پر وارد ہوں گے اور آپ کی امت بھی اسی حوض پر پیاس بجھانے آئے گی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

"اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضًا كَمَا بَيْنَ (جرباء) (وَاَذْرَح)" [1]

"بے شک تمہارے سامنے جرباء اور اذرح کے درمیانی علاقے جتنا حوض ہوگا۔"

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"اَلْحَوضُ كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَصَنْعَاءَ" [2]

"حوض کوثر مدینہ اور صفا کے درمیانی علاقے جتنا بڑا ہے"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"اِنَّ قَدْرَ حَوْضِي كَمَا بَيْنَ اَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ مِنَ الْيَمَنْ وَاِنَّ فِيْهِ مِنَ الْاَبَارِيْقُ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ" متفق علیہ [3]

"بے شک میرے حوض کی مقدار اتنی ہے جتنی ایلۃ اور صنعاء یمن سے دور ہے اور اس میں جام اس قدر ہوں گے جتنی آسمان کے ستارے"

اور بخاری شریف میں یوں روایت ہے۔

"اور حوض کی مقدار ایک ماہ چلنے کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید

---

1. بخاری شریف......شرح القسطلانی (336/9) اور مسلم شریف......شرح النووی (156/9)
2. ایضاً
3. ایضاً

Marfat.com

ہے اس کی خوشبو مسک سے زیادہ عمدہ ہے"

اور اس کے جام ستاروں کی تعداد کے سے ہیں جس نے ایک بار اس سے پی لیا دوبارہ پیاسا نہ ہوگا۔[2]

اس حوض کا پانی نہر کوثر سے آتا ہے جو جنت میں چل رہی ہے جیسا کہ حدیث طیبہ میں ثابت ہے جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے۔

---

[1] سورۃ الشعراء.............100

[2] بخاری شریف......شرح القسطلانی......(338/9)

Marfat.com

شفاعت

نور اسلام کی ایک روشن کرن یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان ہو کہ اللہ کے رسول اور نیک لوگ، کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمانوں کے حق میں شفاعت فرمائیں گے۔

خصوصی طور پر نبی کریم ﷺ کو بطور شفیع المذنبین ماننا ضروری ہے۔ اس پر قرآن میں بہت سے دلائل ہیں۔ فرمان الٰہی ہے۔

"وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"[1]

"اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے" ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

"مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ"[2]

"کون ہے جو اس کی جناب میں سفارش کر سکے مگر اس کی اجازت کے ساتھ"

اگر شفاعت کا جواز نہ ہوتا تو اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کا ذکر نہ ہوتا۔ کیونکہ اگر کوئی چیز محال ہو تو اس کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔

فرمان خداوندی ہے۔

"وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُوْنَ"[3]

"اور شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ (اس کی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہوں گے۔"

یعنی شفاعت کرنے کا اختیار اسی کو ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت نے کفار کا یہ قول قرآن مجید میں نقل کیا ہے کہ۔

---

[1] سورۃ محمد.........19 [2] سورۃ البقرۃ.........255

[3] سورۃ الانبیاء.........28

Marfat.com

فَمَا لَنَا مِنْ شَا فِعِينَ وَلَا صِدِيقٍ حَمِيمٍ ۴

''تو (آج) نہیں ہے ہمارا کوئی سفارشی اور نہ کوئی غم خوار دوست''

اگر گناہ گار مسلمانوں کے لئے شفاعت ثابت نہیں تو پھر گناہ گار مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا۔

احادیث شفاعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا فرمان عالی شان ہے کہ

''شَفَاعَتِیْ لِاَ هْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ۵''

''میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔''

اس حدیث کو ترمذی اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے اور یہ حدیث مشہور ہے۔ بلکہ احادیث شفاعت میں تواتر معنوی کے درجے کو پہنچی ہے۔

شفاعت میں حکمت یہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں کی عزت افزائی ہو اور بطور شہادت ان کی شان و شوکت میں اضافہ ہو۔ اس بات کا اظہار ہے۔ شفیع پر اللہ جل شانہ کا خصوصی کرم ہے ورنہ شفاعت کے بغیر بھی اللہ رب العزت گناہ گاروں کو معاف فرما سکتے ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالی کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے کہ

يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ" ۶

''اللہ جس کو چاہے معاف فرمائے جس کو چاہے عذاب دے''

اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کی وجہ سے تو وہ مزید کرم فرمائے گا۔

شفاعت کے مخالفین اس آیت سے شفاعت کے انکار کا استدلال کرتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔

---

۴ سورۃ الشعراء......100

۵

۶

Marfat.com

" مَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ " [7]

" نہ ہوگا ظالموں کے لئے کوئی دوست اور نہ ایسا سفارشی جس کی سفارش مانی جائے "

حالانکہ مخالفین شفاعت کا اس آیت شفاعت کا انکا کرنا ساقط الاعتبار ہے کیونکہ اس آیت میں کفار کی شفاعت کا ذکر ہے کہ ان کی شفاعت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ جب کہ ہم مسلمانوں کی شفاعت کی بحث کر رہے ہیں۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

" اَتَانِیْ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِی الْجَنَّةَ وَ بَیْنَ الشَّفَاعَةِ ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْاءً [8]

" میرے پاس ایک آنے والے میرے رب کی طرف سے آیا کہ میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ " کہ میری آدھی امت جنت داخل ہو " یا " میں شفاعت کر سکوں " پس میں نے شفاعت کو پسند کیا۔ اور یہ شفاعت ہر اس کے لئے ہے جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو "

اور حدیث طیبہ میں جو آیا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ

" وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ " [9]

" اور ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو "

تو آپ نے فرمایا۔

" یَا بَنِیْ هَاشِمْ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ "

" اے نبی ہاشم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ "

" یا بنی عبد المطلب اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ "

---

7 غافر 18

8 ترمذی شریف ...... حدیث 2557 : ابن ماجہ .... حدیث 4311 9 سورۃ الشعراء 214

Marfat.com

''اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو نار جہنم سے بچاؤ''

" یا فاطمہ اَنْقِذِیْ نَفْسِکِ مِنَ النَّارِ "

''اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''

" فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحْمًا سأ بلھا ببلالھا "[1]

''میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس کی اجازت مرضی کے بغیر) تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے تمہیں قرابت حاصل ہے اور میں اسے اس کے پانی سے تر کر دوں گا (یعنی میں صلہ رحمی کروں گا)''

اس حدیث طیبہ میں خطاب کفار کو ہی ہے اور بات واضح ہے کہ شفاعت کفار کے لئے نہیں ہے۔ یا خطاب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہے اور اس خطاب کا مقصد یہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کیا جائے اور اس بات کو ان کے ذہن نشین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر آپ ﷺ کسی شے کے مالک نہیں۔ اس حدیث میں انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا اور نیک اعمال کے لئے ترغیب دینا مقصود تھا۔ تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور اعلیٰ درجات پر فائز ہوں اس حدیث مبارکہ کا معنی ومفہوم شفاعت کے جواز اور وقوع کے منافی نہیں۔ کیونکہ شفاعت کے وقوع پر کثیر احادیث مبارکہ دلالت کرتیں ہیں۔ لیکن شفاعت کے قول کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ لوگ گناہوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس بات کی بھی تعین نہیں کہ کس شخص کو شفاعت سے سرفراز کیا جائے اس لئے وہ نیکیوں کو کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ بات اہل انصاف سے مخفی نہیں ہے۔ احادیث کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے لئے پانچ قسم کی شفاعت ثابت ہے۔

الاولیٰ: الشفاعۃ العظمیٰ:

یعنی سب سے بڑی شفاعت، اور اسے مقام محمود کے نام سے بھی جانا جاتا ہے

---

[1] مسلم شریف......شرح النووی......فی ھامش القسطلانی......(182-281/2)

Marfat.com

اس میں اہل حشر مومنین حشر کی ہولناکیوں اور حساب سے نجات پا کر سکون محسوس کریں گے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

''آدمی لوگوں سے پوچھتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کا دن آجائے گا اور اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

مزید ارشاد فرمایا اس دن سورج قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ پسینہ بہہ بہہ کر اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ آدمی کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ اسی دوران کو حضرت آدم علیہ السلام پھر حضرت موسی علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آئیں گے۔

عبداللہ بن صالح نے اس بات کا اضافہ کیا کہ مجھے لیث اور ابن ابی حصفر نے بتایا کہ ''آپ علیہ السلام مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے آپ جائیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ پکڑ لیں گے اس روز آپ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہاں موجود تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔[1]

اس حدیث پاک کو انتہائی اختصار سے عرض کیا گیا ہے اس میں اور بھی کافی رسولوں کے اسماء گرامی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ''حلقہ الباب'' سے مراد جنت کا دروازہ ہے۔ اور اسے قرب کے لئے مجازاً بولا گیا ہے۔

مقام محمود ہی شفاعت عظمی ہے جو صرف حضور علیہ السلام سے ہی مخصوص ہے۔ اس سے اہل محشر آرام و سکون پائیں گے اور اپنے حساب کتاب سے جلد فارغ ہو جائیں گے۔

صحیح بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضرت

---

[1] بخاری شریف......شرح القسطلانی......(63/3) مسلم شریف شرح النووی......(428/4)

Marfat.com

ابی بن کعبؓ حضرت ابی یعلیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

" ثم امتدحہ بمدحۃ یرضی بھا عنی ثم یؤذن لی فی الکلام ثم تمر امتی علی الصراط وھوا منصوب" بین ظھرانی جھنم فیمترون"[۱۲]

ترجمہ: "پھر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اس انداز میں کروں گا کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے گا پھر مجھے بولنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے بعد میری امت پل صراط سے گزرے گی جو کہ جہنم کے اوپر لگا گیا ہو گا پس وہ اس پر سے گزریں گے" اس وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام پل صراط کے پاس کھڑے ہوں گے۔"

شفاعت کی دوسری قسم: گناہ گار مسلمانوں کو جہنم سے نکالنے کے لئے آپ علیہ الصلوۃ والسلام شفاعت فرمائیں گے حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا" اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا، شفاعت کرو قبول ہو گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ پھر میں گناہ گاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کروں گا۔ (تین یا چار بار) حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک رکھا ہے[۱۳]

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے جن پر جہنم کا دوام واجب ہو چکا ہے۔ العیاذ باللہ

شفاعت کی تیسری قسم: نبی کریم ﷺ ان لوگوں کے لئے بھی شفیع ہوں جو اپنے

---

۱۲ فتح الباری......شرح البخاری......(380/11)

۱۳ بخاری شریف......شرح القسطلانی......(326-325/9) ۱۴ سنن الترمذی......حدیث 2554

Marfat.com

گناہوں کے سبب جہنم کے مستحق بن چکے ہوں گے پس آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی شفاعت کے سبب وہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔

شفاعت کی چوتھی قسم: آپ علیہ السلام کی شفاعت کے صدقے ایک قوم بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

" وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یَدْخُلَ الْجَنَةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ الفًا لا حِسَابَ عَلَیْھِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ کُلِ اَلْفِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا "[۱۴] رواہ ترمذی بسند حسن

" میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے 70 ہزار کو بغیر حساب کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور ہر ہزار کے ساتھ 70 ہزار ہوگا۔"

شفاعت کی پانچویں قسم: جنت کے مکینوں کے درجات کی بلندی کے لئے آپ علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سخی اور کریم ہے سیدنا محمد ﷺ کی شفاعت کرنے کے بعد شفاعت کا دروازہ باقی لوگوں کے لئے بھی کھل جائے گا اور جس پر اللہ جل شانہ راضی ہوں گے وہ شفاعت کا اہل ہوگا۔

" یَوْمَئِذٍ لا تَنْفَعُ الشَفَا عَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا "[۱۵]

" اس دن نہیں نفع دے گی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمٰن نے اجازت دی اور پسند فرمایا ہو اس کے قول کو"

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں ہر وہ آدمی شامل ہے جس کا قول اور اعتقاد یہ ہے کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)

---

۱۵ سورۃ طٰہٰ......۱۰۹

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا،

"من امتی من یشفع للضام ومنهم مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوْ الْجَنَّةَ[17] رواہ ترمذی

"میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے بعض وہ ہیں جو ایک قبیلہ کی شفاعت کریں گے۔ بعض ایک کنبہ کی شفاعت کریں گے۔ بعض صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتی کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا

"يَشْفَعُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِه[18] رواہ ابوداود

"ایک شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کر سکے گا۔"

---

[17] سنن الترمذی......حدیث 2557

[18] سنن ابی داود......(15/2)

Marfat.com

جنت اور دوزخ

نورایمان کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ جنت اور دوزخ کو تسلیم کیا جائے گا اور ان کے وجود پر ایمان ہو کہ ان دونوں کو پیدا فرمایا گیا اور اب دونوں موجود ہیں اور مسلمانوں کے لیئے جنت اور کفار کے لئے جہنم ابدی ٹھکانہ ہوگا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام سے ثابت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ"[1]

"اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کے لئے"

اسی طرح دوزخ کے بارے میں فرمایا۔

وَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ"[2]

"اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے"

احادیث مبارکہ ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لئے جنت اور دوزخ کو ظاہر فرمایا اور ان دونوں کے مکینوں کے بارے میں بھی مطلع فرمایا اور یہ احادیث تمام کتب صحیحہ میں موجود ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ دونوں کس جگہ واقع ہیں تو اس سلسلے میں کوئی نص صریح تو موجود نہیں کہ اس کی تعین کی جا سکے لیکن کثیر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش الٰہی سے نیچے ہے۔ اور وہ اس سلسلے میں اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ

---

[1] سورۃ آل عمران......133 [2] سورۃ آل عمران......131

Marfat.com

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ٥عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی٥عِنْدَھَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی" [3]

"اور انہوں نے تو اس کو دوبار بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتھیٰ کے پاس اس کے پاس ہی جنت الماوی ہے"

اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ

" سَقْفُ الْجَنَةِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَّ النَّارَ تَحْتَ الْاَرْضِیْنَ" [4]

"جنت کا چھت اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور دوزخ زمینوں کے نیچے ہے۔"

یعنی دوزخ ایک الگ علاقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں پیدا فرمایا اور اس کی ہولناکی اور ہیبت کو ظاہر کرنے کے لئے اسے زمین کے نیچے کی طرف منسوب کیا گیا۔

اگر یہ مذکورہ دلائل قطعیت اور تعین کا فائدہ نہ بھی دیں تو بھی کتاب وسنت کے دلائل میں قدر مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں اس جہان میں موجود ہیں۔ اور اس عالم کی وسعت کا اندازہ لگانا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں کوئی عجب نہیں کہ یہ دونوں علاقے اس دنیا میں ہی ہوں کیونکہ سائنسی علوم کی بنیاد پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ سورج ہماری زمین کے قریب ہے اور یہ سیاروں اور ستاروں کی دنیا جو سائنس دان دریافت کر سکتے ہیں بہت تھوڑی سی ہے اس کے علاوہ یہ کائنات اتنی بڑی ہے کہ اس کی وسعت کا اندازہ لگانا سائنس کے بس کی بات نہیں۔ اور اہل جنت اور اہل دوزخ کی جو صفات قرآن وحدیث میں بیان فرمائی گئیں ہیں وہ انداز بیان قرآن وحدیث کا ہی حصہ ہے۔

جہنم: اس کے دروازوں اور اوصاف کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں " وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ ٥لَھَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ [5]

"اور بے شک جہنم وعدہ کی جگہ ہے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان

---

[3] سورۃ النجم.........14 [4] مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند معلوم نہیں لیکن اس جیسا مفہوم رکھنے والی احادیث موجود ہیں [5] سورۃ الحجر.........43

Marfat.com

میں سے ایک مخصوص حصہ ہے۔ مزید فرمایا

"كَلَّا اِنَّھا لَظٰی o نَزَّاعَةً لِلشوىٰ o تَدْعُوا مَنْ اَدْبَر وَتَولّٰی وَجَمَع فَاَوْعٰی" [1]

"لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا بیشک آگ بھڑک رہی ہوگی نوچ رہی ہوگی گوشت پوست کو وہ بلائے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور منہ موڑ لیا۔ مال خرچ کرتا رہا پھر مال سنبھال کر رکھتا ہے۔"

ان آیات طیبات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات مبارکہ ہیں جو جہنم کی ہولناکی، دہشت اور شدت کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں۔ قرآن پاک پڑھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ خطبہ دیتے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یوں فرماتے سنا۔

"اِنَّ اَھْوَنَ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لرجلٍ فِیْ اَخْمَصْ قَدَمَیْه جَمْرَ تَانِ یُغْلی مِنْھُمَا دِمَاغُهٗ" [2] متفق علیہ۔ الترمذی

ترجمہ: بروز قیامت کسی آدمی کو کم ترین عذاب ہوگا کہ اسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے اس کی وجہ سے اس کا دماغ کھول اٹھے گا۔"

جب کہ جن وانس میں کفار اہل جہنم ہوں اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ گناہ گار مسلمانوں کو بھی اس میں ان کے گناہوں کے مطابق سزا دی جائے گی اس سزا کو بھگتنے کے بعد وہ جنت میں چلے جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جنت اور اہل جنت کا ذکر جمیل اللہ تعالیٰ نے بڑے احسن انداز میں فرمایا ہے۔ جنت کے خدام، حوروں، فرش، کھانے اور مشرب کا ذکر بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ فرمایا

وَیَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَیْتَھُمْ حَسِبْتَھُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ....

---

[1] سورۃ المعارج........17 [2] ارشاد الساری الرقاق..........(323/9)

Marfat.com

وَكَانَ سَعۡیُکُمۡ مَشۡکُوۡرًا۝۸

''اور چکر لگاتے رہیں ان کی خدمت میں ایسے بچے جو ایک ہی حالت میں رہیں گے۔ جب تو انہیں دیکھے گا تو یوں سمجھے گا گویا یہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور جدھر بھی تم وہاں دیکھو گے۔ تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں اور وسیع مملکت نظر آئے گی۔ ان کے اوپر لباس ہوگا باریک سبز ریشم کا (بنا ہوا) اور اطلس کا اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور پلائے گا انہیں ان کا پرودگار نہایت پاکیزہ شراب (انہیں کہا جائے گا) یہ تمہارا صلہ ہے اور (مبارک ہو) تمہاری کوشش مقبول ہوئیں۔''

مزید فرمایا۔

والسَّابِقُوۡنَ السَا بِقُوۡنَ اُوۡلٰئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ لا صَحَابِ الۡیَمِیۡنِ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝وَثُلَّۃٌ مِّنَ آلاخِرِیۡنَ''۹

''اور (تیسرا گروہ ہر کار خیر میں) آگے رہنے والوں کا۔ وہ (اس روز بھی) آگے آگے ہوں گے۔ وہ ہی مقرب بارگاہ میں عیش وسرور کے باغوں میں ایک بڑی جماعت پہلوں سے اور قلیل تعداد پچھلوں سے ان پلنگوں پر جو سونے کی تاروں سے بنے ہوں گے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے آمنے سامنے گردش کرتے ہوں گے۔ ان کے ارد گرد نوخیز لڑکے جو ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے (ہاتھوں میں) پیالے، آفتابے اور شراب طہور سے جھلکتے جام لئے ہوں گے نہ سر درد محسوس کریں گے اور نہ مدہوش ہوں گے اور میوے بھی (پیش کریں گے) جو وہ جنتی پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ رغبت کریں گے اور حوریں خوبصورت آنکھوں والیاں (سچے) موتیوں کی مانند جو چھپا رکھے ہوں۔

(یہ سب نعمتیں) اصحاب یمین کے لئے مخصوص ہوں گی ایک بڑی جماعت اگلوں سے ایک بڑی جماعت پچھلوں میں سے ہوگی'' ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

---

۸ سورۃ الدھر.........22-19 ۹ سورۃ الواقعہ......10......40

Marfat.com

" فِيهَا مَا تَشْتَهِيه الاَ نفس وَتلذُّ الاَعْيُنُ وَ انتُم فِيهَا خَالِدُوْنَ o ۱۰؎

''اور وہاں ہر چیز موجود ہو گی جسے دل پسند کرے کریں گے اور آنکھوں کو لذت ملے گی۔ (مزید براں) تم وہاں ہمیشہ رہو گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

" قَالَ عَزَّوَجل اُعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَا لِحِيْنَ مَا لا عَيْنَ دَاتْ وَلا اُذْن سَمِعَتْ وَلا خَطَر عَلى قَلْبِ بَشرٍ ذُخرا بَلهُ مَا اطلعكم اَللّهُ عَليهِ ۱۲؎ ثم قراء فلا تَعْلَمُ نفس ما اخفى لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون" سوره السجده)

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا تصور آیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی کہ ''پس نہیں جانتا کوئی شخص جو (نعمتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔ یہ صلہ ہے ان (اعمال حسنہ) کا جو وہ کیا کرتے تھے''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

" لَقَابَ قَوس اَحَدِ كَمْ فِيْ الْجَنَّةِ خَير مِمَّا طَلعتْ عَليه الشَمْسُ اَوْ تَضربُ'' ۱۳؎

''جنت میں تمہارے لئے کمان کی مقدار جنتی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

جب کہ جنت کی تعمیر کے سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔

" فَمِمَّا خُلِقَ الْخَلْقُ"

مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا

۱۰؎ سورۃ الزخرف .... 71 ۱۲؎ بخاری شریف ..... شرح القسطلانی ..... (437/10)

۱۳؎ رواہ البخاری

Marfat.com

"مِن الْمَاء" پانی سے

ہم نے عرض کی جنت کو کس چیز سے بنایا گیا؟ فرمایا

" لبنة من فضة ولبنة من ذهب و كلا طها (ای ما یوضع بین اجزا البناء كالطين) المسک الا ذفر (شديد الرائحة) وحصيا وها اللولو وتر بتها الزعفران من دخلها ينعم ولا يياس ويخلد ولا يموت ولا تبلی ثيا بهم ولا يغنی شباء بهم" [۱۴]

"جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہوئی ہیں جو انتہائی خوشبودار ہے۔ جنت میں کنکریوں کی جگہ موتی استعمال ہوں گے اور وہاں کی زمین زعفران کی ہے جو اس مین داخل ہو گیا وہ نعمتوں سے سرفراز ہو گا اور اس میں ہمیشہ رہے موت نہیں آئے گی۔ لباس پرانا نہیں ہو گا اور نہ ہی ان کا شباب ختم ہو گا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

"اِنَّ اَهلَ الْجنةِ يأ كُلونَ فِيهَا وَيشْرِبُونَ وَلَا يتغِلُوْنَ وَلَا يبُولُوْنَ وَلَا يَتفُوطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يبُوْلُوْنَ فَمَا بَالَ الطَعَام قَالَ " جشَاءً وَرَشِحَ كَرِشْحِ الْمِسْكِ يلْهَمُوْنَ اَلتسْبِيحَ وَالتحْمِيدَ كَمَا يلْهَمُوْنَ النفْسَ" [۱۵]

"اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے لیکن گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک وغیرہ اور بدن کا میل اصلا نہ ہوں گے عرض کی پھر کھائے ہوئے کا کیا ہو گا فرمایا، خوشبودار پسینہ آئے گا اور ایک خوشبودار اور فرحت بخش ڈکار آئے گا اور سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر بالقصد اور اور بلا قصد مثل سانس کے جاری ہو گی۔"

جب کہ جنت کے دروازوں کے بارے میں ہے کہ ان کی تعداد آٹھ ہے،

---

۱۴ ترمذی شریف حدیث نمبر 2646

۱۵ مسلم شریف ......شرح النووی فی حامش القسطلانی......(290/10)

Marfat.com

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

" فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ اَبْوَابٍ فِیهَا بَابٌ " یُسَمَّی الرَّیَانَ لَا یَدْخُلُه" اِلَّا الصَّائِمُوْنَ [16] متفق علیہ

" جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام " الریان " ہے جس میں سے صرف روزے دار گزریں گے۔ "

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

" بَابُ اُمَّتِی الَّذِی یَدْخُلُونَ مِنْهُ الْجَنَةِ عَرْضُهُ مَسِیْرَةَ الرَّاکِبِ الْجَوَّادِ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَیَضْغَطُوْنَ عَلَیْهِ حَتّٰی تَکَادُ مَنَاکِبُهُمْ تَزُوْلُ " رواہ الترمذی [17]

" میرے امتی جس دروازے سے گزریں گے اور جنت میں داخل ہوں گے ان کی چوڑائی اتنی ہے کہ ایک تیز رفتار گھوڑ سوار تین دن تک گھوڑا دوڑاتا رہے اس کے باوجود داخل ہونے والوں کی اتنی بھیڑ ہوگی کہ ان کے کندھے اترنے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ "

اور جنت کے درجات کے بارے میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

فِی الْجَنَةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَیْنَ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ . وَالْفِرْدَوْسِ اَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تَفْجُرُ اَنْهَارِ الْجَنَةِ الْاَرْبَعَة وَمِنْ فَوْقِهَا یَکُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهُ فَاسْئَلُوْهُ اَلْفِرْدَوْسَ " رواہ الترمذی والبخاری [18]

" جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا سا فاصلہ ہوگا " فردوس " سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اور اس میں جنت کی چار نہریں نکل رہی ہیں اس کے اوپر عرش ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس " کا سوال کرو۔

---

[16] صحیح بخاری.......شرح القسطلانی......(286/5) [17] الترمذی.......حدیث نمبر 2672

[18] رواہ البخاری......شرح القسطلانی (38-37/5) الترمذی حدیث 2651

Marfat.com

جب کہ جنت کی نہروں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ عز وجل ارشاد فرماتے ہیں۔

"مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وَعَدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَا اَنْهَار" مِنْ مَاءٍ غَیْرِ آسِنٍ وَاَنْهَار" مِنْ لَبَنٍ لَمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهَار" مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِ بَیْنَ وَاَنْهَار" مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّی وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ[19]

"جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں کچھ صاف پانی کی نہریں ہیں کچھ دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا شراب کی نہریں ہیں صاف شہد کی نہریں ہیں۔ ہر قسم کے پھل ہیں۔ اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔ جنت کے پھلوں، درختوں اور سائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" اُکُلُهَا دَائِم" وَظِلُّهَا تِلْکَ عُقْبَی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَعُقْبَی الْکَافِرِیْنَ النَّارَ"[20]

"اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے۔ اور اس کا سایہ بھی نہیں ڈھلتا یہ انجام ہے ان کا جو (اپنے رب سے) ڈرتے ہیں اور کفار کا انجام آگ ہے"

اور اہل جنت کا جنتوں میں ایک مخصوص حق یا حصہ ہوگا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

" وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ[21]

"اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے"

جب جنت کے محلات کی عمدہ صفائی اور نفاست کے بارے میں ایک حدیث طیبہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

" اِنَّ اَهْلَ لَجَنَّةِ لَیَتَرَاؤُوْنَ اَهْلَ الْعَرْفِ مِنْ فَوْقِهِمْ کَمَا تَتَرَاءُوْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِیَّ الْغَابِرِ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلَ مَا بَیْنَهُمْ" قَالُوْا یَا

---

19 سورۃ محمد.................. 15   20 سورۃ الرعد.................. 35

21 سورۃ الرحمٰن 46

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ تِلْکَ الْمَنَازِلَ الْاَنبِیَا لَا یَبْلُغُھَا غَیْرُ ھُمْ قَالَ " بَلٰی " وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ رِجَا لٌ " آمَنُوْ بِا اللّٰہِ وَصَدَقُوْ الْمُرْسَلِیْنَ "۲۲

" بے شک اہل جنت ، اہل غرف کو اس انداز میں دیکھیں گے جیسا کہ تم کسی الگ تھلگ روشن ستارے کو مشرق سے مغرب تک چمکتا ہوا دیکھتے ہو۔ یہ اس لئے کہ ان کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت کا اظہار ہو سکے۔ عرض کی یا رسول اللہ ! کیا یہ انبیاء علیہم السلام کی منازل ہوں گی۔ جو انہیں کے ساتھ خاص ہوں گی فرمایا نہیں بلکہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں علیہم السلام کی تصدیق کی۔ اللہ ورسولہ اعلم

---

۲۲ بخاری شریف مسلم شریف ترمذی شریف 2681

Marfat.com

الکوثر

یہ اس نہر کا نام ہے جو سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوثر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

"ذَاکَ نَهْرٌ اَعْطَانِيْهِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيْهِ طُيُوْرٌ" اَعْنَاقُهَا الْجُزُرُ" "

قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم اَكَلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا" ۲۲

"یہ وہ نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں عطا فرمائی ہے یہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی طرح لمبی لمبی ہوں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا وہ بہت موٹے ہوں گے آپ علیہ السلام نے فرمایا کھانے والے اس سے زیادہ موٹے ہوں گے"

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

" اُغفِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَغْفَاءَةً فَرَفَعَ رَاْسَهٗ مُتَبَسِّمًا فَاِمَّا قَالَ لَهُمْ وَاِمَّا قَالُوْا لَهٗ يَا رسول الله لِمَ ضَحِكْتَ؟ فَقَالَ" اِنَّهٗ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ" فَقَرَاَ (بسم الله الرحمن الرحيم اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ) حَتّٰى خَتَمَهَا فَلَمَّا قَرَاَهَا قَالَ: تَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ" فَاِنَّهٗ نَهْرٌ" وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ وَعَلَيْهِ

---

۲۲ ترمذی شریف حدیث نمبر 2545 ۲۳ سنن ابی داؤد (538/2)

Marfat.com

خَیْرٌ " کَثِیْرٌ " عَلَیْہِ حَوْضٌ " تَرِدُ عَلَیْہِ اُمَّتِی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ آنِیَتُہٗ عَدَدَ الْکَوْکَبِ " ۲۳

" نبی کریم ﷺ پر تھوڑی سی اونگھ طاری ہوئی اس کے بعد آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سر مبارک اٹھایا عرض کی گئی یا رسول اللہ ! مسکرانے کی کیا وجہ ہے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی (پھر آپ نے سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی)

آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے۔

عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔

فرمایا یہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے میرے سے وعدہ فرمایا ہے یہ جنت میں ہے اس کے اوپر خیر کثیر ہے اور اس کے اوپر حوض ہے بروز قیامت اس پر میری امت آئے گی اس کے اوپر پڑے برتن ستاروں کی تعداد جتنے ہیں"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

" بَیْنَمَا اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اَنَا بِنَھْرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا ھٰذَا یَا جِبْرِیْلُ قَالَ ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ رَبُّکَ فَاِذَا طِیْنُہٗ اَوْ طِیْبُہٗ مِسْکٌ اَذْفَرُ " ۲۴

"(شب معراج) جب میں جنت میں چل رہا تھا تو میں ایک نہر کے کنارے پہنچا جس کے کنارے کھوکھلے موتیوں سے بنائے گئے تھے میں نے کہا اے جبرائیل یہ کیا ہے عرض کی کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے جب کہ اس کی مٹی یا اس کی خوشبو مشک کی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے فرمایا۔

---

۲۴ صحیح البخاری .... شرح القسطلانی (339/9)

Marfat.com

" الکوثر نهر " فِی الْجَنۃِ حافتاہُ مِنْ ذَھَبٍ وَ مَجْرَاہُ عَلی الدُرِ وَالیاقُوتِ تُرْبَتہٗ اَطْیَبُ مِنْ الْمِسْکِ وَمَائُہٗ اَحلٰی مِنَ الْعَسْلِ وَ ابْیَضُ مِنْ التلجِ"[۲۵]

''کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس کا بہاؤ موتیوں اور یاقوت پر ہے اس کی مٹی مشک سے خوشبودار ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

اس حدیث اور سابقہ حدیث مبارکہ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ سونے سے بنے کنارے اپنے اوپر بنے موتیوں کے قبوں کے مانع نہیں ہیں۔

اللہ ورسولہ اعلم

---

[۲۵] رواہ الترمذی بسند صحیح

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com